سیرۃ نبوی قرآنی

مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ

مکہ بکس د۔بخش سٹریٹ بیرون موری دروازہ لاہور

Marfat.com

۲۹۷۶۹۹۳۱
ع ۱۵ سی
۲۳۱۹۲

مطبع : گرافستاس پرنٹرز- لاہور

تعداد: ایک ہزار

قیمت : ۲۵ روپے

Marfat.com

فہرست

دیباچہ

		صفحہ
خطبہ	(۱) ظہور کی پیش خبریاں	۷
"	(۲) نام، نسب، وطن، زمانہ	۱۲
"	(۳) فضائل، خصائص، مشاغل	۳۰
"	(۴) رسالت و بشریت	۵۶
"	(۵) ہجرت	۶۶
"	(۶) غزوات و محاربات	۷۳
"	(۷) معاصرین	۱۰۶
	(الف) مشرکین	۱۱۲
	(ب) یہود و نصاریٰ	۱۳۵
	(ج) منافقین	۱۵۴
	(د) مؤمنین	۱۶۹
	(۸) معجزات و دلائل	۱۸۵
	(۹) خانگی اور ازدواجی زندگی	۱۹۸
	اختتامیہ	۲۱۳

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

یہ مجموعہ اوراق کوئی مستقل تصنیف نہیں چند لکچروں (خطبوں) کا مجموعہ ہے جو "سیرۃ نبوی قرآن مجید کی روشنی میں" کے عنوان سے جنوری ۱۹۵۶ء (مطابق ۱۳۷۵ھ) کی اخیر تاریخوں میں افضل العلماء ڈاکٹر عبدالحق کرنولی مرحوم و مغفور کی فرمائش پر اور ایک مرحوم خاتون کے قائم کئے ہوئے وقف کے ماتحت مدراس میں نیو کالج کی عمارت میں دیئے گئے تھے۔ اور طے یہ تھا کہ انہیں کتابی صورت میں جنوبی ہند کی مسلم ایجوکیشنل ایسوسی ایشن (مدراس) شائع کرے گی۔

لیکن قضائے الٰہی سے کچھ ہی روز بعد تحریک کے روح رواں ڈاکٹر عبدالحق مرحوم کی وفات ہوگئی اور ان کی وفات سے جہاں اور بیسوں چھوٹے بڑے ملّی کاموں کو نقصان پہنچا، وہیں یہ وعدہ بھی ایفا نہ ہو سکا۔ بلکہ انجمن کے کارکنوں نے ان لکچروں کا مسودہ تک واپس نہ فرمایا اور تقاضے کے خطوط بے اثر ہی رہے۔

مجبوراً اور اُس طرف سے مایوس ہو کر طبع و اشاعت کا انتظام اپنے ہاتھ میں لینا پڑا یہ مجموعہ اوراق ہرگز ایک مکمل سیرۃ نبوی قرآنی نہیں۔ شروع میں خیال یہ تھا کہ کتابی صورت میں لاتے وقت کامل نظر کر کے دو ایک خطبے (بہ طور باب کتاب) بڑھا دئے جائیں گے چنانچہ اختتامیہ میں اس کا نیم وعدہ بھی کر لیا گیا تھا۔

مگر جب نظر ثانی کا وقت آیا تو ہجوم کار نے یا ایک نا اہل کی پست ہمتی نے اس کا موقعہ ہی نہ دیا اور اب خطبے اتنے ہی شائع ہو رہے ہیں جتنے ۵۶ء میں دیئے گئے تھے نظر ثانی عبارت پر اچھی خاصی کر لی گئی ہے اور جا بجا معنوی اعتبار سے بھی کچھ اضافے کر دیئے گئے تھے اردو میں (بجز مولانا عبدالشکور لکھنوی مرحوم و مغفور کے ایک مختصر سے رسالے

Marfat.com

سے اپنی نوعیت میں یہ کتاب پہلی ہے اس کا تکملہ انشاء اللہ آئندہ کسی خوش نصیب ہی سے نصیب میں آئے گا۔

پھروں کے دے چلنے کے کوئی ڈھائی تین سال بعد مجھ بے خبر کو ڈاکٹر شیخ محمد عنایت اللہ ایم اے پی ایچ ڈی (لاہور) کی ایک تحریر سے ضمناً یہ خبر ملی کہ مصر میں کئی سال کا عرصہ ہوا کہ ایک قرآنی سیرۃ الرسول شائع ہو چکی ہے۔ اب اس کی تلاش شروع ہوئی اور مہینوں کی سرگرم و مسلسل کوشش کے بعد کہیں جا کر یہ دستیاب ہو سکی وہ بھی محض جناب مالک رام ایم۔ اے (بیرونی سفارت خانہ ہند) کی توجہ و عنایت سے۔

کتاب مفصل اور دو جلدوں میں ہے اور صفحات کی مجموعی تعداد سات سو سے اوپر فاضل مصنف کا نام محمد عزۃ دروزہ ہے، جو مصر کے ایک مشہور اہل قلم ہیں، ضخامت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مصنف نے آیات متعلقہ صرف بہ قدر ضرورت نہیں، بلکہ پوری پوری نقل کر دی ہیں۔ بہر حال یہ کتاب اگر شروع میں مل گئی ہوتی تو اس سے رہنمائی بہت کچھ حاصل ہو گئی ہوتی۔

زندگی کا اعتبار جوانوں ہی کے لیے کیا ہے چہ جائیکہ ستر سال کی عمر والے کے لیے جو کہنا چاہیے کہ سفر آخرت کے لیے پا بہ رکاب ہی ہے۔ تاہم اگر مشیت الٰہی کو منظور ہوا اور [redacted]

Marfat.com

خطبہ (۱)

ظہور کی پیش خبریاں

ظہور مبارک کا واقعہ دنیا کے لیے بالکل اچانک اور غیر متوقع طور پر نہیں پیش آ گیا اہل کتاب یعنی یہود اور نصرانی دونوں ایک "موعود" کے انتظار میں صدیوں سے چلے آرہے تھے اور قرآن مجید نے ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے تو اس ظہور مبارک کے لیے دعا صراحت سے نقل کی ہے یہ دعا تنہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نہ تھی ایک مبارک وقت جگہ دو مقدس بندوں کی زبان سے مل کر نکلی تھی اور اس میں حضرت ابراہیم کے شریک ان کے فرزند حضرت اسمٰعیل بھی تھے۔

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرَاهِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمَاعِیْلُ۔ (البقرۃ، ع ۱۵)	اور وہ وقت یاد کرو جب ابراہیم اٹھا رہے تھے دیواریں خانہ کعبہ کی اور (ان کے ساتھ) اسمٰعیل بھی۔

مقام اتنا مقدس کہ خانہ کعبہ کا فرش وقت اتنا مبارک، کہ عین تعمیر خانہ کعبہ کا زمانہ اور دعا کرنے والے۔ اللہ کے دو دو مقبول ترین اور انتہائی برگزیدہ بندے دعا سب سے پہلے اس کی کہ ہماری یہ خدمت قبول ہو۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ (البقرۃ، ع ۱۵)	اے ہمارے پروردگار! ہم سے ہماری یہ خدمت قبول فرما بے شک تو تو خوب سننے والا۔ تو سب کچھ جاننے والا ہے۔

اس تمہید کے بعد عرض حال میں پہلی گذارش تو یہ تھی کہ ہمیں اور زیادہ توفیق طاعت

Marfat.com

اجابت سے۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ۔ اے ہمارے پروردگار، ہم سے ہماری خدمت فرمانبردار بنالے۔

(البقرۃ، ع ۱۵)

اور پھر معًا بعد یہ آرزو کہ ہماری نسل سے ایک امت مسلمہ ایک فرمانبردار قوم

وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ۔ اور ہماری نسل سے ایک اُمت بھی پیدا کر جو تیری فرمانبردار ہو۔

(البقرۃ، ع ۱۵)

خیال کر کے سُنیئے کہ قید "ہماری نسل" کی لگائی جارہی ہے یعنی وہ نسل ابراہیمؑ جو حضرت اسمٰعیلؑ کے واسطہ سے ہو۔ قید لگ جانے سے بنی اسحٰق سب نکل گئے اور اُمت مسلمہ بنی اسمٰعیل میں محدود ہو گئی یہ تو ہوئی اُمّت اور اس کا رسول کون اور کیسا ہو؟ سماعت فرمائیے:۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔

اے ہمارے پروردگار۔ انہیں لوگوں یعنی بنی اسمٰعیل کے درمیان انہیں میں سے ایک رسول بھیج۔ جو تیری آیتیں انہیں پڑھ کر سنائے اور انہیں کتاب (الٰہی) اور حکمت کی تعلیم دے۔ اور ان کی اصلاح نفس کرے بیشک غالب اور حکمت والا تو تو ہی ہے۔

(البقرۃ، ع ۱۵)

اور پھر اپنے وقت پر جب یہ رسول ظاہر ہو چکا تو اس کا وصف اسکے دوسرے اوصاف کے ساتھ یہ بھی بیان کر دیا کہ اس کا ظہور مکہ والوں کے درمیان ہوا۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔

وہ اللہ وہی ہے جس نے ام القریٰ کے رہنے والوں کے درمیان جو انہیں اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کی اصلاح نفس کرتا ہے اور انہیں کتاب (الٰہی) اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

(الجمعۃ، ع ۱)

ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کی دعاؤں کا ذکر ہو چکا قرآن مجید سے یہ اطلاع بھی ملتی ہے کہ

اس ظہورِ اقدس و مطہر کی پیش خبریاں اگلے آسمانی صحیفوں میں آچکی ہیں یہ ذکر قرآن نے کہیں تو ضمناً اور بالواسطہ کیا ہے۔ یعنی صرف کتاب کا ذکر کر کے اشارہ کتاب لانے والے کی طرف بھی کر دیا مثلاً۔

وَ اِنَّهٗ لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ۔ (الشعراء، ع ۱۱)

اس کا ذکر یا اس کی خبر اگلے صحیفوں میں بھی موجود ہے۔

اور کہیں یہ ذکر براہ راست اور مستقلاً کیا ہے اور ایسے موقع پر رسول ؐ کے اوصاف امتیازی خصوصی کو بھی گنا دیا ہے۔ مثلاً

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىِٕثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ۔ (الاعراف ع ۲)

جو لوگ پیروی کرتے ہیں۔ اس اُمّی رسولؐ و نبی کی جس کو (یعنی جس کے وصف کو) وہ لکھا ہوا پاتے ہیں اپنے ہاں توریت اور انجیل میں وہ حکم دیتا ہے انہیں نیک کرداری کا اور روکتا ہے انہیں بدکرداری سے اور پاکیزہ چیزیں اُن کے لیے جائز بناتا ہے اور گندی چیزیں اُن پر حرام رکھتا ہے اور اُن پر سے بوجھ اور قیدیں جو اب تک تھیں اُتارتا ہے۔

یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ۔ یعنی ان رسول کے اوصاف و علامات یہ اہل کتاب اپنے ہاں توریت و انجیل میں درج پاتے ہیں۔ قرآن مجید نے یہ دعویٰ علانیہ کر دیا اور معاصر اہل کتاب میں سے کسی کو اس سے انکار کی جرات نہ ہوئی ورنہ جہاں اور الزامات سرور کائنات اور آپ کی وحی پر رکھ رہے تھے وہاں ایک اس الزام کا بھی اضافہ کر دیتے کہ توریت و انجیل میں کہاں ایسے رسولؐ کے ظہور کا پتہ نشان ملتا ہے؟

توریت میں جتنے تصرفات و تحریفات اب تک ہو چکے ہیں ان کے بعد یہ دعویٰ خود اہل توریت کا بھی باقی نہیں رہا ہے کہ یہ کتاب وحی لفظی کا نمونہ ہے لیکن اتنی تصحیف و تحریف کے بعد بھی کچھ تو حوالے اس میں اب بھی باقی رہ رہ ہیں۔ مثلاً حضرت موسیٰ

موسی علیہ السلام کی زبان سے اسرائیلیوں کو مخاطب کر کے:۔

"خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں میری مانند ایک نبی برپا کرے گا تم اس کی طرف کان دھریو" (استثناء ۱۸-۱۵)

"تیرے ہی بھائی" یعنی اسرائیل کے بھائی سوا بنی اسمٰعیل کے اور کون ہو سکتے ہیں! پھر ان اسمٰعیلیوں میں ایسا نبی جو "میرے ہی مانند" یعنی مشابہت حضرت موسیٰ سے رکھنے والا ہو۔ بجز ہمارے نبی کریم صلعم کے اور کون ہوا ہے؟

اور پھر توریت کے اس صحیفہ استثنا کی اسی فصل میں دو ہی تین آیتوں کے بعد ہے،

"اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ انہوں نے جو کچھ کیا۔ اچھا کیا۔ میں ان کے لیے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منھ میں ڈالوں گا" (ایضاً ۱۸)

اسرائیل کے بھائیوں یعنی اسمٰعیلیوں کا ذکر اس آیت میں بھی اور "تجھ سا" یعنی موسیٰ علیہ السّلام سے مشابہت رکھنے والے کی تعیین یہاں بھی اور پھر آخری فقرہ کی تصریح کہ "اپنا کلام ان کے منھ میں ڈالوں گا" صاف اس کا مرادف کہ اس کا پیام وحی لفظی کا مجموعہ ہوگا اور یہ وحی لفظی کا دعویٰ بجز قرآن مجید کے روئے زمین پر آج کس کتاب اور کس پیام کے لیے ہے؟

توریت کے بعد اب انجیل پر آئیے۔ اس میں "ترجمہ اور ترجمہ، در ترجمہ کی بنا پر اصلاح ترمیم اور تبدیلی کا سلسلہ آج تک جاری ہے اور وہ بھی چرا کر چھپا کر نہیں بلکہ علانیہ و فخریہ لیکن اس سارے کاروبار کے باوجود اس میں بھی یہ لفظ آج تک لکھے چلے آرہے ہیں یہ حضرت مسیح اسرائیلیوں سے فرما رہے ہیں:۔

"یسوع نے ان سے کہا۔ کیا تم نے کتاب مقدس میں نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا یہ خداوند کی طرف سے ہوا اور ہماری نظر میں عجیب ہے اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی

Marfat.com

بادشاہت تم سے لے لی جائے گی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دے دی جائے گی اور جو اس پتھر پہ گرے گا اس کے ٹکڑے ہو جائیں گے مگر جس پر وہ گرے گا اسے پیس ڈالے گا۔" (متی ۔ ۲۱: ۴۲۔۴۴)

"کتاب مقدس کا" جو فقرہ یہاں نقل ہوا ہے اور انجیل مرقس ۱۲: ۱۰-۱۱ اور انجیل لوقا ۲۰: ۱۷-۱۸ میں بھی وہ دراصل داؤد نبی کی کتاب زبور ۱۱۸: ۲۲ کا ہے۔ معماروں یعنی اسرائیلیوں نے جس پتھر کو ہمیشہ رد کیا تھا وہ اسمعیلی ہی تھے کونے کے سرے کا جو پتھر ہوا۔ یعنی نبوت جس کو سب سے آخر زمانہ میں ملی وہ بنی اسمٰعیل ہی کا ایک فرد تھا اور یہود و نصرانی جو بھی اس سے ٹکرائے، وہ پاش پاش ہو کر رہ گئے۔ یا پس کر رہ گئے۔

توریت اور انجیل میں حوالے اور بھی ملتے ہیں ان سب کی یہاں سماعت فرمانے کے بجائے انہیں تفسیر ماجدی میں ملاحظہ کرنے کی زحمت گوارا فرمائی جائے۔ قرآن مجید نے حضرت مسیحؑ کی زبان سے ایک اور پیش خبری کا حوالہ صراحت کے ساتھ دیا ہے اس لئے اسے تو ہر حال سے چلئے۔

وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىۃِ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ فَلَمَّا جَآءَھُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا ھٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ۔

(الصف ع ۱)

اور جب عیسیٰ بن مریم نے کہا کہ اے اسرائیلیو! میں تمہارے پاس اللہ کا پیمبر آیا ہوں۔ تصدیق کرنے والا توریت کی جو مجھ سے پیشتر سے ہے۔ اور بشارت دینے والا ایک رسول کی جو میرے بعد آنے والے ہیں۔ جن کا نام احمدؐ ہو گا۔ پھر جب وہ ان کے پاس کھلے ہوئے نشان لے کر آئے تو یہ بولے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔

قرآن مجید نے جس قول کی جانب اشارہ کیا ہے وہ موجودہ محرف انجیل سے بھی تمام تر محو نہ ہو سکا بلکہ اس کے حوالے ایک نہیں تین تین جگہ آج تک موجود ہیں ملاحظہ ہوں۔

"میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار (یا وکیل یا شفیع) بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔" (یوحنا ۱۴: ۱۶)

Marfat.com

"جو ابد تک تمہارے ساتھ رہے" میں صاف اشارہ موجود ہے۔ اس کی شریعت دائمی ہوگی۔ دوسری جگہ ہے۔

"جب وہ مددگار (یا وکیل یا شفیع) آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی سچائی کا روح جو باپ کی طرف سے نکلتا ہے تو وہ میری گواہی دے گا" (یوحنا ۱۵، ۲۶)

اور تیسری مرتبہ :-

"اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار (یا وکیل یا شفیع) نہ آئے گا۔ لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا اور وہ آکر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت کے بارہ میں قصوروار ٹھہرائے گا" (یوحنا ۱۶، ۷، ۸)

یہ عبارتیں جو پڑھ کر سنائی گئیں۔ اردو بائبل کی تھیں اور بائبل کے اردو مترجمین نے متن میں لفظ مددگار اور حاشیہ پر اس کے نسخے "وکیل" اور "شفیع" دئے ہیں اور انگریزی بائبل میں جو پروٹسنٹ فرقہ کی ترجمان ہے اس کے لیے لفظ comfaTen آیا ہے یعنی تسلی دہندہ اور جو انگریزی بائبل عقیدہ کیتھولک کے مطابق ہے اس میں ان موقعوں پر لفظ Paraclete درج ہے ہمارے یہاں کے فاضلوں کا بیان ہے کہ جس یونانی لفظ کے لیے "مددگار" لاتے ہیں کبھی "وکیل" کبھی "شفیع" کبھی "تسلی دہندہ" اور کبھی PRAELETE وہ اصل میں PERICLYTS ہے جو صحیح ترجمہ لفظ احمد (بہ معنی محمود دستودہ) کا ہے۔

غرض یہ کہ جو توحیدی قومیں آغاز اسلام کے وقت دنیا میں موجود تھیں اور جو سلسلہ وحی و نبوت کی قائل تھیں ان کے مقدس نوشتوں میں پیش خبریاں شروع ہی سے ایک اسمٰعیلی نبی کی چلی آرہی تھیں۔ جس کی شریعت دائمی ہوگی یعنی وہ سلسلۂ انبیاء کا خاتم بھی ہوگا۔

خطبہ (۲)

نام، نسب، وطن، زمانہ

نام اسم مبارک محمد تھا اور قرآن مجید میں اس کی صراحت چار جگہ آئی ہے ایک جگہ تو صرف نام اور منصب کا ذکر ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ (الفتح ع ۴)

محمد اللہ کے رسول ہیں۔

دوسری جگہ یہ ملتا ہے کہ قرآن جو سرتاسر برحق ہے نازل انہیں محمد پر ہوا ہے،

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ۔ (محمد ع ۱)

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل بھی کئے اور اس (کلام) پر ایمان لائے جو محمد پر نازل ہوا اور وہ برحق ہے انکے پروردگار کی

تیسری جگہ اس حقیقت سے پردہ اٹھتا ہے کہ محمد اللہ کے قاصد یا رسول ہی ہیں جیسا کہ آپ کے قبل اور بھی رسول آچکے ہیں کوئی دیوتا یا اوتار یا فوق البشر ہستی نہیں۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ (آل عمران ع ۱۵)

اور محمد تو بس رسول ہیں۔ ان سے قبل اور بھی رسول گزر چکے ہیں۔

اور اسی آیت میں یہ الفاظ بھی شامل ہیں۔

اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ۔

تو اگر ان کی وفات ہو جائے یا انہیں ہلاک کر دیا جائے تو کیا تم لوگ الٹے پاؤں واپس چلے جاؤ گے۔

اور یہیں سے ضمناً اس حقیقت پر بھی روشنی پڑ گئی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم غیر فانی

Marfat.com

بناکر نہیں بھیجے گئے۔ بلکہ ہر بشر کی طرح آپؐ بھی فانی تھے اور آپ پر طبعی وفات کے طاری ہونے یا کسی کے ہاتھ سے ہلاک ہونے، دونوں کا احتمال تھا۔

چوتھی آیت نے اسم مبارک کی تصریح کے ساتھ اس کی بھی خبر دے دی، کہ آپؐ کی اولاد ذکور میں سے کوئی زندہ نہ رہے گا صاحبزادیوں کی گنجائش البتہ ہے۔

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ۔ (الاحزاب ع ۲) محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں۔

اسم محمدؐ کی اس چہارگانہ تصریح کے ساتھ قرآن مجید میں دوسرا نام احمد ملتا ہے یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے پیش خبری کے سلسلہ میں ارشاد ہوا ہے۔

اِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ۔ (الصف ع ۱)

اور یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا کہ اے اولاد اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہو کر آیا ہوں تصدیق کرنے والا توریت کی جو مجھ سے پیشتر سے ہے اور بشارت سنانے والا اس رسول کی جو میرے بعد آنے والے ہیں۔ ان کا نام احمد ہوگا۔

حضرت مسیح کی جو انجیل حواری برنابا کی جانب منسوب ہے اس میں تو یہ پیش خبری آج بھی صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ باقی جو انجیلیں یوحنا میں عبارتیں اس قسم کی لکھی ہوئی چلی آتی ہیں:۔

"میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار (یا وکیل یا شفیع) بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے" (یوحنا ۱۴:۱۶)

"جب وہ مددگار (یا وکیل یا شفیع) آئے گا جس کو میں تمہارے باپ کی طرف سے بھیجوں گا۔ یعنی سچائی کا روح جو باپ کی طرف سے نکلتا ہے تو وہ میری گواہی دے گا" (یوحنا ۱۵:۲۶)

اتنا تو ان ہی سے پہلے قول سے ظاہر ہی ہوگیا، کہ جو آنے والا حضرت مسیحؑ کے بعد آئے گا، وہ خاتم نبوت ہوگا اور اس کی شریعت قیامت تک قائم رہے گی اب سوال

صرف یہ رہ جاتا ہے کہ وہ آنے والا کون ہوگا؟ حضرت مسیح کی زبان مبارک سے نکلا ہوا اصل سریانی لفظ تو اب کہیں دنیائے معلوم میں محفوظ نہیں۔ اب تو دار و مدار آپ کے سریانی کلام کے صرف یونانی ترجمہ پر ہے تو اس یونانی ترجمہ کا ترجمہ دوسری زبانوں میں اہل انجیل کہیں تسلی دہندہ comTovTevo سے کرتے ہیں اور کہیں مددگار H ckv سے اور کہیں وکیل سے اور کہیں شفیع سے۔

اور اس اضطراب کے مقابلہ میں ہمارے ہاں کے فاضلوں کا بیان جزم کے ساتھ یہ ہے کہ وہ یونانی لفظ PevielyTe ہے اس کا صحیح مفہوم احمد ہی سے ادا ہوتا ہے اور اس لیے قرآن مجید نے یہ نام حضرت مسیحؑ کی زبان سے ادا کر دیا ہے۔

اسم ذاتی بعد محمدؐ کے بھی احمد آیا ہے ان دو کے علاوہ اسماء صفاتی قرآن مجید میں کثرت سے وارد ہوئے ہیں۔ مثلاً

نذیر۔ بشیر۔ منذر۔ مبشر۔ شاہد۔ داعی الی اللہ۔ سراج منیر۔ مزمل، مدثر۔ النبی الامی مذکر۔ رحمۃ للعالمین۔ خاتم النبیین۔

اب چند در چند آیات قرآنی بلالحاظ ترتیب سن لیجیے۔ جن میں یہ اسماء توصیفی وارد ہوئے ہیں۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ۔ (المزمل۔ ع۱)

بے شک ہم نے بھیجا ہے تمہاری طرف ایک رسول تم پر شاہد (بناکر)

اسم شاہد کی شہادت اس آیت نے پیش کر دی اور اور شہادتیں بھی ابھی سماعت فرمائیے گا دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا۔

بے شک ہم نے آپ کو بھیجا ہے شاہد اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بناکر۔

کہیں کہیں اس سے بھی زیادہ اسماء صفاتی اکٹھے بیان ہوئے ہیں مثلاً

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ

اے نبی بیشک ہم نے آپ کو بھیجا ہے شاہد مبشر اور نذیر بناکر اور اللہ کی طرف داعی اس کے

Marfat.com

وسراجاً مُّنِيرًا (الاحزاب ع ٦) | اذن سے اور ایک روشن چراغ۔

اور منذر اور نذیر کی تکرار تو کثرت سے آئی ہے۔ کبھی الگ الگ اور کبھی دوسرے اسماء صفات کے ساتھ مل جل کر اسم منذر کو لیجیے۔

اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (ہود ع ۱) | آپ تو بس ایک ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کے لئے ایک رہبر (رکھا گیا) ہے۔

بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ۔ (ق ع ۱) | ان لوگوں کو اس پر اچنبھا ہے کہ ان کے پاس ایک ڈرانے والا انہیں میں سے آگیا۔

اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا (النازعات، ع ۲) | آپ تو بس ڈرانے والے ہیں اسے جو دوزخ سے خوف رکھتا ہے۔

اب نذیر والی آیتیں سُنئے علاوہ ان دو آیتوں کے جو ابھی آپ سن چکے ہیں۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا۔ (البقرہ ع ۱۴) | بیشک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر۔

اور اسی کے علاوہ سورۃ الفاطر ع ۲ کی ایک آیت میں بھی یہ آیا ہے کہیں کہیں یہی مضمون صیغہ حاضر کے ساتھ وارد ہوا۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا۔ (بنی اسرائیل۔ ع ۱۲) | اور ہم نے آپ کو تمامتر ایک خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

اور یہی الفاظ سورہ الفرقان ع ۶ کی ایک آیت میں وارد ہوئے ہیں۔

اسی طرح ایک جگہ اور ہے۔

اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ۔ (ہود۔ ع ۲) | آپ تو بس ایک ڈرانے والے ہیں۔

پھر ایک جگہ اور صیغہ غائب میں۔

اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ۔ (الاعراف۔ ع ۱۳) | یہ تو تمام تر ایک کھلے ہوئے ڈرانے والے ہیں۔

Marfat.com

ایک جگہ اہل کتاب سے خطاب خصوصی میں ارشاد ہوا ہے

یٰاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْجَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَاجَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّ لَا نَذِيْرٍ فَقَدْجَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ۔ (المائدہ ع ۳)	اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارے یہ رسول آپہنچے ہیں جو تم سے کھول کر بیان کرتے ہیں ایسے وقت میں جب رسولوں کا سلسلہ موقوف تھا۔ تاکہ تم کہیں یہ نہ کہنے لگو کہ ہمارے پاس کوئی بشیر و نذیر نہیں آئے، سو تمہارے پاس تو بشیر و نذیر آ گیا۔

کہیں کہیں یہ لفظ صیغۂ متکلم میں خود رسولؐ کریم کی زبان سے ادا کر دیئے گئے ہیں۔

اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔ (الاعراف، ع ۲۴)	میں تو محض ایک بشیر و نذیر ہوں ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں۔
قُلْ اِنِّیْٓ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ۔ (الحجر، ع ۶)	آپ کہدیجئے کہ میں تو ایک کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔
اِنَّنِیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ۔ (ہود، ع ۱)	بیشک میں تمہارے لئے اللہ کی طرف سے نذیر و بشیر ہوں۔

اور سورہ والذاریات ع ۳ میں پاس ہی پاس دو جگہ ان الفاظ کو رسول کریم کی زبان سے دہرایا گیا ہے۔

اور کہیں ان صفات کے ساتھ مخاطبین کے دائرہ میں ساری دنیا کو لے آیا گیا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا۔ (سبا، ع ۴)	اور ہم نے تو بس آپؐ کو بشیر و نذیر بنا کر سارے ہی انسانوں کی طرف بھیجا ہے۔

نذیر کا لفظ اتنے موقعوں کے علاوہ بھی دو ایک جگہ آنحضورؐ کے لیے آیا ہے لیکن وہاں دلالت اتنی صریح و واضح نہیں۔

ابھی ابھی آپ نے سنا کہ حضورؐ کی بعثت کَآفَّةً لِّلنَّاسِ تھی یعنی ساری نسل انسانی کے لیے اور ملک عرب کے ساتھ مخصوص و محدود نہیں اس عموم بعثت کی تائید تقویت

سورۃ الفرقان کی بھی ایک آیت سے ہوتی ہے جہاں فرمایا گیا ہے کہ قرقان اس بندہ خاص پر اس لیے نازل کیا گیا کہ

لِيَكُوْنَ لِلْعَالَمِيْنَ نَذِيْرًا۔ (الفرقان، ع ۱) تاکہ وہ اس کے ذریعہ سے سارے عالم کا ڈرانے والا ہو۔

اسم شاہد کے کئی اطلاق ذات نبوی کے لیے چند منٹ قبل آپ کی سماعت میں آچکے ہیں اور شاہد کے معنی عام طور پر گواہ سمجھے گئے ہیں لیکن اس لفظ کا استعمال محاورہ عرب میں غائب کے مقابل کی حیثیت سے بھی برابر ہوتا ہے اس لیے بیجا نہ ہوگا اگر شاہد کو حاضر کے مرادف سمجھا جائے اور کم سے کم دو آیتیں قرآن مجید میں اور ایسی ہیں۔ جہاں شاہد سے اشارہ رسول اللہ صلعم ہی کی طرف بعض اکابر تفسیر نے خیال کیا ہے ان میں سے ایک آیت سورۂ ہود کے رکوع ۲ میں ہے۔

وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ۔ اور قرآن کے ساتھ اس میں ایک گواہ بھی ہے۔

اور دوسری سورہ البروج کے شروع میں ہے۔

وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ۔ اور شاہد اور مشہود۔

اس دوسری آیت میں اشارہ ذات نبوی کی طرف ایک قول کے مطابق سے ہے، اور دوسرے قول کے مطابق مشہود ہے۔

یہ سارے نام ایسے ہوئے، جو صراحتہً یا دلالتہً رسولؐ کی مستقل صفات سے متعلق وارد ہوئے ہیں ان کے علاوہ دو جگہ ایسا بھی ہوا ہے کہ رسولؐ پر کوئی وقتی کیفیت طاری ہوئی اور قرآن نے بس اسی وقت صفت سے آپ کو مخاطب کر دیا۔ چنانچہ نزول وحی کے ابتدائی زمانے میں جب برادری والوں نے شرارت سے انکار و استہزاء آپ کے دعویٰ نبوت پر شروع کیا، تو ایک روز آپؐ ان حالات سے متاثر و ملول خاطر، چادر میں لپٹے ہوئے لیٹے تھے تو قرآن نے ٹھیک اسی ہیئت کے ساتھ آپؐ کو مخاطب کیا اور کہا۔

يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ۔ (المزمل، ع ۱) اے چادر میں لپٹنے والے

Marfat.com

اور پھر اسی طرح جب کچھ روز بعد وحی کے تسلسل میں وقفہ پڑ گیا اور آپ فکرمند اوڑھے لپیٹے ہوئے لیٹے تھے تو قرآن مجید نے آپ کو ان الفاظ سے مخاطب کیا۔

يَا اَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ۔ (المدثر، ع ۱) — اے چادر میں لپٹنے والے

یہ سارے اسماء صفاتی تو وہ ہوئے جن میں سے ہر ایک بجنسہٖ قرآن مجید میں آچکا ہے باقی کچھ اور نام بھی ہیں جو براہ راست تو وارد نہیں ہوئے ہیں لیکن قرآن مجید کی عبارتوں سے ماخوذ و مستنبط کئے جا سکتے ہیں۔ مثلاً۔

مصطفیٰ۔ مجتبیٰ۔ مطاع۔ صادق۔ امین۔ مبلغ۔ معلم۔ مزکی۔ مرسل وغیرہا

اور ان سب کے علاوہ دو اسماء ایک النبی اور ایک الرسول کا اطلاق تو اس کثرت سے حضرت کی ذات پر ہوا ہے کہ اس کا احاطہ کرنا بھی آسان نہیں۔

اسی سلسلے میں ایک اور لفظ کا ذکر ضروری ہے جو اپنے لغوی مفہوم کے لحاظ سے تو عام ہے لیکن رسول اللہؐ کی تکریم و تشریف خصوصی کے موقع پر اس تکرار سے آیا ہے کہ اگر اسے آپؐ کا لقب خصوصی قرار دیا جائے تو کچھ بیجا نہیں وہ لفظ ہے "عبد" خصوصیت و یگانگت کے موقع پر آپ کی جانب اشارہ اسی کلمہ سے کیا گیا اور نمایاں آپؐ کے وصف عبدیت کو کیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کے شروع ہی میں۔ جہاں منکروں اور معاندوں سے تحدی کے ساتھ کہا ہے کہ اگر سارا قرآن نہیں بنا سکتے ہو تو ایک سورت ہی اس کی سی پیش کر دکھاؤ وہاں بجائے رسول یا نبی کے کام اسی لفظ "عبد" سے لیا گیا ہے

وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ۔ (البقرۃ، ع ۳)

اور اگر تمہیں اس کلام کے باب میں کچھ شک ہے جو ہم نے اپنے بندہ پر نازل کیا ہے۔ تو اس کی سی ایک سورۃ تم خود بنا لاؤ۔

اسی طرح جہاں مسجد اقصیٰ کے سفر معراج کا ذکر ہے وہاں بھی یہی لفظ آیا ہے۔

سُبْحَانَ الَّذِىْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى۔ (بنی اسرائیل، ع ۱)

پاک ہے وہ ذات جو راتی رات لے گئی اپنے بندہ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔

Marfat.com

اسی طرح جہاں سیر آسمانی سے سرفرازی و تقرب خصوصی کا ذکر ہے وہاں بھی تعرف اسی لفظ کا ہوا ہے۔

فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی (النجم ع ۱) — پھر اللہ نے وحی کی اپنے بندہ پر جو کچھ کہ وحی کی۔

ایک جگہ یہ مذکور ہے، کہ کافر معاند عبد کامل کی نماز و عبادت کی راہ میں حائل ہوتے ہیں۔ وہاں ارشاد ہوا ہے۔

اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی۔ (علق) — تو نے اس شخص کے حال پر نظر کی۔ جو روکتا ہے جب بندہ نماز پڑھتا ہے۔

اور ایک جگہ ایسے ہی موقع پر بجائے محض عبد کے لفظ عبد اللہ آیا ہے سیاق یہ ہے کہ رسولؐ جب عبادت کے لیے کھڑے ہوتے ہیں، تو مشرکین معاندین آپؐ پر ہجوم کر کے چڑھ آتے ہیں تو وہاں کام اسی اسم توصیفی عبد اللہ سے لیا گیا ہے۔

وَاِنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ كَادُوْا یَكُوْنُوْنَ عَلَیْهِ لِبَدًا (الجن ع ۱) — اور جب اللہ کا بندہ (خاص) کھڑا ہوتا ہے کہ اس کی عبادت کرے تو یہ لوگ اس پر ہجوم کرانے کو ہوتے ہیں۔

نزول قرآن کی عظیم ترین نعمت کے سیاق میں ذکر بار بار عبد یعنی اسی عبد کامل کا آتا ہے تحدی والی آیت ابھی آپ سن چکے۔ اب تین آیتیں اور اس سلسلہ کی سماعت میں لائی جائیں۔ پہلی آیت۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْكِتٰبَ۔ (الکہف ع ۱) — ساری تعریف ہے اس اللہ کے لیے جس نے کتاب اپنے بندہ پر اتاری۔

دوسری آیت

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ۔ (الفرقان، ع ۱) — بابرکت ہے وہ ذات جس نے فرقان اپنے بندہ پر نازل فرمایا۔

اور تیسری آیت

Marfat.com

هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰی عَبْدِہٖۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ۔ (الحدید، ع ۱)

وہ اللہ وہی ہے جو نازل کرتا ہے صاف صاف آیتیں اپنے بندہ پر تاکہ وہ تمہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آئے۔

کہیں اس "نزول" کا اطلاق بجائے کلام کے فتح غیبی و نصرت خصوصی پر ہوا ہے اور وہاں بھی مذکور "عبد" ہی کا ہے۔ مثلاً

وَاِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰہِ وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ۔ (الانفال، ع ۵)

اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر اور اس چیز پر جو ہم نے فیصلہ کے دن اپنے بندہ پر اُتاری۔

اور کہیں یہ اطمینان دلایا ہے کہ یہ عبد براہ راست اللہ تعالیٰ کے حفظ و امان میں ہے۔

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ۔ (زمر۔ ع ۴)

کیا اللہ کافی نہیں اپنے بندہ کی حفاظت کے لئے؟

اسماء صفاتی میں سے دو ایسے بھی ہیں، جو ایک طرف تو کھلے ہوئے رسول اللہؐ کے لیے استعمال ہوئے اور دوسری طرف وہ اسماء حسنیٰ باری تعالیٰ میں بھی داخل ہیں وہ لفظ ہیں رؤف اور رحیم۔ صیغہ معرفہ میں ال کے اضافہ کے ساتھ تو یہ الرؤف والرحیم اسماء الٰہی میں ہیں لیکن نکرہ میں بغیر ال کے رسولؐ کے اسماء صفاتی ہیں لائے گئے ہیں۔ سورۃ البراۃ کے خاتمہ پر رسولؐ کے ذکر صریح کے بعد آتا ہے۔

حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ (التوبۃ، ع)

تمہارے لئے حریص ہیں، مومنوں کے حق میں بڑے شفقت اور رحم والے ہیں۔

ایک اور اسم وصفی مذکر ہے ارشاد ہوا ہے۔

فَذَکِّرْ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُذَکِّرٌ۔ (الاعلیٰ)

آپ انہیں یاد دلاتے رہیئے۔ اور آپ تو بس ہیں ہی یاد دلانے والے۔

یہ اسم مصیطر کے مقابلہ میں آیا ہے اور مصیطر کے معنی ہیں متسلط یا نذیر احمدی

Marfat.com

زبان میں دار وغیرہ کے۔

دو وصف قرآن مجید نے اور آپ کے ایسے بیان کئے ہیں۔ جن سے دو اسماء توصیفی پیدا ہو گئے ایک کا تعلق وصف رحمت عالم سے ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ (الانبیاء، ع ۷)۔

اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر رحمت بنا کر سب جہانوں کے حق میں۔

اور دوسرا وصف ختم نبوت کا ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔ (الاحزاب ع ۵)

محمد تم میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ مگر اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر۔

دو لفظ قرآن مجید میں اور بھی آئے ہیں ایک نور دوسرے برہان، جمہور مفسرین کے نزدیک ان کا تعلق اوصاف قرآن ہی سے ہے چنانچہ ایک یہ ہے۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ۔ (المائدہ، ع ۲)

بے شک اللہ کے ہاں سے تمہارے پاس آچکا ہے نور اور کتاب واضح۔

اور دوسری آیت ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ۔ (النسآء، ع ۲۴)

اے لوگو! تمہارے پاس برہان پہنچ چکی ہے تمہارے پروردگار کے پاس سے۔

لیکن مفسرین کا ایک گروہ ادھر بھی گیا ہے کہ دونوں لفظوں سے مراد ذات نبوی ہے گویا دلالت ہے تو سہی مگر بہت خفی قسم پر۔

اور اس لفظ 'برہان' سے ملتا ہوا ایک اور لفظ بینۃ بھی آپ کی شان میں سمجھا گیا ہے۔ مثلاً اس آیت میں۔

حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ۔

جب تک کہ ایک واضح دلیل ان کے پاس (بینۃ) نہ آگئی۔

نسب | نام نامی اور اسماء توصیفی پر گفتگو ہو چکی ہر سیرت میں نام کے بعد ہی نسب

23192

کا عنوان جلی ہوتا ہے۔

پہلی روشنی نسب مبارک کے سلسلہ میں قرآن مجید سے یہ پڑتی ہے کہ آپؐ یتیم تھے۔

اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی۔ کیا اللہ نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر اس نے (آپ کو) ٹھکانا دیا۔

(الضحٰی)

یتیم اس کو کہتے ہیں جس کے باپ کا انتقال اس کے بلوغ سے قبل ہی ہو جائے اور قبل بلوغ شامل ہے قبل ولادت کو اور تاریخ کا بیان ہے کہ آپؐ کے والد ماجد کی وفات آپؐ کی پیدائش سے بھی قبل ہو گئی تھی۔

پھر قرآن ہی کے لفظ فآوی سے یہ بھی نکلتا ہے کہ یتیمی کے باعث آپ بے گھر نہ ہو گئے تھے (اور عرب جاہلیت میں یوں بھی یتیم کی زندگی ہمہ وقتی کوفت ہی کی زندگی ہوتی تھی) لیکن حکمت الٰہی نے دوسرے انتظامات آپؐ کی ولایت و ربوبیت کے کر دیئے تھے۔ جیسا کہ روایتوں میں آتا ہے پہلے دادا عبدالمطلب اور پھر چچا ابو طالب کے ذریعہ سے۔

آپ کا نسل ابراہیمی سے ہونا قرآن مجید سے ظاہر ہے بلکہ آپؐ تو ثمرہ ہی تھے عین دُعائے ابراہیمی کا۔

وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَیُزَكِّیْهِمْ۔

(البقرہ ع ۱۵)

اے ہمارے پروردگار ہماری اولاد میں سے ایک ایسی اُمّت پیدا کر دے جو تیری فرمانبردار ہو۔۔۔ اور اے ہمارے پروردگار ہماری امت کے اندر انہیں میں سے ایک پیغمبر بھی پیدا کر دے جو ان لوگوں کو تیری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور ان کو پاک کر دے۔

اور جس موقع کی یہ دعا ہے وہاں قرآن ہی کے حسب صراحت حضرت اسمٰعیل بھی حضرت ابراہیمؑ کے شریک تھے۔

اس لیے ظاہر ہو گیا کہ آپؐ نسل ابراہیمی کی شاخ اسمٰعیلی سے تھے کسی اور شاخ سے نہیں

Marfat.com

یہ آیتیں تو نسب کے باب میں صریح ہیں اور ان سے جو استنباط ہو سکتا ہے وہ بھی لازمی طور پر صحیح ہی ہے۔ باقی قاضی عیاض مالکی (متوفی ۵۴۴ھ) نے اپنی معروف کتاب الشفاء فی حقوق المصطفیٰ میں دو اور آیتوں، اور ان سے اس سلسلہ میں استدلال کا بھی ذکر کیا ہے ان میں سے ایک سورۃ التوبہ کے ختم کی آیت لقد جاءکم رسول من انفسکم ہے اس کی ایک قرأت بجائے انفسکم (ضمہ فاء کے) انفسکم (فتح افاء) سے ہے تو اس سے استدلال یہ ہوا کہ آپ کا ظہور نفیس ترین یا شریف ترین انسانوں میں ہوا ہے۔ دوسری آیت سورۃ الشعراء کے آخری رکوع کی ہے اَلَّذِیۡ یَرٰىکَ حِیۡنَ تَقُوۡمُ وَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیۡنَ۔ اس کی تفسیر یوں کی گئی ہے کہ اللہ نے آپ کو عبادت گزاروں یا پارساؤں ہی کے صلبوں پشتوں سے نکالا ہے اور اسی طرح یہ دو آیتیں بھی تھوڑے سے تکلف کے بعد۔ بعض اہل علم کے مذاق کے مطابق آپؐ کی شرافت نسب اور والا دودمانی پر گواہ بنائی جا سکتی ہیں۔

وطن جس سرزمین پر حضرت ابراہیمؑ نے اپنے جگر گوشہ حضرت اسمٰعیل کو لا بسایا تھا۔ وہ اس وقت تک خشک و بے آب و گیاہ تھی بیت اللہ کے پڑوس میں اور حضرت کی دعا یہ تھی کہ دینداری اور خدا پرستی کے چرچے کے علاوہ اس بستی والوں کو میوے یا پھل بھی بہم پہنچتے رہیں۔

رَبَّنَاۤ اِنِّیۡۤ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجۡعَلۡ اَفۡئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَہۡوِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ وَارۡزُقۡہُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّہُمۡ یَشۡکُرُوۡنَ۔ (ابراہیم ع ۱)	اے ہمارے پروردگار میں نے بسا دیا ہے اپنی بعض اولاد کو ایک بے کھیتی والے دامن کوہ میں تیرے محترم گھر کے قریب ہی اے ہمارے پروردگار تاکہ وہ قائم کریں نماز کو پس تو کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف لگا دے اور ان کو پھلوں کا رزق دے تاکہ وہ لوگ شکر گزار ہوں۔

اسی شہر سے متعلق حضرت ابراہیمؑ کی دعا ایک دوسری جگہ ان الفاظ میں نقل ہوئی ہے۔

رَبِّ اجۡعَلۡ ہٰذَا الۡبَلَدَ اٰمِنًا	اے میرے پروردگار اس کو بنا دے ایک شہر

Marfat.com

وَارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ۔ (البقرۃ، ع ۱۵) امن والا اور اس کے رہنے والوں کو پھلوں میں سے بھی عنایت کر۔

رسول اللہؐ کی پیدائش اسی بستی میں ہوئی جو خشک و بے گیاہ حضرت ابراہیمؑ ہی کے زمانے میں نہیں۔ صدیوں بعد تک رہی۔ لیکن اس کے باوجود یقیناً اسی دعائے ابراہیمی کی برکت سے میوؤں اور پھلوں سے محروم پہلے بھی نہ رہی، اور اب تو ایک حد تک خود ہی شاداب و گلزار بن گئی ہے۔ رہی اس شہر کی مامونیت یا اس کا پر امن ہونا تو اس کی حرمت تو اس جاہلیت کو بھی ملحوظ رہی ہے اور شریعت اسلامی نے اس شہر کو حرم قرار دے کر اس کے اندر جانوروں کا شکار تک ممنوع کر دیا ہے قرآن مجید نے اس کے اس پہلو کو نمایاں کر کے اسے البلد الامین اور البلد الحرام جیسے القاب سے بار بار یاد کیا ہے۔

شہر کا قدیم نام بکہ ہے اور خدائے پاک کی پہلی عبادت گاہ ہونے کا شرف و امتیاز اسی کو حاصل ہے۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ ھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ (آل عمران ۱۰) بیشک جو سب سے پہلا گھر لوگوں کی عبادت کے لیے مقرر کیا گیا ہے وہ وہ ہے جو بکہ میں ہے بابرکت اور سارے عالم کے لیے ہدایت۔

اس شہر کا نام بعد کو مکہ پڑا اور اب مزید تعارف سے بے نیاز اس کا شمار دنیا کے معروف ترین شہروں میں ہے۔ ام القری۔ البلد الامین اور البلد الحرام اس کے قرآنی مترادف ہیں۔

حجاز کے ایک دوسرے شہر کا بھی ذکر قرآن مجید میں یثرب اور مدینہ دو ناموں سے آیا ہے یہاں رسول اللہ مکہ سے ہجرت کر کے آئے تھے اور ہجرت کا ذکر اور اس کے احکام قرآن مجید میں کثرت سے وارد ہوئے ہیں۔ معاندین سے غزوات و محاربات یہاں کے زمانہ قیام میں برابر جاری رہے اور ان کا تذکرہ قرآن مجید میں بسط و تفصیل سے موجود ہے یہ تذکرے تو کبھی حسب موقع آگے سنئے گا یہاں شہر کے سلسلہ میں صرف

Marfat.com

اتنی بات سن لینے کی ہے کہ یہاں کی آبادی کا ایک خاصہ بڑا حصہ غیر مخلص رعایا پر شامل تھا جو بظاہر اسلامی اسٹیٹ کے ہوا خواہ و فرمانبردار تھے لیکن درحقیقت غیر وفادار بلکہ باغی تھے اور دشمنان حکومت اسلامی سے میل سے گئے ہوئے تھے یہ لوگ مخلص و وفادار رعایائے اسلام کے خلاف طرح طرح کی افواہوں سے ایک سرد جنگ رکھے ہوئے تھے اس پر قرآن مجید نے صاف صاف کہہ دیا۔

لَئِنۡ لَّمۡ يَنۡتَهِ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَ الَّذِيۡنَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ وَّ الۡمُرۡجِفُوۡنَ فِى الۡمَدِيۡنَةِ لَنُغۡرِيَنَّكَ بِهِمۡ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوۡنَكَ فِيۡهَاۤ اِلَّا قَلِيۡلًا۔ (الاحزاب ع ۸)

اگر منافق اور جن لوگوں کے دلوں میں روگ ہے اور مدینہ میں بری خبریں اڑانے والے باز (نہ آئے) تو ہم تم کو ان پر مسلط کر دیں گے پھر وہ (نہ رہ) سکیں گے۔ مدینہ میں آپ کے پڑوس میں مگر (بہت کم) دن۔

یہ گویا صاف اعلان خداوندی تھا کہ کچھ ہی روز بعد رسول اللہ صلعم کو ان پر پوری طرح دسترس حاصل ہو جائے گی اور آپؐ کا قیام یہیں رہے گا اس بیان سے ایک فاضل معاصر نے یہ نکتہ بھی خوب پیدا کیا ہے، کہ جب آپ کا قیام یہیں آخر تک رہے گا تو وفات بھی یہیں ہوگی اور مدفن شریف بھی یہی شہر ہوگا۔

زمانہ سنہ و تاریخ کی بحث میں پڑنا قرآنی اسلوب بیان کے منافی ہے لیکن آئیے ہم اور آپ مل کر دیکھیں شاید کہ کچھ روشنی حضورؐ کے زمانہ بعثت پر بھی آیات قرآنی سے پڑ جائے۔

پہلی بات تو خوب روشن یہ ہے کہ آپؐ کا عہد نزول توریت ہی کے نہیں نزول انجیل کے بھی بعد کا ہے۔

النَّبِىَّ الۡاُمِّىَّ الَّذِىۡ يَجِدُوۡنَهٗ مَكۡتُوۡبًا عِنۡدَهُمۡ فِى التَّوۡرٰٮةِ وَالۡاِنۡجِيۡلِ۔ (الاعراف ع ۱۹)

وہ نبی اُمّی جس کو (یہ اہل کتاب) اپنے ہاں توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

آپؐ تو آپؐ۔ آپؐ کے رفیقوں، صحابیوں تک کے اوصاف توریت اور انجیل

دونوں میں موجود ہیں۔

ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ۔ (الفتح ع ۴)

یہ ہے بیان ان کا توریت میں اور یہ ہے ان کا بیان انجیل میں۔

پھر قرآن مجید نے قبل کے پیمبروں میں ذکر سب سے آخری پیمبر حضرت عیسٰی کا کیا ہے اس کے یہ معنی تو کھلے ہوئے ہیں کہ آپ کا زمانہ حضرت عیسٰی کے بعد کا ہے بلکہ تصریح یہاں تک ہے کہ عیسٰی علیہ السلام اپنے بعد آپ کی آمد کی خوشخبری سنا گئے ہیں۔

وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ۔ (الصف، ع ۱)

میرے بعد ایک رسول آئیں گے جن کا نام احمد ہو گا۔

اس کے بعد یہ تصریح بھی قرآن مجید ہی میں ملتی ہے کہ آپ عہد عیسٰی سے متصل نہیں بلکہ ایک لمبے وقفہ کے بعد دنیا میں تشریف لائے۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَىٰ فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ۔ (المائدہ، ع ۳)

اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارے یہ رسول آئے ہیں دور فترہ کے بعد جو تم کو صاف صاف بتلاتے ہیں۔

فترہ سے مراد اصطلاح میں وہ مدت ہوتی ہے جب کسی نبی کا زمانہ نہیں ہوتا گویا حضرت عیسٰی کے دور نبوت کو ختم ہوئے ایک عرصہ گذر چکا تھا جب ہمارے رسول کا ظہور ہوا۔

اس سے آگے بڑھئے تو سورۂ قریش سے یہ بھی واضح ہو جاتا کہ یہ وہ زمانہ تھا۔ جب قریش کی سرداری معاصر عرب قبیلوں کو مسلم ہو چکی تھی بلکہ قریش کی بین الاقوامی اہمیت ہمسایہ ملکوں میں مانی جا چکی تھی اور تجارتی قافلے شمال و مغرب اور جنوب و مشرق کی جانب قریش ہی کے پروانہ راہداری کے ساتھ آمد و رفت رکھنے لگے تھے تاریخی اعتبار سے یہ وہ زمانہ ہے جب سنہ مسیحی کو رائج ہوئے ایک مدت ہو چکی تھی۔

تحقیق کا ایک قدم اور آگے بڑھائیے تو نظر آئے گا کہ اب زمانہ نبوت محمدی کی، تعیین کے ہم بہت قریب پہنچ گئے ہیں سورہ قریش کے قبل اور اس سے متصل قرآن مجید

Marfat.com

میں سورۃ الفیل ہے جس میں خانہ کعبہ پر ابرہہ سردار حکومت حبشہ کی لشکر کشی کا بیان ہے اور یہ مشہور واقعہ تاریخ کے راوی کا بیان ہے کہ ۵۷۰ء میں پیش آیا تھا مورخوں کا بیان ہے اور خود سیاق قرآنی بھی یہی چاہتا ہے کہ ولادت محمدی بس اس کے چند ہی روز بعد واقع ہوئی ہو۔

غرض آپ کے زمانہ ولادت کا پتا تو قرآن مجید کی روشنی میں یوں کچھ نہ کچھ لگ ہی گیا اب رہا سوال زمانہ بعثت ونبوت کا تو قرآن مجید ہی سے ایک عام قاعدہ انسان کے لیے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے قویٰ (اور یہاں قوائے عقلی واخلاقی ہی مراد ہیں) کی تکمیل ۴۰ سال کے سن میں ہوتی ہے۔

فَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّہٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً۔ (الاحقاف ع ۲) اورانسان جب اپنی پوری قوت کو پہنچا۔ اور ۴۰ سال کا ہوا۔

اور جب یہ مقدمہ مسلم ہے کہ نبوت اللہ کی طرف سے بشر کے لیے سب سے بڑی امانت اور سب سے بڑا امتیازی منصب ہے تو یقیناً ۴۰ ہی سال کے سن میں آپ کو اس مرتبہ سے سرفراز کیا گیا ہوگا۔ مسیحی جنتری کے حساب سے یہ سن آکر ۶۱۰ء ٹھہرتا ہے اور اسی قیاسی وظنی نتیجہ کی تصدیق وتائید روایات حدیث وسیرت سے ہوتی ہے۔

سوانح کے سلسلے میں آخری عنوان زمانہ وفات کا آتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو کتاب آپؐ کی زندگی ہی میں آپؐ پر نازل ہوتی رہی اس میں آپؐ کے زمانہ وفات کا ذکر کیونکر آسکتا تھا تاہم تقریبی زمانہ وفات پر تو کچھ روشنی قرآن مجید سے پڑ ہی جاتی ہے۔ سورۃ النصر جس میں اسلام کے پھیلنے اور لوگوں کے جوق درجوق ایمان لانے کی صاف بشارت موجود ہے روایتوں میں آتا ہے کہ یہ قرآن مجید کی آخری مکمل سورت ہے اور اس کا زمانہ نزول اخیر ۱۰ھ ہجری ہے اسی طرح سورۃ المائدہ کی یہ آیت۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ — میں نے آج تمہارا دین تمہارے لئے مکمل کر دیا اور تمہارے اوپر اپنا انعام پورا کر دیا۔ اور تمہارے

لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ (المائدہ ع۱) لئے بطورِ دین اسلام کو پسند کر لیا۔

روایتوں میں آتا ہے کہ ذی الحجہ سنہ۱۰ھ میں نازل ہوئی تھی ان تصریحات سے قُربِ زمانہ وفات رسولؐ صاف نکل آتا ہے اور یہ جو تاریخ سے ثابت ہے کہ وفات نبوی ربیع الاوّل ۱۱ھ ہجری میں واقعہ ہوئی یہ قرآنی اشاروں سے بھی ایک بالکل لگتی ہوئی بات ہے۔

Marfat.com

خطبہ (۳)

فضائل، خصائص، مشاغل

قرآن مجید سے جہاں ایک طرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ محمد مصطفٰے صلعم کوئی فوق البشر یا فرشتہ وغیرہ نہ تھے، بلکہ محض بشر تھے۔ جیسے دنیا میں بشر ہوا کرتے ہیں اور خود آپ کی زبان سے دو دو بار کہلایا گیا ہے کہ،

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ — آپ کہہ دیجئے کہ میں تو محض ایک بشر ہوں تم ہی جیسا۔

ایک بار سورۃ الکہف کے رکوع ۱۲ میں اور دوسری بار سورۂ حم السجدہ کے رکوع اوّل میں۔ اور یہ بھی کہ آپؐ کوئی انوکھے پیغمبر ہو کر دنیا میں نہیں آئے تھے بلکہ آپ سے پیشتر بہت سے انبیاء و مرسلین آچکے تھے اور آپ بس انہیں میں کے ایک فرد تھے۔

اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ۔ (البقرۃ ع ۳۳) — بے شک ان بھیجے ہوؤں میں سے ایک آپ ہیں۔

فَقُلْ اِنَّمَا اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ (النمل ع ۷) — آپ کہہ دیجئے کہ میں تو بس ڈرانے والوں میں سے ہوں۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ (آل عمران ع ۱۵) — محمد بجز اس کے کچھ نہیں کہ ایک رسول ہیں اور ان کے قبل بہت سے رسول گزر ہی چکے ہیں

اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَا — کیا لوگوں کو اس بات پر حیرت ہے کہ ہم نے

اِلٰی رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَ بَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ (یونس ع ۱)
انہیں میں سے ایک آدمی پر وحی بھیج دی کہ لوگوں کو ڈرائے بھی (ہمارے عذاب سے) اور مومنوں کو خوشخبری بھی پہنچائے۔

اور خود آپ کی زبان سے یہ کہلایا گیا۔

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ۔ (الاحقاف ع ۱)
آپ کہہ دیجئے کہ رسولوں میں میں کوئی انوکھا رسول تو ہوا نہیں۔

اور ساتھ ہی آپ کی بے اختیاری بھی ان الفاظ میں کہلا دی گئی۔

وَمَا اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ۔ (الاحقاف ع ۱)
میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ کیا معاملہ میرے ساتھ پیش آئے گا اور کیا تمہارے ساتھ۔

بلکہ یہاں تک بھی، کہ

قُلْ لَّا اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ۔ (یونس ع ۵)
آپ کہہ دیجئے کہ میں اپنی ذات کے لئے تو کسی ضرر اور کسی نفع کا اختیار ہی نہیں رکھتا مگر جتنا اللہ کو منظور ہو۔

اور آیت کا یہی ٹکڑا ایک برائے نام لفظی اختلاف کے ساتھ سورہ الاعراف رکوع ۲۳ میں بھی ملتا ہے۔

اور وقت قیامت کے علم کی بھی نفی آپ کی ذات سے کرائی گئی ہے باوجود اس کے کہ وقوع قیامت کا ذکر بڑی شد و مد کے ساتھ آپ کی زبان سے سنایا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہوا ہے۔

یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَا اِلَّا هُوَ۔ (الاعراف ع ۲۳)
یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ کب واقع ہوگی۔ آپ کہہ دیجئے کہ اس کا علم صرف میرے پروردگار ہی کے پاس ہے اس کے وقت پر سوا اللہ کے کوئی اُس کو ظاہر نہ کرے گا۔

بلکہ آپ کی غیب دانی اور آپ کی مالکیت خزائن الٰہی اور آپ کی ملکیت اس

Marfat.com

سب کی نفی پر تصریح آپ کی زبان سے کرادی گئی۔

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّىْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَىَّ۔

(الانعام ع ۵)

آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ (کی سرکار) کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں۔ اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو بس اسی حکم پر چلتا ہوں میری طرف وحی کیا جاتا ہے۔

یہاں تک کہ دنیوی علوم و معارف سے بھی یکسر آپ کی ناشناسی ظاہر کر دی گئی حالانکہ جس عہد میں آپ کا ظہور ہوا تھا اس وقت تک بابل، مصر، چین، ایران ہندوستان یونان، رومہ، سب کہیں علوم و فنون خوب اپنا زور دکھا چکے تھے اور بڑے بڑے شاعر اور ادیب، مورخ اور مہندس۔ حکیم اور فلسفی۔ کرہ ارض کے طول و عرض میں اپنا نام پیدا کر چکے تھے اور علوم و فنون الگ رہے قرآن مجید نے تو آپ کی امیت یا حرف ناشناسی کی بھی صاف و صریح گواہی دی ہے۔

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ۔

(عنکبوت ع ۵)

اور اس قرآن کے نزول سے پہلے آپ نہ تو کوئی کتاب پڑھ سکتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے اس کو لکھ سکتے تھے۔

اور پھر کہا ہے۔

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ۔ (الجمعہ ع ۱)

وہ اللہ وہی ہے جس نے امیوں کے درمیان انہیں سے ایک پیغمبر بنا کر بھیجا۔

اور پھر سورۂ الاعراف میں قریب ہی قریب دو دو جگہ آپ کے نبی امی ہونے کا اعلان اسی طرح ہے کہ گویا النبی الامی آپ کا علم ہے۔

رکوع ۱۸ میں ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِىَّ الْاُمِّىَّ۔

جو لوگ پیروی کرتے ہیں رسول نبی امی کی۔

Marfat.com

اور ساتھ ہی ساتھ جابجا تنبیہیں بھی ہیں جیسی کہ خالق اپنی محبوب ترین و مکرم ترین مخلوق سے ہی کر سکتا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ موقع جہاد پر بعض صحابیوں کے پیچھے رہ جانے کے سیاق میں ہے۔

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا۔ (التوبہ ع ۷)	اللہ آپ کو معاف کرے۔ آپ نے انہیں کیوں اجازت دیدی؟ آپ کو رکنا تھا جب تک ان لوگوں کا سچا ہونا آپ کو معلوم ہو جاتا۔

اسی طرح ایک واقعہ خیانت کے سلسلہ میں۔

وَلَا تَكُنْ لِّلْخَائِنِيْنَ خَصِيْمًا وَّ اسْتَغْفِرِ اللّٰهَ۔ (النساء ع ۱۶)	اور آپ خیانت کرنے والوں کی طرف سے جھگڑا نہ کریں اور اللہ سے استغفار کریں۔

اور اسی کے بعد۔

وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ۔	آپ ان لوگوں کی طرف سے جھگڑا نہ کیجیے جو اپنی ذات میں خیانت کرتے ہیں۔

یا ایک مرتبہ جنگ کے قیدیوں کے باب میں۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ۔ (الانفال ع ۱۹)	نبی کی شان کے لائق نہ تھا کہ ان کے پاس قیدی تبھی رہتے جب تک کہ وہ نبی زمین پر اچھی خونریزی نہ کر لیتے۔

یا بعض مشرکوں کے لیے استغفار کے سلسلہ میں۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا اُولِىْ قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ۔ (التوبہ ع ۱۴)	نبی اور مومنین کے لیے مناسب نہ تھا کہ وہ مشرکوں کی مغفرت کی دعا کرتے خواہ وہ ان کے قرابت دار ہی کیوں نہ رہے ہوں۔ جبکہ ان پر ظاہر ہو چکا تھا کہ وہ لوگ دوزخی ہیں۔

یا پھر اسی طرح ایک محبوب و مقبول صحابی حضرت زید کی مطلقہ بیوی کے بیان میں۔

وَتُخْفِىْ فِىْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ	اور آپ اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے۔

Marfat.com

مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَاهُ ۔

جس کو اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور آپ لوگوں کی طرف سے اندیشہ کر رہے تھے درآنحالیکہ اللہ ہی اس کا زیادہ سزاوار ہے کہ آپ اس سے ڈریں۔

(الاحزاب ع ۵)

یا ایک اور سلسلہ میں جبکہ آپ نے ایک نابینا صحابی پر توجہ کرنے کے بجائے فوری توجہ اشراف قریش کی طرف کر دی تھی جن پر آپ تبلیغ دین کر رہے تھے۔

عَبَسَ وَتَوَلّٰی اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰی۔

پیمبر چیں بہ جبیں ہوئے اور منہ پھیر لیا اس بات پر کہ ان کے پاس ایک نابینا آیا اور آپ کو کیا خبر شاید وہ سنور ہی جاتا۔

(عبس)

تو یہ چند مقامات تھے۔ جہاں کہا جا سکتا ہے کہ آپ کو ۲۳ سال کی نہایت درجہ مصروف و مشغول پیمبرانہ زندگی میں تنبیہات بھی ملی ہیں۔ لیکن دوسری طرف فضائل اسی کثرت سے وارد ہوئے ہیں اور آپ کے پیمبرانہ خصائص و فرائض کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ ان پر حیرت ہی ہو کر رہتی ہے اور قرآن کا ہر بے تعصب اور انصاف پسند طالب علم یہ کہنے پر اپنے کو مجبور پاتا ہے کہ ایسی پاکیزہ، بے نفس اور جامع اخلاق زندگی بیشک اس قابل تھی کہ اسے ساری نوع انسانی کے سامنے بہ طور نمونہ و نظیر کے پیش کیا جائے۔

اس سلسلہ بیان کو شروع اس جامع آیت سے کیجیے جس میں خطاب یا تو عام نوع بشر سے اور یا قوم عرب سے۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۔

بیشک آ گئے ہیں تمہارے پاس ایک پیمبر تمہیں میں سے گراں گزرتی ان پر ہر چیز جس سے تم تکلیف پاؤ وہ حریص ہیں تمہارے اوپر اور ایمان والوں پر تو بڑے ہی شفیق و مہربان ہیں۔

(التوبہ ع ۱۶)

آیت میں اگر جمہور کی قرأت کے ساتھ اَنْفُسِكُمْ پڑھئے تو مفہوم یہ پیدا ہو گا کہ وہ کوئی اجنبی نہیں کسی غیر جنس کی مخلوق نہیں تمہارے آپس کے ہیں اور تم ہی جیسے

Marfat.com

ہیں۔ ان سے مغایرت اور نامانوسیت کا کوئی محل نہیں۔
اور اگر اَنفَسِکُم (بہ فتحہ فا) پڑھا جائے کہ وہ بھی ایک قرآت متواترہ ہے تو معنی یہ نکلیں گے کہ وہ تمہارے بہترین اور نفیس ترین میں سے ہیں ان کی خصوصیت یہ ہے کہ ہر انسانی تکلیف ان پر گراں گزرتی ہے وہ اس سے انسان کو رہائی دلانے کی فکر میں رہتے ہیں۔ انسانوں کے حق میں اپنی فرط شفقت سے حریص ہیں اپنی امت کے حق میں وہ تو ان دو صفات کے مالک ہیں جو اللہ اپنے بندوں سے متعلق رکھتا ہے یعنی رافت و رحمت اور امت کے حق میں ان کی شفقت و دلسوزی بے پایاں ہے۔
آپؐ کی بعثت اللہ تعالیٰ کا ایک احسان عظیم ہے اور آپ کے فرائض و مشاغل خود اس پر دلیل کا کام دیتے ہیں۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ	اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا ہے جو ان کے
اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ	درمیان ایک رسول بھیجا انہیں میں سے، جو،
يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ	نہیں اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ	تعلیم دیتا ہے کتاب اور حکمت کی اور گو وہ
وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ	اس سے قبل د یح ۔ راہی میں پڑے ہوئے
مُّبِيْنٍ۔ (آل عمران ع ۱۷)	تھے۔

آیت سے جہاں ایک طرف رسولؐ کا درجہ و مرتبہ عند اللہ معلوم ہوا کہ اللہ نے آپ کی بعثت کو اپنے احسان سے تعبیر کیا ہے وہیں آپ کے روزانہ مشاغل پر بھی اس سے روشنی پڑ گئی اور یہ معلوم ہو گیا کہ آپ امت تک قرآن مجید نہ صرف پہنچاتے تھے بلکہ اس کی تعلیم دیتے اور شرح کرتے رہتے اور تزکیہ نفس کے کام میں لگے رہتے یعنی اصلاح ظاہری و اصلاح باطنی دونوں میں۔
اس سے ملتا ہوا مضمون ایک دوسری آیت کا بھی ہے۔

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيِّيْنَ	وہ اللہ وہی ہے جس نے اُمیوں کے درمیان
رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِهٖ	ایک رسول بھیجا انہیں میں سے جو ان پر اللہ

Marfat.com

وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ۔
(الجمعہ ع ۱)

کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں سنوارتا ہے اور انہیں تعلیم دیتا ہے کتاب اور حکمت کی۔ اگرچہ وہ (لوگ) اس سے قبل صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

مشاغل روزانہ اور فرائض نبوی کا عکس اس آیت میں بھی نظر آجاتا ہے۔

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ۔
(البقرہ، ع ۱۵)

جیساکہ ہم نے بھیجا تمہارے درمیان ایک رسول تمہیں میں سے جو تمہیں پڑھ کر سناتا ہے۔ ہماری آیتیں اور تمہیں سنوارتا ہے اور تمہیں تعلیم دیتا ہے کتاب اور حکمت کی۔ اور وہ سکھاتا ہے وہ جو تم نہیں جانتے تھے۔

قرآن مجید کی تبلیغ و تعلیم کا تو ذکر مستقلاً آہی چکا۔ آیات قرآنی نے تصریح کر دی کہ اس کے اور تزکیہ نفوس کے علاوہ آپ حکمت اور ایسی باتوں کی بھی تعلیم دیتے تھے جو اس وقت تک امت کے دائرہ علم میں نہ تھیں اور اس سے یہ صاف معلوم ہو گیا کہ آپ الفاظ قرآنی سے قطع نظر خود بھی تعلیم و تربیت فرمایا کرتے تھے اور نظری و عملی حیثیت سے وہ رہنمائی اپنی قوم کی کرتے جو اب تک اس کے دماغ کی رسائی کے باہر تھی،

اور آپ کی بعثت کی غرض و غایت تو بہت صاف ارشاد ہو گئی ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ۔ (الانبیاء ع ۷)

ہم نے آپ کو بھیجا ہی ہے رحمت بنا کر جہانوں کے لیے۔

یعنی آپ تو سب رحمت ہی ہیں۔ کل جہان والوں کے لیے۔

آپ کی اطاعت مخلوق پر واجب ہی نہیں بلکہ مرادف ہے اطاعت الٰہی کے۔

وَمَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (النساء ع ۱۱)

جس نے اطاعت کی رسول کی اس نے عین اطاعت کی اللہ کی۔

Marfat.com

اور یہ جب ہی ممکن ہے جب آپ کا ہر خطا و لغزش سے معصوم و مادر اہونا پہلے تسلیم کرلیا جائے۔ ورنہ غیر معصوم سے تو ہمیشہ احتمال رہے گا کہ فلاں معاملہ میں اس سے لغزش مرضیات حق کی ترجمانی میں ہو گئی ہو اور اطاعت رسول کی تاکید کرنے والی آیتیں ایک نہیں متعدد ہیں۔ بعض بالواسطہ اور اکثر براہِ راست۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ (الحشر ع ۱)
اور رسول جو کچھ تمہیں دیں وہ لے لو اور جس چیز سے وہ تمہیں روک دیں اس سے رک جاؤ۔

اور اس اخذ و منع میں رسولؐ کے سارے احکام مثبت و منفی آ گئے ساتھ ہی کلی اور مجموعی طور پر یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ (الاحزاب ع ۳)
بیشک تمہارے لیے رسول اللہؐ کی ذات میں ایک اچھا نمونہ موجود ہے۔

اسلیے قدرۃً آپ کا ہر قول و عمل امت کیلیے واجب التقلید ہے تا وقتیکہ اسکے خلاف کوئی تصریح نہ ہو۔
اب وہ آیتیں بھی ملاحظہ ہوں جن میں اطاعت رسولؐ کا حکم براہ راست موجود ہے۔
اطاعت الٰہی پر عطف ہو کر سورہ آل عمران ع ۴ میں ہے۔

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ
آپ کہہ دیجیے کہ اطاعت کرو اللہ اور رسول کی۔

اور اسی سورت کے رکوع ۱۴ میں لفظ قُلْ حذف کر کے ہے۔

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ۔
اور اطاعت کرو اللہ اور رسولؐ کی۔

سورۃ النساء رکوع ۸ میں ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ۔
اے ایمان والو۔ اطاعت کرو اللہ کی۔ اور اطاعت کرو رسول کی۔

اسی کے متصل اطاعت اولوالامر کا بھی حکم ہے لیکن معاً بعد یہ بھی ارشاد ہو گیا ہے کہ

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ۔
اگر تمہارے آپس میں کسی معاملہ میں اختلاف ہو جائے تو حوالہ کر دیا اس امر کو اللہ اور اسکے رسولؐ کی طرف۔

خوب خیال کر لیا جائے۔ اپیل کی عدالت صرف بارگاہ خداوندی نہیں دربار رسولؐ

Marfat.com

بھی ہے اور اس سے بڑھ کر کسی مخلوق کا اعزاز خالق کے یہاں کس طریقہ پر ظاہر کیا جاسکتا ہے

اور اطاعت رسول والے وہی الفاظ جو ایک منٹ قبل سورۃ النساء سے نقل کئے جاچکے ہیں ایک بار پھر سورہ محمد رکوع ۴ میں دہرائے ہوئے ملتے ہیں۔

سورہ المائدہ کے رکوع ۱۲ میں پہنچئے تو پھر یہی تاکید ملتی ہے۔

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ — اطاعت کرتے رہو اللہ کی اور اطاعت کرتے رہو رسول کی

اور انہیں الفاظ کی تکرار سورۃ التغابن کے رکوع ۲ میں واقع ہوئی ہے۔

سورۃ الانفال کھولئے تو اس کے شروع یعنی پہلے ہی رکوع میں یہ الفاظ نظر آتے ہیں۔

وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ — اطاعت کرتے رہو اللہ اور اس کے رسول کی اگر تم ایمان والے ہو۔

اور سورۃ کے تیسرے رکوع کا آغاز ہی اس آیت سے ہوتا ہے۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔ — اے ایمان والو۔ اطاعت کرتے رہو اللہ اور اس کے رسول کی۔

سورۃ میں تیسری بار پھر یہی حکم ملتا ہے اور رکوع ۶ میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں۔

وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔ — اطاعت کرتے رہو اللہ اور اس کے رسول کی۔

اور انہیں الفاظ کا اعادہ سورۃ المجادلہ، رکوع ۲ میں ہوا ہے۔ پھر سورۃ النور کے رکوع ۷ میں پہلے تو یہ ہے کہ:

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ۔ — آپ کہہ دیجیے کہ اطاعت کرو اللہ اور اطاعت کرو رسول کی۔

اور پھر اسی رکوع میں اور آگے بڑھ کر ہے کہ:

وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ — اور رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر مہربانی کی جائے۔

اتنی جگہ صریح حکم اطاعت رسول کا، صیغہ امر میں اور وہ بھی اکثر اطاعت الٰہی پر عطف کر کے قطعاً کسی اور مخلوق کے حق میں وارد نہیں ہوا ہے اور یہ نظائر تو حکم اطاعت

Marfat.com

بہ صیغہ امر کے ہوئے باقی دوسرے طریقوں سے اسی مفہوم کی جو تبلیغ وتلقین اور تاکید ہوئی ہے وہ بھی کچھ کم موثر اور پرزور نہیں۔

سورۃ النساء رکوع ۱۱ کی ایک آیت وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ کچھ دیر قبل نقل ہو چکی ہے اسی سورۃ کے رکوع ۹ میں انعام یافتہ بندوں کی معیت کے سلسلہ میں یہ آچکا ہے کہ

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔ — (یہ وہ ہیں) جو اطاعت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی

اور اس سے بھی قبل اسی سورۃ کے رکوع ۲ میں جہاں اہل جنت کا ذکر ہے وہاں بھی ٹھیک یہی الفاظ موجود ہیں —— اور آیت کا یہی ٹکڑا لوٹ لوٹ کر سورۃ النور رکوع ۷، اور سورۃ الاعراف رکوع ۱۹ اور سورۃ الفتح رکوع ۲ میں بھی آیا ہے۔

حکم کی یہ سب تاکیدیں لفظ اطاعت کی صراحت کے ساتھ تھیں ایک جگہ مصدر اتباع آیا ہے وہ بھی اس شان کے ساتھ اتباع رسولؐ کو عین زینۂ اللہ کے ہاں محبوبیت کا قرار دے دیا ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ (آل عمران ع ۴) — آپ کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو۔ اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا۔

اور اس مثبت وایجابی پہلو کے علاوہ یہی مضمون متعدد منفی اور سلبی پہلوؤں سے بھی قرآن مجید میں آیا ہے۔ مثلاً۔

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ — اور جو نافرمانی کرے گا اللہ اور اس کے رسول کی،

اور مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ — اور جو کوئی عداوت رکھے گا اللہ اور اس کے رسول سے

اور مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ۔ — اور جو کوئی دکھ پہنچائے گا رسول کو

اور اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔ — اور جو لوگ دشمنی رکھتے ہیں اللہ اور اس کے رسول سے۔

اور اسی قبیل کی دوسری آیتیں اور وہ آیتیں جن میں ذکر رسول سے نافرمانی کرنے یا معصیت الرسول کا آیا ہے اگر یہ سب استدلال و استشہاد کی غرض سے نقل ہونے لگیں تو یہ محدود وقت گنجائش رکھنے والے لکچر اپنے حدود سے بڑھ اور بہت بڑھ جائیں اس لیے سامعین کو اس خاص سلسلہ میں قناعت اتنے ہی پر کرنا ہو گی۔

لیکن ابھی دو چار نہیں بیسیوں آیتیں اور ہیں جن میں رسولؐ کے فرائض اور فضائل اور خصائص تینوں کا بیان موجود ہے ان سب سے قطع نظر کیونکر ممکن ہے؟ اور اگر نہیں چھوڑ دیا جائے تو سیرۃ نبوی کا قرآنی خاکہ بالکل ہی ناتمام رہ جائے گا اور اتنی اختصار پسندی اصل موضوع کے ساتھ ایک طرح کی خیانت ہی ہو گی۔

رسولؐ کے فرائض کا جہاں تک تعلق ہے (اور ضمناً فضائل بھی اس میں آ گئے) یہ آیت اس باب میں بہت صاف واضح ہے۔

اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِيۡرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذۡنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيۡرًا۔ (الاحزاب ع ۶)

اے پیمبر، ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانیوالا اور خبردار کرنیوالا اور اللہ کیطرف اسی کے حکم سے بلانیوالا اور ایک روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔

شاھد، کی تفسیر یہ ہے کہ آپؐ سب پر گواہی دیں گے اور اس صفت کا ظہور حشر ہی میں ہو گا۔ مبشر و نذیر کے معنی صاف ہیں اچھوں کو صلہ نیک کی خوشخبری سنانے والے اور بدوں کو ان کے انجام سے ڈرانے والے اور اللہ کی طرف اسی کے حکم و رضا سے دعوت دینے والے اور ایک روشن چراغ یعنی نمونہ ہدایت، کہ آپ ہی کے چراغ سے خدا معلوم کتنے اولیاء صادقین کے چراغ آج تک روشن ہو چکے ہیں اور آیندہ بھی روشن ہوتے رہیں گے اور یہ مضمون قرآن میں جابجا آیا ہے اور اسی سراجاً منیراً کی آیت سے استنباط کر کے جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ قرآن میں جہاں یہ کہا گیا ہے کہ:-

قَدۡ جَآءَكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ نُوۡرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيۡنٌ۔

لوگو تمہارے پاس آ گیا ہے اللہ کے یہاں سے ایک نور (اور) ایک کتاب واضح بھی۔

Marfat.com

وہاں نور سے اشارہ ذات رسالت کی جانب ہے تو انہوں نے کچھ بے جا تفسیر و تاویل نہیں کی ہے۔

آپؐ کے فضائل کی ایک جامع سورت سورۃ الانشراح ہے جہاں یہ ارشاد ہو گیا ہے کہ:۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِیْ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ۔ — کیا ہم نے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا ہے اور آپ سے آپ کا وہ بار اتار دیا جو آپ کی پشت توڑے دیتا تھا۔

یعنی آپ کا شرح صدر کر کے آپ کے قلب و روح کو علوم و معارف ربانی سے بھر دیا اور ہدایت خلق کی فکر میں جو آپ گھلے جا رہے تھے اس بار کو آپ کے لیے ہلکا کر دیا۔

اس سے آپ کی اس عادت مبارک پر بھی روشنی خود بخود پڑ گئی کہ ہدایت خلق کی فکر آپ کو کتنی مشقت و تعب میں ڈالے ہوئے تھی اور اس کے معًا بعد یہ مژدہ بھی ہے کہ:۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ — ہم نے آپ کیلیے آپ کا آوازہ بلند کر دیا۔

آج دنیا میں کون بشر ہے جو پیمبرؐ اسلام کے آوازہ کی بلندی میں کلام کر سکتا ہے؟۔ کوئی شخص کسی بھی عقیدہ اور مذہب کا ہو آخر آج اس سے کیسے انکار کر سکتا ہے کہ دنیا کی بشری آبادی میں صرف ایک ہی ذات ایسی ہے جس کا نام خدائے واحد کے نام کے ساتھ ساتھ۔ دنیا کے ایک ایک گوشہ سے ہر روز پانچ پانچ مرتبہ پکارا جاتا ہے۔

اور اس دلسوزی اور پشت توڑ دینے والی ہمدردی نوع انسانی کا بیان اسی آیت تک محدود نہیں۔ دوسری آیتوں میں اس جذبہ رفاہ خلق کی تصریح در تصریح موجود ہے۔ چنانچہ ایک جگہ ہے کہ منکروں کے فلاں فلاں قول سے۔

وَضَآئِقٌ بِهٖ صَدْرُكَ۔ (ہود ع ۲) — آپ کا سینہ تنگ ہوا جاتا ہے۔

ایک جگہ اس سے بھی زیادہ فاش و برملا ہے۔ مسیحیوں کی شدید گمراہی اور مسیح پرستی

Marfat.com

کے شرک کے سیاق میں۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا۔ (الکہف ع ۱)

تو شاید آپ ان کے پیچھے اگر یہ لوگ اس مضمون پر ایمان نہ لائے تو اپنی جان دے دیں گے۔

یہ غمگینی اور دلسوزی جب غیروں کے واسطے تھی تو اپنی امت کے حق میں اس کا جو درجہ ہوگا، ظاہر ہی ہے۔ دوسری جگہ بھی منکروں ہی کے سلسلہ بیان میں ہے۔

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ۔ (الشعراء ع ۱)

شاید ان کے ایمان نہ لانے پر آپ اپنی جان ہی دے دیں گے۔

جو عالم انسانی کے لیے ایسے ہی غم جانگداز میں پگھلتا رہتا ہو۔ حقیقتہً اسی کو حق بھی سارے عالم کی رہبری اور انبیاء و مرسلین کی سروری کا ہے۔

اور جب مقتدائی میں آپ کا یہ مرتبہ تھا۔ جبھی تو یہ قرار پایا کہ اللہ کے یہاں مقبول محمود محبوب ہونے کا نسخہ یہ ہے کہ اس کامل ہستی کے نقش قدم پر چلا جائے۔

خود آپ کی زبان سے اعلان کرایا گیا۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ (آل عمران ع ۴)

آپ کہہ دیجیے، کہ اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو بس میری راہ پر چلو اللہ تم سے محبت رکھنے لگے گا۔

رسولؐ کے فرائض میں نمایاں طور پر یہ بات داخل تھی کہ آسمانی کتابوں کو ماننے والی پرانی قومیں اپنے ہاتھوں تقلید انسانی اور اوہام پرستی کے جن عذابوں میں مبتلا تھیں انہیں ان قیدوں اور سختیوں سے نجات دلائیں اور انہیں دین کا سیدھا۔ ہموار، راستہ دکھائیں چنانچہ ارشاد ہوا ہے کہ یہ پیمبر جن کا مذکور توریت و انجیل میں آچکا ہے۔

يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ

انہیں نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع فرماتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو ان کے لیے حلال بتاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق

Marfat.com

(الاعراف ع ۱۹) تھے ان کو ان سے دور کرتے ہیں۔

اور اتنا ہی نہیں۔ بلکہ اہل کتاب کے مقتداؤں نے تحریفات وتلبیسات وتصرفات کا انبار جو اپنی آسمانی کتابوں میں لگا دیا تھا اسے بھی یہ صاف کرتے ہیں اور ان مجرموں کی بہت سی باتوں سے درگزر بھی کر جاتے ہیں۔ ارشاد اہل کتاب کو مخاطب کر کے ہوتا ہے۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ ۝

اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارے یہ رسول آئے ہیں کتاب میں سے جن امور کو تم چھپاتے رہتے ہو ان میں سے بہت سی باتوں کو تمہارے سامنے کھول دیتے ہیں اور (تمہاری) بہت سی باتوں سے چشم پوشی بھی کر جاتے ہیں۔ (المائدہ ع ۳)

آپ کی راہ میں مشکلات اتنی حائل ہوگئی تھیں اور تبلیغ رسالت کے لیے مواقع اتنے سخت پیش آگئے تھے کہ ان حالات میں ثابت قدم رہ جانا معمولی ہمت والے انسان کا کام نہ تھا آپؐ کو استقامت اور ثبات قلب وثبات قدم کی طاقت بھی اسی لیے غیر معمولی عنایت کی گئی۔

وَلَوْلَا أَنْ ثَبَّتْنَاكَ لَقَدْ كِدْتَ تَرْكَنُ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا ۔

اور اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ آپ کچھ تو ان لوگوں کی طرف جھک جاتے۔ (بنی اسرائیل ع ۸)

یہ بیان فطرت بشری کا ہوا۔ بشریت کا عین مقتضا یہ تھا کہ آپ ان منکرین سے کسی قدر کوئی صورت مصالحت ومفاہمت کی نکالتے۔ لیکن امداد غیبی آڑے آئی اور اس نے درجہ ادنیٰ میں آپؐ کو اپنی جگہ سے جنبش نہ ہونے دی۔

منکرین معاندین کے شدید مخالفانہ رویہ سے آپ کو اذیت قلب محسوس ہونا ایک قدرتی بات تھی۔ اس پر آپ کو علانیہ تسکین دی گئی کہ یہ کوئی آپ کی ذاتی حیثیت سے تکذیب تھوڑی ہی ہوئی یہ تکذیب تو عین آیات ودلائل الٰہی اور آپ کے پیام کی

Marfat.com

ہے تو آپ اس سے اپنی ذات پر اتنا اثر کیوں لیں۔

قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ۔ (الانعام ع ۴)

ہم خوب جانتے ہیں کہ ان کی یہ باتیں آپ کو رنج دلاتی ہیں۔ لیکن یہ لوگ تکذیب آپ کی نہیں کرتے۔ بلکہ آیات الٰہی کے منکر ہٹ دھرمی سے ہو رہے ہیں۔

ورنہ ذاتی حیثیت سے تو آپ کی سیرت اتنی ممتاز اور آپ کا پایۂ اخلاق اتنا بلند تھا کہ بڑے بڑے منکروں معاندوں کو بھی گرفت کی گنجائش نہ تھی آپ کی زندگی اتنی بے لوث بے داغ رہی تھی کہ خود اسی کو حجت بنا کر منکروں کے سامنے پیش کیا گیا اور ان سے سوال کرایا گیا کہ میں تو تمہارے ہی اندر رہا سہا ہوں تمہارے ہی اندر اتنی عمر گذاری ہے تمہیں بتاؤ کہ اس سے قبل تمہیں کوئی بدگمانی کا موقع ملا ہے؟

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ۔ (یونس ع ۲)

میں تمہارے ہی درمیان اس (دعویٰ نبوت) سے قبل ایک عمر گزار چکا ہوں سو تم لوگ کیوں عقل سے کام نہیں لیتے؟

اور یہ بھی کہلایا گیا ہے کہ اگر میں ارادۃً غلط بیانی سے کام نہیں لے رہا ہوں تو تمہاری تشخیص کے مطابق لازمی ہے کہ مجھے کوئی دماغی بیماری ہو، کہ اس میں پڑ کر میں اس وہم میں مبتلا ہو گیا ہوں تو اس مفروضہ کو بھی تم اپنی علم و واقفیت کی کسوٹی پر کس کے دیکھ لو۔

قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ أَنْ تَقُومُوا لِلَّهِ مَثْنَىٰ وَفُرَادَىٰ ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا مَا بِصَاحِبِكُمْ مِنْ جِنَّةٍ۔ (السباء ع ۶)

آپ کہہ دیجیے کہ تم اللہ کے واسطے کھڑے ہو جاؤ دو دو ایک ایک، پھر سوچو کہ تمہارے (ان) ساتھی کو کہیں جنون تو نہیں ہے۔

اور پھر اسی کو مختصراً دہرایا گیا ہے۔

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا مَا بِصَاحِبِهِمْ مِنْ جِنَّةٍ۔

یہ لوگ کیوں نہیں سوچتے ان کے ساتھی کو کوئی شائبہ جنون کا ہے نہیں۔

پھر لے دے کے ایک احتمال یہ ہو سکتا تھا، کہ شاید کوئی طمع دنیوی آپ کو اس

Marfat.com

منزل پر لائی ہو۔ قرآن مجید نے اس احتمال کی بھی جڑ کاٹ دی۔

قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللهِ۔ (السباء، ع ۶)

آپ کہہ دیجیے کہ اگر میں نے (اس تبلیغ رسالت) کا کوئی معاوضہ مانگا ہو تو بس وہ تمہارا ہی رہا میرا معاوضہ تو بس اللہ ہی کے ذمہ ہے۔

اور اسی کے ہم مضمون فقرے حضرت نوحؑ۔ حضرت شعیبؑ۔ حضرت لوطؑ وغیرہم کی زبان سے ادا کرکے رسول اللہ صلعم کے اس جواب کو اور زیادہ قوی و موکد کر دیا ہے۔

قرآن مجید آپ کو اعزاز و احترام کے جس مرتبہ پر رکھنا چاہتا ہے وہ اس سے ظاہر ہے کہ اس کلام مبین میں قسم آپ کی عمر کی ولائی گئی ہے قوم لوط کی بدکرداریوں اور بدمستیوں کے سلسلہ میں ہے کہ:۔

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ۔ (الحجر، ع ۵)

قسم ہے آپ کی جان کی وہ لوگ اپنی مستی میں مدہوش تھے۔

اور قسم کا استعمال اگر عربی میں شہادت کے مفہوم میں ہوتا ہے تو ظاہر ہے کہ حضور کی ساری زندگی کو صداقت کی نظیر کے طور پر پیش کیا گیا ہے اور آپ کی مرتبت عالی پر روشنی اس حقیقت سے بھی کچھ نہ کچھ پڑ جاتی ہے کہ جہاں اور ہم منصب حضرات کا ذکر صیغہ ندا میں نام کے ساتھ آیا ہے یا آدم، یا ابراہیم یا موسیٰ یا داؤد وغیرہم۔ وہاں آپ کا ذکر قرآن مجید بھر میں مخاطبت کے وقت نام کے ساتھ نہیں، بلکہ صفات کمال جمال میں سے کسی نہ کسی صفت ہی کے ساتھ آیا ہے۔ مثلاً یا ایھا النبی یا ایھا الرسول یا ایھا المزمل یا ایھا المدثر وغیرہ اور صیغہ غائب میں مطلق لفظ عبد سے اشارہ آپ ہی کی طرف کیا گیا ہے جس کے کھلے ہوئے معنی یہ ہوئے کہ عبدیت اپنی کامل ترین یا اکمل صورت میں جلوہ گر آپ ہی کی ذات میں ہوتی ہے۔

اسی قسم ہی کے سلسلہ میں یہ بات بھی سن رکھنے کی ہے کہ قرآن مجید میں قسم ایک شہر کی بھی مذکور ہے۔

لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ۔ (البلد)

میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی۔

Marfat.com

لیکن معاً بعد تو رسولؐ کو مخاطب کر کے ہے۔

وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ۔ (البلد)
اور آپ اس شہر میں اترے ہوئے ہیں۔
یا کہ آپ کے لیے اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے۔

ان دونوں تفسیروں میں سے جو بھی اختیار کی جائے۔ بہر حال اتنا جزو صاف ہے کہ اس مکان کو جو شرف و عظمت حاصل ہے وہ اس مکین کی نسبت سے ہے آپ اس شہر میں مقیم فرض کئے جائیں یا آپ کے لیے اس حرم محترم میں جنگ جائز ہو رہی ہو۔ ہر صورت میں آپ کی نسبت ہی باعث احترام ہوئی۔

مشہور واقعہ معراج کی تفصیلی کیفیات جو کچھ بھی ہوں بہر حال قرآن مجید اس کی گواہی تو دے ہی رہا ہے کہ وہ ایک واقعہ عظیم و نادر تھا۔ جس سے آپؐ کی یکتائی ظاہر ہو رہی ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا۔ (بنی اسرائیل ع۱)

وہ پاک ذات ہے جو اپنے بندہ کو لے گیا۔ راتی رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرد اگرد ہم نے برکتیں رکھ دی ہیں تاکہ ہم انہیں اپنے کچھ نشانات دکھاویں۔

اور اسی طرح دوسری جگہ رسولؐ کی جس سیر آسمانی کا ذکر کیا گیا ہے اور جس طرح آپ کی روحانیت کے مرتبے دکھائے گئے ہیں وہ آپ کو نہ صرف عام نوع بشری میں بلکہ صف انبیاء و مرسلین میں بھی کتنا ممتاز کرنے والا ہے۔

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰی۔ (النجم ع۱)

یہ تمہارے ساتھی (اس عالم میں بھی) نہ راہ سے بھٹکے نہ غلط راستہ پر پڑ لیے۔

بلکہ آپؐ کا مرتبہ تو یہ ہے کہ آپؐ جو چیزیں پیش کر رہے ہیں وہ کوئی بھی اپنی خواہش نفس سے نہیں بلکہ وحی الٰہی ہی کے ماتحت ہیں۔

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔

اور آپ اپنی خواہش نفس سے باتیں نہیں بناتے بلکہ ان کا ارشاد وحی ہی ہوتا ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔

Marfat.com

اور اس خاص موقع پر۔

فَاَوْحٰیٓ اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی۔

اللہ نے اپنے بندہ پر وحی نازل فرمائی جو کچھ نازل فرمانا تھی اور (آپ کے) قلب نے کوئی غلطی دیکھی ہوئی چیز میں نہیں کی۔

اور ملائکہ نورانی کی دید اور دوسرے تجلیات ربانی کے مشاہدہ کی جن منزلوں سے اور جس طرح گزرے اس کی روداد بھی اجمالی سہی لیکن بڑی پختگی کے ساتھ قرآن کے صفحات میں محفوظ ہے۔

وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَةً اُخْرٰی عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی اِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰی مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی۔

(النجم ع ۱)

اور ان پیمبر نے اس فرشتہ کو ایک بار اور بھی دیکھا (سدرۃ المنتہی) کے قریب... جبکہ (سدرۃ المنتہی) کو لپٹ رہی تھیں جو چیزیں کہ لپیٹ رہی تھیں۔ (ان پیمبر کی) نگاہ نہ ہٹی نہ بڑھی۔ انھوں نے اپنے پروردگار کے بڑے بڑے عجائبات دیکھ لئے۔

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وحی کا آنا کسی حکمت و مصلحت سے کچھ روز کے لیے بند ہو گیا اور اس پر معاندین کو خوب شادیانے بجانے کا موقع مل گیا ان کے خیالات خام کے رد و ابطال میں رسول ہی کو مخاطب کر کے ارشاد ہوا ہے۔

مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی۔

(الضحیٰ)

آپ کو آپ کے پروردگار نے نہ چھوڑا، نہ وہ بیزار ہوا۔

اور دست برداری و بیزاری کا کیا ذکر ہے آپ کا مستقبل آپ کے ماضی سے آپ کا انجام آپ کے آغاز سے بھی کہیں زیادہ عالی شان و تابدار رکھ دیا گیا ہے۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی۔ آخرت آپ کے لیے دنیا سے کہیں بہتر ہے۔

(الضحیٰ)

اتنا ہی نہیں آپ کی رضا خود آپ کے خالق کو کس درجہ مدنظر ہے۔

وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی۔ عنقریب اللہ آپ کو اتنا کچھ دے گا کہ آپ اس

Marfat.com

(الضحیٰ)

سے خوش ہو جائیں گے۔

اور اس عطا اور بخشش ہی کے سلسلہ میں وہ لفظاً چھوٹی اور معناً بڑی آیت بھی پڑھ لینے کے قابل ہے۔

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ۔ (الکوثر) بے شک ہم نے آپ کو عطا کر دی کوثر۔

اور اب کوثر کو خواہ جنّت کی حوض و نہر کے معنی میں لیا جائے خواہ خیر کثیر کا مرادف سمجھا جائے یہ ہے وہ بشارت عظیم۔ جو آپؐ کے سوا مخلوق میں اور کسی کو بھی نہیں ملی۔

اور اسی معنی کی تائید، تاکید و تقویت میں یہ آیت بھی ہے۔

وَاِنَّ لَکَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ۔ اور آپ کے لیے بلاشبہ ہے اجر غیر منقطع

(القلم ع۱)

قرآن کی زبان جس اجر کو غیر منقطع بتائے اس کی حد و نہایت کا کون حساب لگا سکتا ہے ایک جگہ قرآن نے آپ کے ایک ایسے وصف جامع کا ذکر کر دیا ہے جس کے اندر سارے ہی اوصاف آسکتے اور آجاتے ہیں۔۔۔ اور اس کی شرح و تفصیل جتنی بھی کی جاسکے۔ وہ وصف اتنا جامع ہے کہ اس پر کسی اضافہ کا امکان نہیں ارشاد ہوا ہے کہ:

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ۔ اے پیغمبر آپ اخلاق کے عظیم پیمانہ پر ہیں۔

(القلم ع۱)

خلق صیغہ جمع میں ہے اور اس کے اندر اخلاق حسنہ کے سارے ہی اصناف و افراد آگئے پھر جب قرآن نے جو مبالغہ کی زبان سے ناآشنائے محض ہے اس کے ساتھ صفت عظیم کی لگا دی تو اب یہ صفت اس وسعت و بلندی کو پہنچ گئی جو بندوں کے ادراک کی رسائی کی منتہا ہے۔

کہیں کہیں قرآن اخلاق حسنہ کی اس جامعیت کی کچھ تفصیل و تصریح کرتا گیا ہے مثلاً۔ ایک جگہ ناموافق ماحول کے سیاق میں ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا

اللہ کی رحمت ہی ہے کہ آپ ان لوگوں کے حق میں نرم رہے اور اگر آپ کہیں تند خو سخت

Marfat.com

مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ۔ (آل عمران ع ۱۷)

طبیعت والے ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے سب منتشر ہو جاتے سو آپ انکو معاف کر دیجیے اور ان کے لیے استغفار کر دیجیے۔

اس سے ہر قسم کی سخت مزاجی کی نفی اور نرم خوئی کا اثبات پوری طرح ہو گیا اور کہیں یہ ارشاد ہوا ہے کہ اللہ کے ہاں سے جو باتیں آپ کی معلوم ہوتی رہتی ہیں ان کو پھیلانے بتلانے میں آپ ذرا بھی بخل کو کام میں نہیں لاتے۔

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ۔ (التکویر)

اور یہ رسولؐ غیب کے بتانے میں ذرا بھی بخیل نہیں۔

تحریک شفقت کی نہیں۔ افراط شفقت و دلسوزی سے آپ کو منع کرنے کی ضرورت تھی۔

فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ۔ (الفاطر ع ۳)

ان لوگوں کے حال پر غم کر کے کہیں آپ جان نہ دے بیٹھیں۔

عبادات خصوصاً عبادات شبینہ کے آپ بہت عادی تھے۔

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَ نِصْفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ۔ (المزمل ع ۲)

آپ کے پروردگار کو اس کا علم ہے کہ آپ رات کی دو تہائی رات کے قریب اور آدھی آدھی رات اور تہائی رات کھڑے رہتے ہیں۔

ان مجاہدات شاقہ سے قرآن مجید کو آپ کو روکنے کی ضرورت پڑی اور غایت شفقت کرم سے ارشاد ہوا۔

وَمَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰى۔ (طٰہٰ ع ۱)

ہم نے یہ قرآن آپ پر اس لیے نہیں اتارا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں۔

معاندین کی مسلسل شرارتوں پر تسکین آپ کو بار بار دی گئی ہے اور ایک جگہ یہ ارشاد ہوا ہے کہ آپ قابل ملامت قابل الزام کسی طرح بھی نہیں۔

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَا اَنْتَ بِمَلُوْمٍ (الذاریات ع ۳)

آپ لوگوں کی طرف التفات نہ کیجیے اور آپ پر کوئی ملامت نہیں۔

Marfat.com

اور ایک جگہ تسلی کے لیے شفقت خاصہ اور عنایت خصوصی کے الفاظ یوں وارد ہوئے ہیں کہ آپ تو ہماری نظروں کے سامنے ہیں۔

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا۔ (الطور ع ۲)

آپ اپنے پروردگار کی تجویز پر صبر کئے رہیے آپ تو خاص ہماری حفاظت میں ہیں۔

منکرین و معاندین کے پاس بڑا حربہ طنز و استہزاء کا تھا قرآن مجید نے تسکین اس پہلو سے بھی دی۔

إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ (الحجر ع ۶)

(ان) استہزاء کرنے والوں سے ہم آپ کے لئے کافی ہیں۔

اس سے نفس استہزاء کا وجود تو ثابت ہی ہو گیا۔

مخالفین و معاندین کثرت سے تھے۔ جیسا کہ قرآن مجید کے متعدد اشاروں سے معلوم ہوتا ہے تصریح کے ساتھ ذکر ابولہب کا اور اس کی بیوی کا آتا ہے۔ ابولہب کا نام تاریخ میں عبد العزیٰ آیا ہے اور سیرت کی کتابوں میں آیا ہے کہ وہ علاوہ آپ کا عزیز قریب یعنی چچا ہونے کے پڑوسی بھی تھا یہ خود اور اس کی بیوی جو اموی خاندان کی تھی۔ دونوں اذیت رسانی میں بہت بڑھے ہوئے تھے اور پڑوس کی بنا پر انہیں اس کے موقعے بھی زیادہ تھے قرآن مجید نے اس الد الخصام کے تذکرہ میں کہا ہے۔

تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ۔ (لہب)

ٹوٹ گئے دونوں ہاتھ (ابولہب کے (یعنی اس کی ساری کوششیں اور تدبیریں ضائع گئیں) اور وہ ہلاک ہو گیا۔ کچھ کام اس کے نہ آیا نہ اس کا مال اور اس کی کمائی۔

بڑا غرہ معلوم ہوتا ہے اسے اپنے مال و دولت پر تھا۔ اور جو انجام اس کا ہوا ایسا ہی کہنا چاہیے کہ دشمنان رسولؐ کے جتنے سرغبل تھے سب کا ہوا پیش خبری واضح لفظوں میں کر بھی دی گئی تھی۔

إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ۔

جو آپ کا دشمن ہے بیشک وہی بے نام و نشان

Marfat.com

 (رہ جانے والا) ہے۔

اور زیادہ عام اور وسیع الفاظ یہ آئے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ (التوبۃ ع ۸)
جو لوگ رسول اللہ کو اذیت پہنچاتے رہتے ہیں ان کے لیے عذاب دردناک ہے۔

آپ صرف رسول ہی نہ تھے یعنی سلسلہ انبیاء میں سے ایک بلکہ اس سلسلہ کے خاتم اور آخری نبی بھی تھے۔ آپ کے نام کی تصریح کے ساتھ آیا ہے کہ

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔ (الاحزاب ع ۵)
محمد اللہ کے رسول ہیں اور انبیاء کے خاتم (بھی)

آپ کی اگلی اور پچھلی تقصیریں۔ اگر کچھ تھیں سب معاف ہو چکی تھیں۔

لِيَغْفِرَ لَكَ اللهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ (الفتح ع ۱)
تاکہ اللہ آپ کے وہ گناہ جو پہلے ہوئے اور جو پیچھے ہوئے وہ سب بخش دے۔

اور بات اپنی جگہ دلائل سے ثابت ہو چکی ہے کہ پیمبروں کے سلسلہ میں جب ذنب عصیان کا استعمال ہو گا تو وہ انہیں کی شان و مرتبہ کے مطابق ہو گا۔ عام بشری معیار سے الگ۔ آپ کا استغفار، مومنین صادقین تو الگ رہے۔ ظالموں فاسقوں تک کے حق میں مقبول و موثر تھا۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔ (النساء ع ۹)
اور اے پیمبر جب ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اگر آپ کے پاس آجاتے پھر اللہ سے استغفار کرتے اور رسول بھی انکے حق میں استغفار کرتے تو یہ ضرور پاتے اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

دنیا میں رسول کی موجودگی نزول عذاب الٰہی سے روک بنی ہوئی تھی۔ صاف ارشاد ہوا ہے۔

وَمَا كَانَ اللهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ۔ (الانفال ع ۴)
اور اللہ ایسا نہ کرے گا کہ آپ ان کے درمیان موجود ہوں اور وہ (اس حال میں) انہیں عذاب دے۔

رسولؐ سے بیعت اللہ سے بیعت کے مرادف تھی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ۔ (الفتح ع۱)

بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں، وہ (درحقیقت) اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔

ایمان کا معیار ہی یہ رکھ دیا گیا ہے کہ معاملات میں حکم پیمبر کو بنایا جائے اور ان کے ہر فیصلہ کو بلا کراہت قبول کر لیا جائے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْ مَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ (النساء ع۹)

تو قسم ہے آپ کے پروردگار کی کہ انہیں ایمان نصیب نہ ہوگا جب تک یہ نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ فیصلہ آپ سے کرائیں اور آپ کے فیصلہ سے اپنے دلوں میں تنگی (بھی) نہ پائیں اور اسے پوری طرح تسلیم کر لیں

اور اس کی تصریح بار بار آئی ہے کہ آپ خصوصی فضل و رحمت الٰہی کے مورد تھے۔ مثلاً۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔ (النساء ع۱۷)

اللہ نے آپ کو وہ سکھایا جو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بڑا فضل رہا ہے۔

یا اور اسی طرح براہ راست۔

اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا۔ (بنی اسرائیل ع۱۰)

بے شک آپ پر اللہ کا فضل بڑا ہے۔

یا پھر اسی طرح بالواسطہ

وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْا اَنْ يُّلْقٰى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ۔ (القصص ع۹)

اور آپ کو تو یہ امید ہی نہ تھی کہ آپ پر یہ کتاب نازل ہوگی لیکن آپ کے پروردگار کی رحمت سے اس کا نزول ہوا۔

ایسے سرور و سردار کی خانگی اور اجتماعی دونوں زندگیوں کے لیے کچھ خصوصی آداب بھی مقرر ہوئے تھے۔ چنانچہ یہ ہے۔ مثلاً ایک ادب یہ تھا کہ آپ کو اگر پکارا جائے تو اسی طرح

Marfat.com

نہیں جیسے لوگ ایک دوسرے کو پکارا کرتے ہیں۔

وَلَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔ (النور ع ۹)
(لوگو) اپنے درمیان رسول کو اس طرح نہ پکارا کرو جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

آپ کی محفل سے بلا اجازت اٹھ جانا ممنوع ہوا۔

وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ۔ (النور ع ۹)
(مومنین) رسول کے پاس کسی ایسے کام پر ہوتے ہیں جس کے لئے مجمع کیا گیا ہے۔ تو جب تک آپ سے اجازت نہ لے لیں، نہیں جاتے۔

آپ کا حق مومنین پر ان کی جانوں سے بھی بڑھ کر ہے۔

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ (الاحزاب ع ۱)
نبی مومنین کے ساتھ خود ان کے نفس سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں۔

اتنا ہی نہیں بلکہ آپ کی ازواج مطہرات امت کی مائیں ہیں۔

وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ۔ (الاحزاب ع ۱)
اور نبی کی بیبیاں مومنین کی مائیں ہیں۔

اور جب یہ ہوا تو اس اصل کی ایک فرع قدرةً یہ نکلی کہ ان ماؤں کے ساتھ امت کے کسی فرد کا نکاح ہمیشہ کے لیے ممنوع قرار پا گیا۔

وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا۔ (الاحزاب ع)
مسلمانوں تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم آپ کے بعد آپ کی بیبیوں سے کبھی بھی نکاح کرو۔

یہ بیبیاں عام عورتوں سے ایک ممتاز و بلند حیثیت رکھتی تھیں۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ۔ (الاحزاب ع ۴)
اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم تقویٰ اختیار کئے ہو۔

ان بی بی صاحبوں سے کوئی چیز مانگنا ہو تو امت کو ہدایت تھی کہ پردہ کے باہر سے مانگا کریں۔

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ
اور جب تم کو ان بیبیوں سے کوئی چیز مانگنا ہو تو

مِنْ وَّرَآءِ الْحِجَابِ (الاحزاب ع ۷) پردہ کی آڑ سے مانگو۔

پیمبر کے گھر میں بے محابا۔ بلا اجازت چلے آنا، جائز نہ تھا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ۔ اے مومنو! پیمبر کے گھروں میں نہ داخل ہو جایا کرو سوا اس کے کہ تمہیں اس کی اجازت دے دی جائے۔

(الاحزاب ع ۷)

یہ بھی اُمت کو ہدایت ہوئی کہ پیمبر کے ہاں اگر کھانا کھانے کا اتفاق ہو تو کھانے سے فراغت کے بعد بس اٹھ کھڑے ہوا کرو یہ نہ ہو کہ پیمبر کے اوقات کا لحاظ کئے بغیر بے فکری سے باتوں میں لگ گئے۔

فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ۔ (الاحزاب ع ۷) پھر جب کھانا کھا چکو تو اُٹھ کر چلے جایا کرو، اور باتوں میں جی لگا کر مت بیٹھے رہا کرو۔

رسول اللہؐ پر مروت یا حیا اس درجہ غالب تھی کہ خود اپنے کفش بردار اُمتیوں سے اتنی بات بھی براہ راست نہیں فرما سکتے تھے اور قرآن مجید کو یہ ہدایت دینا پڑی۔

اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِى النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ۔ (الاحزاب ع ۷) اس بات سے پیمبر کو ناگواری ہوتی ہے۔ لیکن وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں اور اللہ صاف بات کہنے سے لحاظ نہیں کرتا۔

اور آپؐ کے ذمہ قرآن مجید کی محض تبلیغ و تعلیم ہی نہ تھی۔ بلکہ اس کی تبیئین بھی تھی۔ یعنی اس کے خفی کو جلی کرنا اس کے مشکلات کو کھولنا اور واضح کرنا ارشاد ہوا ہے۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ۔ (النحل ع ۶) اور ہم نے آپ پر یہ قرآن اُتارا ہے تاکہ جو مضامین لوگوں کے پاس بھیجے گئے ہیں۔ آپ ان کی شرح ان پر کر دیں تاکہ وہ سوچتے رہیں۔

اور پھر اسی سورت میں ذرا آگے چل کر ہے۔

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ اور ہم نے تو یہ کتاب پر بس اس لئے نازل کی ہے کہ آپ ان لوگوں پر وہ کھول کر ظاہر کر دیں جن

وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔ (النحل ع ۸)

بارہ میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔ اور ایمان والوں کی ہدایت رحمت کی غرض سے۔

غرض یہ کہ مبلغ قرآن و معلم قرآن ہی کی طرح آپ کا شارح قرآن ہونا بھی قرآن مجید ہی سے ثابت وظاہر ہے اور جس طرح باب کا آغاز آپؐ کے وصف بشریت سے ہوا تھا۔ اسی طرح باب کا خاتمہ بھی آپ کی رسالت کے اس خاص الخاص وصف کے اثبات پر ہو رہا ہے اور جب کسی نبی کے لیے قرآن نے کھل کر کہہ دیا کہ یہ لوگوں کی پیروی کے لیے ایک اسوۂ حسنہ یا ایک بہترین نمونہ ہے تو اس کے معنی ہی یہ ہوئے کہ وہ بہترین صفات و کمالات کا مجموعہ ہے کہ بغیر اس جامعیت کمالات کے وہ نمونہ کا کام دے کیونکر سکتا ہے اور اوصاف کمالات کی تھوڑی بہت تشریح و تفصیل جو آپ کے سامنے آیات قرآنی سے ہو چکی۔ یقین ہے کہ اس کے بعد آپ کا دل خود بول اٹھے گا کہ بیشک وہی ذات مستحق تھی اس کی کہ خلق کے سامنے خالق کی طرف سے اس کی کاری گری کے شاہکار کی حیثیت سے پیش ہو۔

Marfat.com

خطبہ (۴)

رسالت و بشریّت

فضائل و مناقب کا مرقع آپ ملاحظہ کر چکے اور اور بھی رسولؐ کی جلالت قدر کے جلوے نظر سے گزرتے رہیں گے۔ لیکن قرآن مجید جیسی جامع مانع اور کل مکتفی کتاب کو دوسرے سرے کی طرف سے بھی پوری احتیاط رکھنی لازمی تھی۔ پیمبروں اور ہادیوں کی شخصیتوں پر دنیا کی تاریخ میں برابر یہ ظلم عظیم ہوتا رہا ہے کہ جہاں ایک طرف منکروں اور معاندوں نے ان کے کمالات کی طرف سے یکسر اپنی آنکھیں بند کر لیں اور تکذیب و انکار کو اپنا شعار بنا لیا۔ وہیں دوسری طرف ماننے والوں نے بھی عقیدت میں وہ غلو کیا کہ ایلچی کو بادشاہی اور بندہ کو خدائی ہی کے تخت پر بٹھا کر دم لیا۔ بندہ کو بندہ رہنے ہی نہ دیا اور حلول۔ اتحاد۔ تبنیت ابنیت عینیت وغیرہ طرح طرح کے عقیدے گڑھ کے رسالت کے ڈانڈے الوہیت سے جا ملائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال تو کھلی ہوئی موجود ہی ہے۔ ہندوستان کے جن بزرگوں کو اوتار کہہ کر مانا جاتا ہے عجب نہیں کہ ان کی بھی اصلی اور ابتدائی حیثیت پیمبر ہی کی ہو۔

قرآن مجید نے اس شدید گمراہی بلکہ کہنا چاہیے کہ گمراہیوں کی جڑ سے مسلمانوں کو بچانے کے بالواسطہ اور براہ راست دونوں طریقے پُرزور صورت میں اختیار کیے۔

پہلے نظر طریق بالواسطہ پر کیجیے۔ قرآن مجید نے پہلے اس سلسلہ میں یہ اصل قائم کی کہ آپؐ بھی اسی طرح ایک رسول ہیں۔ جیسے آپ کے قبل ہو چکے ہیں۔

Marfat.com

إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ وَّالنَّبِيِّينَ مِن بَعْدِهِ۔
(النساء ع ۲۳)

ہم نے (اے نبی) آپ کی طرف بھی بیشک (اسی طرح) وحی بھیجی ہے جیسی نوح اور اُن کے بعد (دوسرے) نبیوں پر بھیجی تھی۔

اور خود آپ کی زبان سے یہ کہلایا گیا۔

قُلْ مَا كُنتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ۔
(الاحقاف ع ۱)

آپ کہہ دیجئے کہ میں پیمبروں میں کوئی انوکھا تو ہوں نہیں۔

اور یہ بھی تصریح کے ساتھ ارشاد ہو گیا۔

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ (آل عمران ع ۱۵)

محمدؐ تو بس ایک پیمبر ہی ہیں۔ بیشک ان سے پہلے بھی پیمبر ہو چکے ہیں۔

اور اس اصل کے مقرر اور متعین ہو جانے کے بعد یہ حقیقت بھی ارشاد ہو گئی کہ سارے رسولؑ انسان ہی ہوئے ہیں۔ بشر ہوئے ہیں فوق البشر نہیں۔ نہ دیوتا۔ نہ اوتار۔ نہ ابن اللہ نہ کچھ اور فقط وحی الٰہی سے سرفراز بشر!

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي إِلَيْهِم مِّنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ۔
(یوسف ع ۱۲)

(اے پیمبر) ہم نے آپ سے پہلے جو پیمبر بھیجے وہ بستیوں کے رہنے والے بس آدمی ہی تھے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔

اسی حقیقت کا اعادہ سورہ النحل ع ۶ میں ہے اور یہی مضمون سورۂ انبیاء ع ۱ میں ایک بار پھر برائے نام لفظی فرق کے ساتھ ارشاد ہوا ہے گویا خوب وضاحت اور تکرار کے ساتھ یہ ارشاد ہو گیا کہ نبوت بشریت کے ماوراء اور اس سے مافوق کوئی چیز نہیں۔

یہ طریقہ تو بالواسطہ آپ کو بشر قرار دینے کا تھا۔ لیکن قرآن نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ براہِ راست آپ کی بشریت کا اثبات اور وہ بھی بہ تکرار کیا ہے۔ ایک جگہ آپ ہی کی زبان سے کہلایا ہے

هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا۔
(بنی اسرائیل ع ۱۰)

میں بجز اس کے بشر ہوں پیمبر ہوں اور کیا ہوں۔

Marfat.com

شرک اور مشرکانہ عقائد میں ڈوبے ہوئے منکرین بار بار پیمبروں سے انکار و استعجاب کے لہجہ میں کہتے تھے۔

أَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُولًا۔ کیا خدا نے ایک بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟

(بنی اسرائیل ع ۱۱)

یا یہ کہ:-

أَبَشَرٌ يَهْدُونَنَا (التغابن ع ۱) کیا ہماری ہدایت ایک بشر کرے گا۔

یا کبھی اپنے پیمبر ہی کو براہ راست مخاطب کر کے کہتے۔

مَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا۔ تم اور کیا ہو۔ بجز اس کے ہم ہی جیسے ایک بشر ہو۔

(الشعراء ع ۸)

اس طرح کے فقرے قرآن مجید نے ان مکذب قوموں کی زبان سے بار بار نقل کئے ہیں اور اس کے جواب میں ان کے پیمبروں کی زبان سے اس واقعیت کو بڑی خندہ جبینی سے تسلیم کرالیا ہے۔

إِنْ نَّحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (ابراہیم ع ۲) بے شک ہم تو بس بشر ہی ہیں تم جیسے۔

اور اتنے ہی پر بس نہیں کیا۔ بلکہ اس کی بھی تصریح بار بار کرادی کہ پیمبروں کا جسم بھی عام انسانوں کی طرح مادی جسم ہوتا ہے اور انہیں احتیاج بھی کھانے پینے کی رہتی ہے۔

وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ۔ (الانبیاء ع ۱) اور ہم نے انہیں جسم بھی ایسا نہیں دیا کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں۔

اور خود ہمارے رسول سے متعلق تو مشرکین مکہ کا یہ مستقل طنز تھا کہ یہ کیسے رسول ہیں جو کھانا بھی کھاتے ہیں اور بازاروں میں چلتے پھرتے بھی ہیں۔

قَالُوا مَالِ هٰذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ۔ بولے کہ ان رسول کو کیا ہوا ہے کہ وہ کھانا کھاتے ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔

(الفرقان ع ۲)

جواب میں آپ کی بشریت کی واقعیت کو تسلیم کر کے ارشاد ہوا کہ اس میں نئی بات کیا

Marfat.com

ہے۔ جتنے پیمبر پیشتر آچکے ہیں سب یہی جسم اور یہی احتیاجیں لے کر آئے تھے۔

وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِى الْاَسْوَاقِ۔ (الفرقان ع ۲)

اور ہم نے آپ سے پیشتر جتنے پیمبر بھیجے سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے۔

اور یہی نہیں کہ پیمبران برحق کھانے پینے چلنے پھرنے کی بشری ضرورتوں سے بے نیاز نہ تھے بلکہ بیوی بچے شادی بیاہ اور خاندان کے معاملے میں بھی ترک و تبتل اور رہبانیت کے قائل اور عامل نہ تھے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً۔ (الرعد ع ۶)

(اے پیغمبر) بے شک ہم نے آپ سے پیشتر پیمبر بھی بھیجے ہیں اور انہیں بیبیاں اور اولادیں بھی دیں ہیں۔

اور پیمبروں میں توانی قوت بھی نہیں ہوتی کہ خود اپنی طرف سے کوئی معجزہ دکھا سکیں یا کوئی امر بہ طور خارق عادت پیش کر سکیں۔

وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِىَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ (الرعد ع ۶)

اور کسی رسول کے بس میں نہیں کہ وہ کوئی بھی نشان لا سکے بجز اس کے کہ اللہ کے حکم سے۔

اور خود پیمبروں کی زبان سے کہلایا گیا۔

وَمَا كَانَ لَنَا اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطَانٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ (ابراہیم ع ۲)

اور ہمارے بس میں تو ہے نہیں کہ ہم تمہارے پاس کوئی دلیل لا سکیں بجز اس کے کہ اللہ کے حکم سے۔

معبودیت کی بڑی پہچان اور مخلوقیت کی بالکل ضد دوام زیست یا ابدیت ہے۔ اس وصف کی کامل نفی پیمبروں سے قرآن نے کی ہے۔

وَمَا كَانُوْا خَالِدِيْنَ (الانبیاء ع ۱) وہ ہمیشہ رہنے والے نہ تھے۔

اس قسم کی آیتوں میں تو ہمارے رسول ؐ کا ذکر صرف ضمناً و استطراداً ہے باقی دوسری آیتوں میں آپ کی وفات یا فنا پذیری کا ذکر صراحتہً ہے۔ مثلاً۔

Marfat.com

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِكُمْ۔

(آل عمران ع ۱۵)

محمد تو بس ایک پیمبر ہی ہیں۔ پیمبر ان سے پہلے بھی (بہت سے) گزر چکے ہیں۔ تو اگر یہ وفات پا جائیں یا ہلاک کر ڈالے جائیں تو کیا تم پچھلے پیروں واپس چلے جاؤ گے۔

اور کہیں اس قسم کے الفاظ ہیں۔

وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ۔

(الرعد ع ۶)

اور جس عذاب کا وعدہ ہم (کافروں) سے کر رہے ہیں۔ اگر اس کا کچھ حصہ ہم آپ کو دکھلا دیں یا آپ کو وفات دے دیں تو آپ کے ذمہ تو صرف تبلیغ ہے اور حساب لینا ہمارا ہی کام ہے۔

اور کہیں اس سے ملتے جلتے الفاظ یوں آئے ہیں۔

وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ۔

(یونس ع ۵)

اور جس عذاب کا وعدہ ہم ان (کافروں) سے کر رہے ہیں، اگر اس کا کچھ حصہ ہم آپ کو دکھلا دیں یا آپ کو وفات دے دیں تو ہمارے پاس تو انہیں واپس آنا ہی ہے۔

اور یہ مضمون انہیں آیتوں میں نہیں اور بھی متعدد آیتوں میں آیا ہے اور اس تکرار سے مقصود مخاطبین کو رسول اللہ کی بشریت اور وفات پذیری سے خوب مانوس کر دینا ہے اور ایک جگہ تو انتہا یہ ہے کہ اس خاص وصف کے لحاظ سے رسول مقبول اور کفار معاندین کو بالکل ایک ہی صف میں رکھ دیا گیا ہے۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ۔

(الزمر ع ۳)

آپ بھی موت پانے والے ہیں اور یہ لوگ بھی موت پانے والے ہیں۔

عبدیت، قرآن نے بتایا کہ حضرات انبیاء کے لیے کوئی ننگ و عار کی چیز نہیں۔ فخر و مباہات کی بات ہے حضرت مسیح کا نام لے کر ہے۔

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ

مسیح ہرگز اس سے عار نہ کریں گے کہ وہ اللہ کے

Marfat.com

عَبْدُ اللّٰہِ۔ (النساء ع ۲۴) بندے ہیں۔

رسول برحق صلعم کی زبان سے یہاں تک کہلا دیا گیا کہ اور تو اور میں اور اپنی ذات کو بھی نفع و نقصان پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتا۔

قُلْ لَّا اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں اپنی ذات تک کے لئے تو نقصان و نفع کا اختیار رکھتا نہیں ہوں مگر ہاں جتنا اللہ کو منظور ہو۔ (یونس ع ۵)

اور یہی مضمون ایک برائے نام لفظی فرق کے ساتھ سورۃ الاعراف ع ۲۲ میں دہرایا ہے۔

مشرکانہ مذہبوں کا ذکر نہیں۔ مسیحیت تو اصلاً ایک توحیدی دین ہے اس تک میں شفیع مطلق حضرت مسیح کو ٹھہرا لیا گیا ہے۔ بلکہ روز جزا کے گویا حاکم و مالک ہی وہی ہوں گے۔ اور جس کو چاہیں گے اپنے اختیار سے جنت دلوا دیں گے قرآن مجید نے اس کے برعکس رسول اسلام کی زبان سے یہاں تک کہلایا ہے۔

وَمَا اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ۔ اور میں بھی نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔ اور تمہارے ساتھ کیا۔ (الاحقاف ع ۱)

اور خیر یہاں تو معاملہ حشر کے علم کی نفی رسولؐ کی زبان سے کرائی گئی۔ دوسری جگہ علم غیب کی نفی کہنا چاہیے کہ مطلق صورت میں ہے۔

وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔ اگر میں غیب کا علم رکھتا ہوتا تو اپنے لئے بہت سے نفع حاصل کر لیتا اور کوئی مضرت میرے اوپر واقع نہ ہوتی۔ میں تو محض ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔ (الاعراف ع ۲۳)

رسول کی بشریت ایک اور لطیف و نادر طریقہ سے بھی قرآن مجید نے ظاہر کر دی ہے یعنی انجام کے ساتھ حضور کے مادی اجزائے جسم، اعضاء اور شکل و شمائل کے اہم جزئیات کا بھی

Marfat.com

ذکر اپنے صفحات میں کر دیا ہے اور اس طرح کہنا چاہیے کہ سراپائے مبارک کا ایک خاکہ قرآن مجید کی مدد سے تیار ہو جاتا ہے۔

فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ۔ (الدخان ع ۳)

ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان سے آسان ہی کر دیا ہے تاکہ یہ لوگ نصیحت قبول کریں۔

زبان مبارک کا تذکرہ ایک دوسرے موقع پر بھی موجود ہے۔

لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ۔ (القیامۃ ع ۱)

اے پیغمبر! آپ قرآن پر زبان نہ ہلایا کیجئے کہ آپ اسے جلدی جلدی لیں۔

زبان کے وجود کا اثبات اور وہ بھی دو دو جگہ، خواہ مخواہ اور بلا مقصد نہیں اس سے جہاں ایک طرف حضور کے جسد ظاہری کا اکرام ظاہر ہوتا ہے۔ وہاں مخاطبین کو یہ تعلیم بھی ملتی ہے کہ اس عبد محترم کا جسد و قالب گوشت و پوست کے انہیں لوازم کے ساتھ تھا۔ جو نوع بشری کے لیے عام ہیں زبان کے ساتھ دل کا ذکر بھی آیا ہے قلب اور فواد دونوں لفظوں کے ساتھ دو جگہ۔ چنانچہ پہلی جگہ۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ۔ (البقرۃ ع ۱۲)

آپ کہہ دیجئے کہ جو کوئی جبرئیل سے دشمنی رکھتا ہے تو انہیں نے تو یہ قرآن آپ کے قلب پر اللہ کے حکم سے اُتارا ہے۔

دوسری بار ایک اور سورۃ میں۔

نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ۔ (الشعراء ع ۱۱)

اس قرآن کو امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے۔ آپ کے قلب پر تاکہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہوں۔

لفظ فواد کے ساتھ بہ سلسلہ معراج آیا ہے۔

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ۔ (النجم ع ۱)

قلب (پیغمبر) نے دیکھنے والی چیز میں کوئی غلطی نہیں کی۔

چشمان مبارک کے ذکر جمیل سے بھی یہ صحیفہ ربانی خالی نہیں۔

Marfat.com

حضورؐ ہی کو مخاطب کر کے ارشاد ہوتا ہے۔

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ۔ (الحجر ع ۶)

اور آپ ہرگز آنکھیں اٹھا کر بھی ان چیزوں کو نہ دیکھئے جن سے ہم نے ان (نافرمانوں) کے مختلف گروہوں کو متمتع کر رکھا ہے۔

چشم مبارک کی بصارت کا ذکر کر کے ارشاد ہوتا ہے۔

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ۔ (النجم ع ۱)

نگاہ نہ تو ہٹی نہ بڑھی۔

روئے مبارک کا تذکرہ تو شاید اور زیادہ ضروری تھا۔ اس سے یہ کتاب آسمانی کیسے خالی رہتی حکم تحویل قبلہ کے سلسلہ میں ارشاد ہوا ہے۔

قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ۔

ہم آپ کے چہرہ کا آسمان کی طرف بار بار اٹھنا دیکھ رہے تھے۔

اور پھر اسی آیت کے اندر انہیں الفاظ سے متصل۔

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔

بس آپ پھیر لیا کیجئے اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف۔

اور پھر چند سطروں بعد انہیں الفاظ کی تکرار دوسری اور تیسری بار اور روئے مبارک کو دین کی طرف یکسو رکھنے کا حکم سورۃ الروم میں دوبار قریب ہی قریب ہے۔

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَيِّمِ۔ (الروم ع ۵)

سو آپ اپنا رُخ دین کی طرف یکسو ہو کر رکھیے

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَيِّمِ۔ (الروم ع ۵)

سو آپ اپنا رُخ اس دین راست کی طرف رکھیے۔

اور ایک جگہ حکم کی صورت میں آپ سے خطاب ہوا ہے کہ۔

فَإِنْ حَاجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلَّهِ۔

اگر یہ (مشرکین) پھر بھی آپ سے حجتیں نکالتے رہیں تو آپ کہہ دیجئے کہ میں تو اپنا رُخ (خاص)

Marfat.com

اللہ کی طرف کر ہی چکا۔ (آل عمران ع ۲)

ایک اور جگہ زبان مبارک سے یہ کہلایا گیا ہے کہ مجھے یہ حکم ملا ہے کہ۔

وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا۔ اپنا رُخ دین کی طرف یکسو ہو کر رکھنا۔

چشم مبارک کے علاوہ گوش مبارک کا بھی ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ اگر صراحۃً نہیں تو دلالۃً تو بہر حال۔ منافقین مدینہ کا قول نقل ہوا ہے۔

يَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ۔ یہ کہتے ہیں کہ آپ ہر بات کان دے کر سنتے ہیں کہہ دیجئے کہ آپ کان دے کر وہی بات سُنتے ہیں جو تمہارے حق میں بہتر ہے۔ (التوبہ ع ۸)

اب سینہ مبارک کی طرف آئیے اور اس کا عکس اس آئینہ آسمانی میں ملاحظہ فرمائیے:۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ۔ کیا آپ کا سینہ ہم نے آپ کے لئے کھول نہیں دیا ہے۔ (الانشرح)

اور پشت مبارک کے ذکر کے لیے کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں اسی کے متصل موجود ہے۔

وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِیْ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ۔ اور آپ سے آپ کا وہ بوجھ دور کر دیا جو آپ کی پشت کو توڑے ڈالتا تھا۔

اور ان اعضائے جسد کے علاوہ قرآن معرض بیان میں حضورؐ کے بعض اعمال و حرکات جسمانی کو بھی لایا ہے۔ مثلاً حضورؐ کا اٹھنا۔ بیٹھنا۔ چلنا۔ پھرنا۔ کھانا۔ پینا اور نماز اور عام عبادتیں۔ مثلاً۔

اَلَّذِیْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِيْنَ۔ وہ اللہ جو آپ کو دیکھتا ہے جب آپ کھڑے ہوتے ہیں اور آپ کی نشست و برخاست نمازیوں کے ساتھ۔ (الشعراء ع ۱۱)

یا منکرین مشرکین کی زبان سے۔

مَالِهٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ۔ (الفرقان ع ۱)

ان رسول کو یہ ہے کیا یہ کھانا بھی کھاتے ہیں اور بازاروں میں چلتے پھرتے بھی ہیں۔

یا پھر اس قسم کی آئتیں :۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ (الاعراف ع ۲۴)

آپ کہہ دیجئے کہ میری نماز اور میری ساری عبادتیں اور میری زندگی اور میری موت سب اللہ پروردگار عالم کے لئے ہیں۔

حیات اور ممات دونوں کا ذکر اس آیت میں آ گیا ایک جگہ مشرکین کو مخاطب کر کے عمر شریف کا بھی حوالہ آپ ہی کی زبان مبارک سے دیا گیا ہے۔

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ (یونس ع ۲)

میں اس (دعویٰ نبوت) سے قبل بھی تو ایک عمر تک تمہارے درمیان رہ چکا ہوں۔

اسی طرح ایک جگہ اور قوم لوط کی سرمستی کو آپ کی عمر یا جان کی قسم کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے۔

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ۔

آپ کی جان کی قسم وہ لوگ اپنی مستی میں مدہوش تھے۔

خطبہ (۵)

ہجرت

حضور کا مولد جیسا کہ آپ پہلے سن آئے ہیں۔ ابراہیمی شہر مکہ یا بکہ تھا جس کے صفاتی نام مثلاً اُمُّ القُریٰ۔ اَلْبَلَدُ الْاَمِیْن۔ اَلْبَلَدُ الْحَرَام۔ بھی قرآن مجید میں آچکے ہیں جب یہاں آپ کے پیروؤں پر سختی حد سے گزر چکی اور اذیت ناقابل برداشت حد کو پہنچ گئی تو آپ کو حکم اس شہر سے ہجرت کر جانے کا ملا۔ ہجرت محض ایک مقام سے دوسرے مقام کو منتقلی کا نام نہیں اصطلاح شریعت میں اس ترک سکونت، اس نقل مکانی کو کہتے ہیں۔ جو دین کے تحفظ کی خاطر یا احکام الٰہی کی تعمیل میں اختیار کیا جائے۔

مظلوم طبقہ جس میں کیا مرد کیا عورتیں اور کیا بچے سب ہی شامل تھے اس کی زبان پر فریاد مدت سے جاری تھی۔

وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا۔ (النساء ع ۱۰)

اور کمزوروں کی خاطر سے جن میں مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی اور بچے بھی۔ جو دعا کر رہے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں اس بستی سے باہر نکال جس کے رہنے والے سخت ظالم ہیں۔

رسولؐ کی ذات اور رسولؐ کی دعوت یا مشن کے ساتھ تمسخر تو ان کی عام عادت بن گئی تھی۔ دعوت کو قبول کرنا الگ رہا اس پر سنجیدگی کے ساتھ غور کے بھی روادار نہ تھے۔

وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ

جب آپ کو یہ کافر (یعنی مشرکین مکہ) دیکھتے ہیں تو

Marfat.com

يَتَّخِذُوْنَكَ إِلَّا هُزُوًا۔ (الانبیاء ع ۳) بس آپ سے مسخرہ پن کرنے لگتے ہیں۔

اور اپنے خیال میں ہنسی اڑاتے ہوئے بناتے ہوئے ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ:۔

أَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ۔ (الانبیاء ع ۳)

کیا یہی وہ حضرت ہیں جو تمہارے معبودوں کی بدگوئی کرتے ہیں! اور (خود ان کا یہ حال ہے کہ) رحمٰن کے ذکر پر یہ لوگ انکار کرتے ہیں۔

اور یہی مضمون تھوڑے سے فرق کے ساتھ ایک دوسری جگہ بھی قرآن میں نقل ہوا ہے۔

وَإِذَا رَاَوْكَ إِنْ يَتَّخِذُوْنَكَ إِلَّا هُزُوًا أَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا۔ (الفرقان ع ۴)

اور جب یہ لوگ (یعنی مشرکین مکہ) آپ کو دیکھتے ہیں تو بس تمسخر ہی کرنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا یہی وہ حضرت ہیں جنہیں اللہ نے رسول بنا کر بھیجا کر ہے۔

گویا دعویٰ نبوت ان لوگوں کے نزدیک سرے سے ناقابل قبول بلکہ ناقابل التفات تھا اور بڑا حربہ ان لوگوں کے ہاتھ میں اسی تمسخر و استہزاء کا تھا۔ ہر طرح آپ کی ہنسی اڑاتے اور آپ کی تعلیم کو سحر و نتیجہ سحر بتلاتے۔ چنانچہ رسول ؐ کو خطاب کر کے ارشاد ہوا ہے۔

بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ وَإِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ وَإِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ وَقَالُوْا إِنْ هٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ۔ (والصافات ع ۱)

آپ تو تعجب کرتے ہیں اور وہ ہنسی اُڑاتے ہیں اور جب انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو نصیحت نہیں سنتے اور جب کوئی سی نشانی دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے اور بس۔

آخر تجویزیں آپ کو قید میں ڈال دینے کی ہونے لگیں۔ مشورے آپ کی جلا وطنی کے شروع ہو گئے اور منصوبے آپ کے قتل کے ہونے لگے۔ سیرۃ کی کتابوں میں ... ت تفصیل سے آئے ہیں۔ قرآن مجید نے ایجاز و جامعیت کے ساتھ یہ بتا دیا کہ:۔

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ أَوْ يَقْتُلُوْكَ أَوْ يُخْرِجُوْكَ (الانفال ع ۴)

اور جب یہ لوگ (یعنی مشرکین مکہ) آپ ... یہ سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کر دیں یا آپ کو ... کر ڈالیں یا آپ کو جلا وطن کر دیں۔

Marfat.com

یہ چالیں بڑی گہری اور یہ تدبیریں بڑی زہریلی تھیں۔ ایسی کہ ان کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کو خود اپنی حکمت و تدبیر کا ذکر کرنا پڑا۔

وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ۔ (الانفال ع ۴)

وہ اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا۔

آپ کے گنتی کے پیرو اور رفیق اپنے کو عددی اقلیت اور ہر طرح کے معاشی ضعف اور ماندگی میں پا رہے تھے اور پناہ کی تلاش میں رہتے تھے قرآن مجید نے اس دور کے ختم ہو جانے پر اس کا جو ذکر کیا ہے۔ اس سے اس پر پوری روشنی پڑ گئی۔

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ۔ (الانفال ع ۳)

اور اس حالت کو یاد کرو جب کہ تم قلیل تھے اور ملک میں کمزور شمار کئے جاتے تھے اور اس اندیشہ میں رہا کرتے تھے کہ تم کو یہ لوگ (یعنی مشرکین مکہ) نوچ کھسوٹ نہ لیں۔ پھر اللہ نے تمہیں جگہ دی۔

قرآن مجید ذکر کرتا ہے کہ جب مظلوموں کو حکم ہجرت کا ملا اور ان میں سے بعض پھر بھی اپنی جگہ سے نہ ہلے تو نزع کے وقت ان سے اور ملائکہ سے مکالمہ اس قسم کا ہوگا۔

قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا۔ (النساء ع ۱۴)

وہ کہیں گے کہ ہم ملک میں محض مغلوب (اور بے بس) تھے فرشتے کہیں گے کہ کیا اللہ کی سرزمین وسیع نہ تھی کہ تم ہجرت کرکے اُس میں چلے جاتے؟

اور یہ حکم ہجرت ملنا عین رحمت تھی یہ مظلوم بیچارے تو خود ہی دعائیں مانگنے لگے تھے کہ ظلم و ستم کے اس ماحول سے کہیں نجات حاصل ہو۔ جیسا کہ ابھی چند منٹ قبل سورۃ النساء رکوع ۱۰ کے حوالے سے آپ سن چکے ہیں۔

ایک جگہ انہیں مظلوم مسلمانوں کو مخاطب کرکے ارشاد ہوا ہے۔

يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ۔

یہ لوگ رسول کو اور تم کو (بھی) نکال رہے ہیں (وطن سے) اس بات پر کہ تم اپنے پروردگار اللہ پر ایمان

Marfat.com

رکھتے ہیں۔

ایک جگہ اور انہیں مظلوم مسلمانوں کا ذکر کر کے ارشاد ہوا ہے۔

فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ۔ (آل عمران ع ۲۰)

سو جن لوگوں نے ہجرت کی اور جو اپنے گھروں سے نکالے گئے اور جنہیں میری راہ میں تکلیفیں پہنچائی گئیں۔

یہ لفظ اُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ (میری راہ میں تکلیفیں پہنچائی گئیں) ہر قسم کی اذیتوں کا جامع ہے سیرۃ کی کتابوں میں بعض بعض اذیتیں ایسی درج ہیں کہ انہیں پڑھ کر آج بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس لفظ اوذوا کے بجائے قرآن میں کہیں کہیں دوسرے لفظ مافتنوا ماظلموا بھی آئے ہیں۔ سب اسی حقیقت کے ترجمان ہیں۔ مکہ میں مومنین پر ان کے سردار و پیشوا سمیت زندگی تنگ کر دی گئی تھی۔

بالآخر حکم ترک وطن ملا۔ مظلومیت اور بے سروسامانی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اتنے لمبے سفر میں مسلسل رفیق آپ صرف ایک صاحب کو رکھ سکے۔ سفر اخفار کے ساتھ ہوا اور کہیں کسی پہاڑی غار میں چھپنا پڑا ان تنہا رفیق سفر کا بھی ذکر قرآن مجید نے اسی سفر ہجرت کے سلسلے میں کیا ہے۔

اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ۔ (التوبہ ع ۶)

جبکہ آپ کو کافروں نے (وطن سے) نکال دیا تھا ان دو میں سے ایک آپ تھے جس وقت کہ وہ دونوں غار میں تھے۔

آپ کا سکون قلب اور اعتماد علی اللہ اس حال میں بھی برابر قائم رہا۔ قرآن کی شہادت ہے۔

اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ (التوبہ ع ۶)

جب کہ آپ اپنے ہمراہی سے فرما رہے تھے کہ غم نہ کر یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

شہر مدینہ، مکہ معظمہ سے شمال مشرق میں ۲۳۰ میل کے فاصلہ پر ہے اور سطح سمندر سے دو ہزار فٹ کی بلندی پر اونٹ کی سواری پر یہ فاصلہ یوں بھی خاصہ طویل تھا

Marfat.com

پھر جب کہ سفر کو مخفی رکھنے کی غرض سے آپ نے راستہ اور زیادہ پیچیدہ وطویل اختیار کیا تھا۔ سفر ہجرت کی ساری سرگزشت اگر ایک طرف توکل و اعتماد علی اللہ وغیرہ آپؐ کی اخلاقی صفات کی ترجمان ہے تو دوسری طرف قابلیت تنظیم اور خوش تدبیری وغیرہ اعلا صفات عقلی کی بھی شاہد عادل۔

مدینہ پہنچ کر بھی دشواریوں اور شدید مخالفتوں کا سلسلہ ختم نہیں ہوا۔ صرف ان کا رخ یا پہلو ذرا بدل گیا ایک نیا سابقہ منافقین کے زبردست اور صاحب اثر گروہ سے پڑا یہ زبان پر دعویٰ اسلام کا رکھتے تھے۔ لیکن دل سے منکر تھے اور محض منکر ہی نہیں۔ معاند بھی تھے اور دوسرے دشمنان اسلام کی سازشوں میں شریک۔ ان میں زیادہ تر تو مشرکین مدینہ تھے اور یہود بھی ان کا اصل تذکرہ کسی مستقل عنوان کے ماتحت آپ آگے چل کر سنیں گے یہاں سلسلہ بیان میں صرف اتنا سن لینا کافی ہوگا کہ ان کی چالبازیوں کی بات قرآن مجید نے بار بار دہرائی ہے اور یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا انہیں کے لیے فرمایا ہے یعنی یہ دھوکا دینا چاہتے ہیں یا دھوکے میں رکھنا چاہتے ہیں۔ اللہ کو اور مومنوں کو۔

دوسرا نیا سابقہ یہاں آکر آپ کو اہل کتاب سے پڑا خصوصاً یہود سے اور ان سے طرح طرح کے مناقشے رہے یہ سرگزشت بھی آگے چل کر آپ سنئے گا۔

تیسری نئی بات یہ پیش آئی کہ آپ کو غزوے یا دینی محاربے ایک نہیں متعدد کرنے پڑے زیادہ تر تو مشرکین مکہ اور دوسرے عرب قبائل کے خلاف اور کبھی کبھی قبائل یہود کے مقابلہ میں بھی اسکی تفصیل بھی ایک آئندہ صحبت کیلیے اٹھا رکھئے۔

اور چوتھی بات جو اس صورت حال سے بطور نتیجہ کے پیدا ہوئی یہ ہے کہ آزادی و خود مختاری مل جانے سے آپؐ کو مدینہ میں حکومت وسلطنت کی بنیاد ڈالنے، اس کے لیے قانون و آئین منضبط کرنے اور طرح طرح کے احکام جاری کرنے کی ضرورت بھی آپڑی۔ یہ احکام کچھ تو بہ ذریعہ وحی نازل ہوتے رہے اور قرآن مجید میں جگہ پاتے رہے اور کچھ رسول نے اپنے اجتہاد سے یا قرآن مجید سے استنباط کر کے صادر فرمائے۔
منافقین مدینہ کی شدت نفاق کا ذکر قرآن میں ان الفاظ میں ہے۔

وَمِنْ اَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ مَرَدُوْا عَلَی النِّفَاقِ۔ (التوبہ ع ۱۳) مدینہ والوں میں ایسے بھی ہیں۔ جو نفاق پر اڑ گئے ہیں۔

ان پختہ منافقین کے علاوہ اور بھی کچھ آبادی مدینہ والوں کی ایسی تھی جو ایمان کے باب میں دو دِلی سی ہو رہی تھی۔ یہ کچے اور تذبذبی ایمان والے بھی منافقوں کے شریک ہو کر طرح طرح کی افواہیں شہر میں مسلمانوں کو ڈرانے سہمانے کے لیے اڑاتے رہتے تھے اور گویا آج کل کی اصطلاح میں ایک سرد جنگ حزب محمدی کے خلاف جاری کئے ہوئے تھے قرآن مجید میں المنافقون پر عطف کر کے ان کا ذکر بھی آیا ہے۔

وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِی الْمَدِیْنَۃِ۔ (الاحزاب ع ۸)

اگر منافقوں کو شرما شرمی جنگ میں کبھی مسلمانوں میں شامل ہو کر نکلنا پڑتا بھی تو کہتے کہ۔

لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْھَا الْاَذَلَّ۔ (المنافقون ع ۱) ہم اگر مدینہ واپس آئے۔ تو ہم میں سے جو گروہ زبردست ہے وہ زبردستوں کو یقیناً نکال باہر کرے گا۔

اور زبردست و غالب فریق سے اشارہ ظاہری ہے کہ ان کا اپنی ہی طرف ہوتا اور زبردستوں اور مغلوبوں سے مسلمانوں کے جانب۔

اسی طرح ایک بار ایک جنگ کے موقع پر عین میدان جنگ سے ان منافقین نے دوسروں کو بھڑکا کر واپس لے جانا چاہا تھا قرآن مجید میں ذکر اس کا بھی موجود ہے۔

وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَۃٌ مِّنْھُمْ یٰٓاَھْلَ یَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَکُمْ فَارْجِعُوْا۔ (الاحزاب ع ۲) اور وہ وقت یاد کرو۔ جب ان میں سے ایک گروہ کہنے لگا تھا، اے یثرب والو! ٹھہرنے کا موقع نہیں واپس چلے جاؤ۔

مدینہ کا قدیم نام ہی یثرب تھا اور اصلاً یہ یہود کا مسکن تھا۔ مدینۃ النبی یہ ہجرت نبوی کے بعد کہلایا اور پھر صرف المدینہ رہ گیا۔

اس شہر سے ہٹ کر۔ بجز عارضی جنگی ضرورتوں یا حج وغیرہ کے کہیں اور آپ

Marfat.com

کے تشریف لے جانے کا ذکر قرآن مجید میں نہیں اور نہ سیرۃ و تاریخ ہی میں آتا ہے یہیں قیام آخر عمر تک رہا۔ وفات شریف یہیں ہوئی اور یہیں مدفن ہے۔

Marfat.com

خطبہ (۶)

غزوات و محاربات

قرآن مجید اس حقیقت پر شاہد و ناطق ہے کہ رسول کریمؐ کی عمر مبارک کا ایک حصّہ قتال وغزا میں بھی گزرا ہے اور چونکہ قیام مدینہ کے دوران میں گزرا اس لیے لازمی طور پر یہ عمر شریف کا آخری حصّہ تھا۔ ملک کا جو ماحول تھا اور ہر طرف جو فضا تھی اس نے اس صورت حال کو ناگزیر بنا دیا تھا۔ قتل وغارت، ظلم وفساد، غصب حقوق و رہزنی۔ غرض کوئی بات جرم وعصیان کی اٹھ نہیں رہی تھی اور ایک عرب ملک کیا معنی کل دنیا میں اخلاقی ابتری یا انارکی مچی ہوئی تھی قرآن مجید کے جامع الفاظ ہیں۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ — بگاڑ پھیل گیا ہے خشکی اور تری میں (سب کہیں)
بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ۔ (الروم ع ۵) — لوگوں کے اپنے کرتوتوں سے۔

مومنین کا طبقہ جو ہر مفسدہ کی اصلاح کا بیڑا ہی اٹھا کر وجود میں آیا تھا اور جس کے پروگرام میں اللہ کی زمین پر صحیح عدالت وربانی ریاست کا قیام داخل تھا وہ خود ہی ظالموں اور کافروں کے ہاتھ سے ظلم وستم کا خصوصی تختۂ مشق بنا ہوا تھا۔ اپنے مولد و مرکز یعنی شہر مکہ میں اللہ کے رسول اور اس کے پیروؤں پر جو گزرتی رہی، اس سے آپ ہجرت کے ذیل میں واقعات سن کر کچھ واقف ہی ہو چکے ہیں اب وقت وہ ہے کہ مکہ کے یہ مظلوم مہاجر ملک کے ایک دور دراز شہر یثرب میں آکر آباد ہوئے ہیں اور اس کا نام مدینۃ النبی پڑ چکا ہے۔ لیکن مظلومیت میں اب بھی کچھ فرق نہیں پڑا ہے بلکہ مصائب

Marfat.com

کا بار گراں سے کچھ گراں تر ہی ہوتا جا رہا ہے [1]

جب حالات اس درجہ ناقابل برداشت ہو چکے اور صبر و ضبط اپنی حد کو پہنچ چکا تو اب اذن خداوندی ان مردان خدا کو ملا کہ اب تم بھی اس ظلم کے خلاف تلوار اٹھاؤ اور جو تم پر ظلم و زیادتی کر رہے ہیں ان کا مقابلہ مردانہ وار تم بھی کرو۔

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ۔

(الحج ع ۶)

جن لوگوں کے خلاف قتال کیا جا رہا ہے۔ اب انھیں بھی اذن (قتال) ملتا ہے۔ اس لئے کہ ان پر ظلم ہوا ہے اور اللہ بے شک ان کی مدد پر قادر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے گھروں سے نکال دیا گیا ہے بغیر کسی قصور کے سوا اس کے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے۔

تو قتال کی اجازت مومنین کو جبھی ملی۔ جب ان کی مظلومیت کمال کو پہنچ چکی تھی۔ اہل تفسیر کہتے ہیں کہ یہی سب سے پہلی آیت ہے جو اجازت قتال کے بارے میں نازل ہوئی ایک اور قول نقل ہوا ہے کہ پہلی آیت قتال کی یہ نہیں۔ بلکہ یہ ہے۔

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ۔

قتال کرو اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جو تم سے قتال کرتے ہیں اور زیادتی نہ کر بیٹھنا بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

بہرحال سلسلہ قتال کی پہلی آیت وہ ہو یا یہ ظاہر ہے کہ حکم قتال مومنین کو جبھی ملا۔ جب پانی سر سے اونچا ہو چکا تھا۔ زمانہ قیام مکہ میں مشرکین مکہ نے آپ کے ساتھ جو گستاخیاں

---

[1] صاحب سیرۃ النبی، مولانا شبلی کے الفاظ میں بحوالہ سنن ابی داؤد:۔
"قریش مکہ نے سرداران مدینہ پر زور ڈالنا اور دھمکانا شروع کر دیا تھا کہ تم نے ہمارے آدمی کو اپنے یہاں پناہ دے رکھی ہے تو یا تو اسے قتل کر ڈالو یا اپنے ہاں سے نکال دو اور یہ نہ کیا تو ہم تمہارے اوپر چڑھ دوڑیں گے اور تمہیں ختم کر کے تمہاری عورتوں کو اپنے تصرف میں لے آئیں گے۔

کیں اس سے تو آپ لوگ واقف ہو ہی چکے ہیں۔ حد یہ ہے کہ ترک وطن کے بعد بھی عناد دلوں سے نہ گیا اور اتنے دور بلکہ اس وقت کے معیار سے دور دراز شہر میں منتقل ہو جانے کے بعد بھی معاندانہ کارروائیاں برابر جاری رہیں ــــ غرض یہ کہ حکم قتال کی تعمیل میں آپؐ نے خود بھی قتال شروع کیا اور اسی کا نام اصطلاح فقہ میں جہاد پڑ گیا ورنہ محض جنگ کے لیے اب تک لفظ حرب عام تھا، رسول اللہ صلعم کی ان ربانی مہموں کے لیے محدثین وفقہاء کے ہاں اصطلاح غزوات کی رائج ہے حضورؐ نے غزوات متعدد فرمائے۔ محدثین و اہل سیر کے ہاں ان کی تعداد ۱۹ یا ۲۱ درج ہے آئیے ان میں سے اہم ترین پر قرآن مجید کی روشنی میں نظر کرتے چلیں۔

غزوۂ بدر

پہلا بڑا غزوہ، غزوہ بدر کہلاتا ہے۔ اس مناسبت سے کہ یہ مقام بدر پر واقعہ ہوا تھا بدر ایک سرسبز منڈی اور منزل کا نام تھا، جو مدینہ کے جنوب مغرب میں وہاں سے تین یا چار منزل کے فاصلہ پر تھی۔ قرآن مجید میں اس غزوہ کا بیان آیا ہے۔ اشارۃً کنایۃً نہیں بلکہ تصریح سے اور اس تفصیل کے ساتھ جس کا یہ اپنی اہمیت کے لحاظ سے مستحق بھی تھا ختم غزوہ کے ایک عرصہ بعد ایک دوسرے موقع پر اس کا تذکرہ نہ صرف نام کی صراحت کے ساتھ۔ بلکہ محل امتنان پر بھی لایا گیا ہے۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ (آل عمران ع ۱۳)

اور اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد بدر میں کی، درآنحالیکہ تم بہت کمزور تھے۔ پس اللہ سے تقویٰ اختیار کرو شاید کہ شکرگزار بن جاؤ۔

لشکر اسلام کی اس "کمزوری" کی تفصیل و تشریح حدیث و سیرۃ کی کتابوں میں مذکور ہے مختصر یہ کہ مسلمان تعداد میں بھی بہت کم تھے اور سامان جنگ کے لحاظ سے بھی بہت پست تھے۔ اس لیے بہت سے مسلمان قدرۃً اس موقع پر جنگ سے بچنا چاہتے تھے لیکن اللہ اپنے فضل سے۔ لشکریوں کے اس تذبذب کے باوجود سردار لشکر کو میدان جنگ میں لے آیا۔

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ۔ (الانفال ع ۱)

جس طرح آپ کا پروردگار آپ کو (اے پیغمبر) حق کے ساتھ آپ کے گھر سے (بدر تک) لے آیا حالانکہ مسلمانوں کا ایک گروہ (اس سے) ناخوش تھا

اپنے ضعف، قلت سامان غرض ہر مادی۔ معیار سے ان لوگوں کا تامل ایک امر طبعی تھا اور یہ ایسے ناسازی معرکہ کو خودکشی کا مرادف سمجھ رہے تھے اور اسی لیے وہ رسول اللہ سے بحث کا سلسلہ بھی جاری رکھے ہوئے تھے۔

يُجَادِلُوْنَكَ فِى الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ۔ (الانفال ع ۱)

یہ لوگ آپ سے حق ظاہر ہوئے پیچھے جھگڑتے ہیں گویا کہ وہ موت کی طرف ہنکائے جا رہے ہیں اور وہ موت کو دیکھ رہے ہیں۔

آگے بڑھنے سے قبل بہ طور جملہ معترضہ کے یہ بھی سن لیجیے کہ یہی وہ اسلامی فوج ہے جس کے لیے مغربی اہل قلم کا یہ مستقل طنز ہے کہ یہ مال غنیمت اور لوٹ مار کے حریص مشرکوں پر خواہ مخواہ ٹوٹ پڑا کرتے تھے۔ قرآن مجید کی شہادت اس کے برعکس کتنی واضح وصریح یہ ہے کہ انہیں بعض اوقات ٹھیل کر دھکیل کر میدان میں لانا پڑتا تھا۔

ہاں اب پھر اصل قصہ سنئے۔ اس وقت مسلمانوں کو احتمال در گزر رہے تھے ایک یہ کہ ممکن ہے مڈبھیڑ قریش کی فوج سے ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ ممکن ہے کہ مقابلہ کی نوبت صرف تجارتی قافلہ قریش سے رہے جو شام سے واپس ہو رہا تھا اور وعدہ نصرت الٰہی کے باوجود مسلمان طبعی طور پر پسند اس آسان ترشق کو کر رہے تھے اور آرزو یہ رکھتے تھے کہ سامنا فوجی خطرہ کا نہ کرنا پڑے بلکہ محض کاروان تجارت سے نپٹ کر واپس چلے آئیں قرآن مجید کا پورا بیان سنئے۔

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَ

اور اللہ جب تم سے وعدہ کرتا تھا کہ وہ گروہوں میں سے ایک تمہارے لئے ہے اور تم آرزو رکھتے تھے کہ وہی گروہ تم کو ملے جس میں کوئی خدشہ (تمہارے لئے) نہیں۔ حالانکہ اللہ یہ چاہتا ہے کہ

Marfat.com

يَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِيْنَ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْكَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ۔ (الانفال ع ۲)

حق کو اپنے حکم سے ثابت کرے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے۔ تاکہ حق کو ثابت کرے اور باطل کو مٹا دے۔ چاہے یہ مجرموں کو ناگوار ہی گزرے۔

لشکر اسلام اس وقت فریاد اضطرار برپا کر رہا تھا۔ فریاد رائگاں نہ گئی سن لی گئی اور دلوں میں اطمینان مزید پیدا کرنے کی غرض سے ارشاد بھی صاف ہوگیا کہ تمہاری امداد کو فرشتے بھی ایک ہزار بھیجے جارہے ہیں۔ قرآن مجید نے اس اہم ترین غزوہ محمدی کی یہ تفصیل بھی محفوظ رکھی ہے اور ارشاد فرمایا ہے۔

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اِنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔

(الانفال ع ۱)

یاد کرو وہ وقت جب تم اپنے پروردگار سے فریاد کر رہے تھے۔ اس نے تمہاری سن لی اور (فرمایا کہ) میں تمہاری مدد ایک ہزار مسلسل آنے والے فرشتوں سے کروں گا۔ اور اللہ نے یہ صرف تمہارے خوش کرنے اور تمہارے دلوں کو اطمینان دینے کو کیا۔ ورنہ فتح تو صرف اللہ ہی کے پاس ہے بے شک اللہ غالب ہے حکمت والا ہے۔

اسی جنگ کے دوران میں یہ ہوا کہ حکمت خداوندی سے بارش عین وقت پر۔ اور ایسے موقع سے ہوئی کہ نفع تمام تر مسلمانوں ہی کے فریق کو پہنچا، اور اس سے ان کے وضو غسل وغیرہ کی ضرورتیں سب پوری ہوگئیں اور یہ وسوسہ شیطانی ان کے دل سے دور ہوگیا، کہ مخذول کہیں ہم ہی تو نہیں۔ نیز انہیں نیند کی جھپک بھی آگئی۔ جس سے وہ تازہ دم ہوگئے۔ دیکھئے قرآن مجید ان سارے جزئیات کو کس طرح اپنے احاطہ بیان میں لئے ہوئے ہے۔

اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ

یاد کرو وہ وقت جب اللہ اپنی طرف سے تم پر نیند طاری کر رہا تھا۔ تمہارے سکون کے لئے اور آسمان سے پانی برسا رہا تھا کہ تم کو پاک صاف

وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ۔ؕ (الانفال ع ۲) کر دے اور تم سے وسوسہ شیطانی دور کر لے اور تمہارے دل مضبوط کرے اور تم کو ثابت قدم رکھے۔

قرآن مجید کی اتنی آیتوں سے ضمناً اس کا اندازہ ہو گا کہ قرآن مجید کا اسلوب بیان مورخوں اور اہل سیر کے انداز تحریر سے کتنا مختلف ہوتا ہے جس قسم کے جزئیات و تفصیلات اہل روایات کے ہاں جان سخن کا حکم رکھتے ہیں کتاب اللہ انہیں عموماً نظر انداز کر جاتی ہے اور جو گہری حقیقتیں یہ پے بہ پے بیان کرتی جاتی ہے ان کی طرف عموماً راویوں کا ذہن بھی نہیں جاتا۔ بہر حال اللہ کو ان مخلص جانبازوں اور ان کے سرور و سردار کی خاطر دلدہی اس حد تک منظور ہے کہ جو فعل ظاہری طور پر سرزد ان سے ہوئے۔ انہیں منسوب اپنی جانب فرمادیا ہے ارشاد ہوتا ہے:۔

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔ (الانفال ع ۲) ان (دشمنوں) کو تم لوگوں نے نہیں مارا۔ بلکہ اللہ نے مارا اور آپ نے پتھر نہیں پھینکا جب پھینکا۔ بلکہ اللہ نے پھینکا۔

اور لشکر اسلام کو فتح چونکہ اس معرکہ میں نمایاں اور قطعی ہوئی۔ اس لیے مشرکوں کو خطاب کر کے صاف صاف ارشاد ہوا۔ اور وعید و تنبیہ بھی انہیں پوری کر دی گئی۔

وَاِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (الانفال ع ۲) اور اگر تم فیصلہ چاہتے تھے تو فیصلہ تو تمہارے سامنے آموجود ہوا اور تم باز آجاؤ تو تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر تم پھر وہی کرو گے۔ ہم بھی پھر وہی کریں گے۔ اور تمہارا مجمع تمہارے ذرا کام نہ آئے گا۔ خواہ (کیسا ہی) بڑا ہو۔ اور اللہ تو مومنوں کے ساتھ ہے۔

اس معرکہ بدر میں فتح رسول کریم کو ایسی کھلی ہوئی اور اسباب ظاہری کے مقتضا کے اتنے برعکس ہوئی کہ قرآن مجید نے اس کو علانیہ یوم الفرقان (فیصلہ کا دن) قرار دے دیا اور یہ مورخین کو بھی اقرار ہے کہ اگر اسلام کو اس روز فتح کہیں نہ حاصل ہو گئی

ہوتی۔ تو عرب ہی کی نہیں دنیا کی تاریخ کا رخ ہی آج کچھ اور ہوتا! ایک ضمنی موقع پر یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں۔

اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ۔ (الانفال ع ۵)

اگر تم یقین رکھتے ہو اللہ پر اور اس چیز پر جو ہم نے اپنے بندہ پر فیصلہ کے دن نازل کی یعنی اس دن جب کہ دونوں فریق باہم مقابل ہوئے تھے۔

اور تو اور اس خاص معرکہ کے میدان جنگ کا نقشہ تک قرآن مجید نے ایک خاص زاویہ نظر سے پیش کر دیا۔ مسلمانوں کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے۔

وَاِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ۔ (الانفال ع ۵)

یہ وہ وقت تھا جب تم (میدان جنگ کے) قریبی کنارے پر تھے اور وہ (یعنی لشکر مشرکین) دور کے کنارے پر اور کاروان تجارت تم سے نشیب میں تھا۔

دور اور قریب، آیت میں شہر مدینہ کی نسبت و اضافت سے ہے اور یہ اشارہ ہے ان جغرافی حقیقتوں کی جانب کہ مدینہ والے شمال و مشرق کی طرف سے آئے تھے اور مکہ والوں کا لشکر جنوب و مغرب کی سمت سے آیا تھا۔ بدر کی زمین پہاڑی تھی اس لیے قدرۃً بلند اور قافلہ تجارت ساحل سمندر سے گزر رہا تھا۔ جو قدرۃً ایک نشیبی علاقہ تھا۔

رسول اللہ صلعم نے معرکہ جنگ سے قبل ایک رویا میں لشکر مخالف کو قلیل تعداد میں دیکھا تھا اور اسے صحابیوں سے بیان کیا تھا۔

وَاِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ۔

(یاد کرو وہ وقت) جب اللہ نے آپ کے خواب میں وہ لوگ آپ کو کم دکھائے اور اگر اللہ نے وہ لوگ تم لوگوں کو زیادہ دکھا دیئے ہوتے تو تم لوگ ہمت ہار جاتے اور آپس میں جھگڑا اس

Marfat.com

باب میں کرنے لگتے۔ لیکن اللہ نے تم کو بچا لیا۔ (الانفال ع ۵)

خواب کی بات تو ختم ہوئی۔ بیداری میں یہ واقعہ پیش آیا کہ عین معرکہ قتال میں ہر فریق دوسرے سے متعلق غلط فہمی میں مبتلا رہا اور اندازہ اصل تعداد سے کم ہی کرتا رہا۔ اگر کہیں اس کے برعکس ہوتا۔ تو عجب نہ تھا کہ کوئی ایک فریق یا دونوں فریق نبرد آزما ہونے کی ہمت ہی نہ کرتے اور اس طرح فیصلہ کی بات گول ہی رہ جاتی اس نفسیاتی حقیقت پر قرآن مجید یوں روشنی ڈالتا ہے۔

وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا۔ (الانفال ع ۵)

(اور وہ وقت بھی یاد کرو) جب اللہ نے ان لوگوں کو تمہاری نظروں میں کم کر کے دکھلایا اور ان کی نظروں میں تمہیں کم کر کے تاکہ اللہ اس امر کو پورا کر دے جو ہو کر رہنا تھا۔

سیرۃ کی کتابوں میں آپ نے قریش کے مشہور لیڈر ابوالحکم عمر بن ہشام مخزومی معروف بہ ابوجہل کی کبر و رعونت کا ذکر پڑھا ہوگا۔ قرآن مجید نے بھی لشکر قریش کی متکبرانہ ذہنیت کی طرف اشارہ تو کر ہی دیا ہے۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (الانفال ع ۶)

(اے مسلمانو) ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو (جنگ کے لیے) اپنے گھروں سے نکلے تو اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھلاتے ہوئے اور (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکتے ہوئے۔

تاریخ کا بیان ہے کہ یہ غزوہ ۱۷/ رمضان ۲ھ مطابق ۱۵/ مارچ ۶۲۴ء کو پیش آیا تھا غزوہ بدر کا ذکر تو نام کی تصریح اور پھر اتنی تفصیلات کے ساتھ جو قرآن مجید میں آیا ہے اس کی توقع کسی اور غزوہ یا محاربہ سے متعلق تو نہ رکھئے۔ تاہم دوسرے اہم غزوات نبوی کے سلسلہ میں بھی اچھی خاصی رہنمائی قرآن سے ہو جاتی ہے۔

ایک اور غزوہ کے ذکر کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

Marfat.com

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔

(آل عمران ع ۱۳)

(اور وہ وقت بھی یاد کیجئے (اے پیغمبر) جب ایک صبح آپ اپنے گھر والوں (کے پاس سے) نکلے مسلمانوں کو قتال کے لئے مناسب مقام پر لے جاتے ہوئے اور اللہ بڑا سننے والا بڑا جاننے والا ہے۔

ذکر جنگ اُحد کا ہے۔ اُحد مدینۂ منورہ سے شمال کی جانب ایک پہاڑی ہے ڈھائی تین میل کے فاصلہ پر قریش جیسی خوددار اور خودبین قوم کو بدر میں جو شکست فاش نصیب ہوئی تھی۔ کیسے ممکن تھا کہ وہ لوگ اس پر چپکے ہو کر بیٹھ رہتے اور اس کا انتقام نہ لیتے۔ ابوجہل کے قتل ہو جانے کے بعد اب ریاست مکہ کی خارجی و داخلی سیادت ابوسفیان صخر بن حرب اموی کے ہاتھ میں تھی اور اسے اموی ہونے کی بنا پر رسول ہاشمی سے خاندانی دشمنی بھی تھی رسولؐ اس صبح حضرت عائشہؓ کے حجرہ سے برآمد ہوئے تھے۔ اذ غدوت من اهلك میں اشارہ اسی جانب ہے۔ مقاعدالقتال کا لفظ بھی ناقابل توجہ نہیں۔ جنگ میں پوزیشن Position کی اہمیت تو آج بھی مسلم ہے! اور فن حرب (ملٹری سائنس) کی تازہ کتابوں میں بھی صفحہ صفحہ اس کے لیے وقف رہتے ہیں۔ چہ جائیکہ اس دور میں جب جنگ نام ہی دست بدست جنگ کا تھا۔ ضمناً اس سے روشنی اس حقیقت پر بھی پڑ گئی کہ حضور صلعم ایک بہترین سردار فوج بھی تھے جیسا کہ حال میں ایک مسلم ملک کے ایک میجر جنرل نے اپنی کتاب حدیث دفاع میں تفصیل سے دکھایا ہے۔

اس سے آگے کی آیت بھی اہمیت میں کچھ کم نہیں۔

اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتَانِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔

(آل عمران ع ۱۳)

جب تم میں سے دو گروہ اس کا خیال کر بیٹھے تھے کہ ہمت ہار دیں درآنحالیکہ اللہ ان دونوں کا مددگار تھا اور مسلمانوں کو اللہ پر اعتماد رکھنا ہی چاہیئے۔

سیرۃ کی کتابوں میں ان دونوں گروہوں یا ٹکڑیوں کے نام درج ہیں۔ ایک قبیلہ اوس کے بنی حارثہ کا تھا اور دوسرا قبیلہ خزرج کے بنی مسلمہ کا۔ انہیں یہ خیال اپنی قلت

Marfat.com

تعداد و قلت سامان وغیرہ ضعف مادی کی بنا پر ہوا تھا اسلئے کہ تاریخ کا بیان ہے کہ مسلمانوں کا لشکر ایک ہزار کی تعداد میں تھا اور اس میں سے منافق لیڈر عبداللہ بن ابی سلول کے عین وقت پر نکل جانے سے کل سات ہی سو رہ گیا تھا۔ مشرکین مکہ کا لشکر ۳ ہزار تھا جس میں دو سو سوار تھے۔ غرض یہ کہ کسی ضعف ایمانی کا قدم درمیان میں نہ تھا اور پھر یہ خیال بھی وسوسہ ہی تک رہا۔ عزم کے درجہ تک نہ پہنچنے پایا جیسا کہ واللہ ولیہما کے لفظ سے ظاہر بھی ہو رہا ہے

اس جنگ میں بھی رسول اللہؐ ایک اچھے جنرل کی طرح اپنی سپاہ کی خوب ہمت افزائی کر رہے تھے اور اللہ کے سچے رسولؐ کی طرح مومنین کو تائید غیبی اور لشکر ملائکہ کی شرکت کا یقین دلا رہے تھے قرآن میں خود رسولؐ ہی کو مخاطب کر کے ارشاد ہوا ہے۔

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ اَلَنْ یَّکْفِیَکُمْ اَنْ یُّمِدَّکُمْ رَبُّکُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ مُنْزَلِیْنَ بَلٰٓی اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَیَاْتُوْکُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا یُمْدِدْکُمْ رَبُّکُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ مُسَوِّمِیْنَ۔ (آل عمران ع)

(وہ وقت بھی یاد کیجئے) جب آپ مومنین سے کہہ رہے تھے کہ کیا تمہارے لئے یہ کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار تمہاری مدد تین ہزار اتارے ہوئے فرشتوں سے کرے ہاں کیوں نہیں۔ بشرطیکہ تم نے صبر و تقویٰ قائم رکھا اور وہ لوگ تم پر فوراً ہی آپڑے۔ تو تمہارا پروردگار تمہاری مدد کرے گا پانچ ہزار نشان کئے ہوئے فرشتوں سے۔

اس جنگ کے نتیجہ ناموافق کے امکان کی خبر اور پھر اس پر تسلی عالم الغیب نے اپنی کتاب مبین میں پہلے ہی سے درج کر دی تھی ملاحظہ ہو۔

اِنْ یَّمْسَسْکُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ وَتِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ۔ (آل عمران ع ۱۴)

اگر تم لوگوں کو کوئی زخم پہنچ جائے تو ان لوگوں یعنی (مشرکوں) کو بھی تو ایسا ہی زخم پہنچ چکا ہے اور ہم ان ایام (یعنی زمانہ) کی الٹ پھیر تو لوگوں کے درمیان کرتے ہی رہتے ہیں (تکوینی مصلحتوں سے)

چنانچہ مورخین کا بیان ہے کہ اس جنگ میں کچھ دیر کے لیے ہزیمت کے پورے آثار مسلمانوں پر مسلط و مرتب رہے لیکن اس عارضی ہزیمت کے باوجود جنگ کے مستقل

Marfat.com

اور آخری انجام سے متعلق کوئی تذبذب یا دغدغہ نہ تھا۔ ارشاد ہو گیا تھا کہ :

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ۔ (الانفال ع ۴۷)

بے شک یہ کافر لوگ اپنے مالوں کو اس لئے خرچ کر رہے ہیں کہ اللہ کی راہ سے روکیں۔ سو یہ لوگ مال خرچ تو کرتے ہی رہیں گے۔ لیکن وہ ان کے حق میں باعث حسرت بن جائے گا۔ اور پھر وہ مغلوب ہو کر رہیں گے۔

اہل سیرۃ کا بیان اسی آیت کی شرح میں ہے کہ قریش کا لیڈر ابوسفیان صخر بن حرب تجارت شام سے خوب مالا مال ہو کر لوٹا تھا۔ اس سے سرداران قریش نے مطالبہ کیا تھا کہ یہ سب مسلمانوں کو شکست دینے اور ان سے انتقام لینے میں لگایا جائے اور اس پر عمل ہوا تھا، یہ دور کی بات بھی قرآن مجید نے بتا دی تھی کہ عارضی غلبہ اور وقتی تفوق کے باوجود مشرکین اپنے اندر ہمت نہ پا سکیں گے اور شوکت اسلام و مسلمین سے مرعوب ہی رہیں گے۔

سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَا اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطَانًا۔ (آل عمران ع ۱۶)

ہم ابھی کافروں کے دلوں میں ہیبت بٹھا دیں گے اس لئے کہ انہوں نے اللہ کا شریک ایسی چیز کو ٹھہرایا کہ جس کے لئے کوئی دلیل اللہ نے نہیں اتاری ہے۔

اس مرعوبیت کا ظہور یوں ہوا کہ حسب تصریح مورخین، مشرکین اپنی عارضی فتح کے باوجود مسلمانوں کے تعاقب کی جرأت نہ لا سکے۔ الٹے پاؤں مکہ کو واپس ہوئے اور یہ خود مسلمان ہی تھے۔ جنہوں نے اپنے بے مثال و بے عدیل سالار لشکر کے ماتحت مدینہ سے آٹھ میل آگے بڑھ کر حمراء الاسد تک انکا تعاقب کیا اور یہاں تین دن تک پنا پڑاؤ پوری آن بان کے ساتھ قائم رکھا۔

معرکہ اُحد میں شروع شروع مسلمانوں کو اپنی قلت جمعیت و قلت سامان کے باوجود برابر غلبہ رہا۔ لیکن امکانات جنگ کا بالکل صحیح اندازہ فرما کر رسول اللہ صلعم نے پچاس ماہر تیر اندازوں کا ایک دستہ شروع ہی میں ایک بلند ٹیکری پر ایک گھاٹی میں متعین کر دیا تھا اور اس کو تاکید کر دی تھی کہ اس مورچہ سے کسی حال میں بھی نہ ہٹے لیکن جب مشرکوں کو شکست ہوئی اور ان کا سامان لٹنے لگا تو یہ دستہ اس حکم کی تعمیل پر قائم نہ رہا۔ بلکہ اس میں سے

Marfat.com

۵۰ تیر انداز یہ سمجھ کر کہ اب لڑائی ختم ہو چکی مال غنیمت کی لوٹ میں شریک ہو گئے گھاٹی والا مورچہ خالی پاکر خالد بن ولید جو اسوقت مشرکوں میں شامل تھے اپنے سواروں کو لے کر عقب سے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور مسلمانوں کی فتح کچھ دیر کے لیے شکست میں تبدیل ہو گئی۔ تاریخ کی ان ساری تصریحات کو دیکھئے قرآن مجید کس ایجاز و اعجاز کیساتھ اپنے رنگ میں بیان کرتا ہے

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ إِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِإِذْنِهٖ حَتّٰى إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا أَرَاكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ۔

(آل عمران ع)

اور یقیناً اللہ نے تم سے اپنا وعدہ (نصرت) سچ کر دکھایا جبکہ تم مشرکوں کو اس کے حکم سے قتل کر رہے تھے یہاں تک کہ تم خود ہی کمزور پڑ گئے۔ اور حکم (رسول) کے باب میں باہم جھگڑنے لگے اور نافرمانی کی۔ اس کے کہ اللہ نے تمہیں دکھا دیا جو کچھ تم چاہتے تھے۔ کچھ تم میں سے وہ تھے جو دنیا چاہتے تھے اور کچھ تم میں سے وہ تھے جو آخرت چاہتے تھے پھر اللہ نے تم کو ان مشرکوں سے ہٹا لیا تاکہ تمہاری پوری آزمائش کرے اور یقیناً اللہ نے تم سے درگزر کی اور اللہ ایمان والوں کے حق میں بڑا صاحب فضل ہے

فوج کے جب قدم اکھڑتے ہیں اور بھگدڑ پڑ جاتی ہے تو افراتفری ہر قسم کی واقع ہونے لگتی ہے اور اس وقت ثابت قدمی عام انسانوں کا کام نہیں۔ اس موقع پر لشکر اسلام کا سپہدار اعظم، جو علاوہ تدبیر جنگ کے، ذاتی شجاعت و ہمت کے لحاظ سے بھی فرد فرید و بے عدیل تھا۔ باوجود زخمی ہونے کے اپنی جگہ پر ثابت و قائم رہا اور دوسروں کو پکارا کیا کہ ادھر آؤ میں ادھر ہوں۔ لیکن بدحواسی میں بھاگنے والوں کے اتنے ہوش ہی کہاں تھے۔ قرآن مجید نے ایسوں کو مواخذہ آخرت سے تو بری کر دیا جیسا کہ ابھی لقد عفا عنکم واللہ ذو فضل علی المؤمنین سے واضح ہو چکا ہے لیکن جنہوں نے وقتی نافرمانی کر کے رسول اللہ کو اذیت پہنچائی تو لازم ہوا کہ خود انہیں بھی اذیت پہنچ لے۔ یہ ساری سرگزشت چند لفظوں کے اندر قرآن کی زبان حقیقت ترجمان سے سنئے۔

Marfat.com

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓی اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ یَدْعُوْکُمْ فِیْٓ اُخْرٰکُمْ فَاَثَابَکُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِّکَیْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ وَلَا مَآ اَصَابَکُمْ وَاللّٰہُ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ (آل عمران ع)

(وہ وقت بھی یاد کرو) جب تم (بھاگتے ہوئے) چڑھے چلے جا رہے تھے۔ اور مڑکر بھی کسی کو نہ دیکھتے تھے۔ اور رسول تم کو پکار رہے تھے تمہارے پیچھے کی جانب سے۔ سو اللہ نے تمہیں غم دیا غم کے پاداش میں تاکہ تم رنجیدہ نہ ہوا کرو اس چیز پر جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اور نہ اس مصیبت سے جو تم پر پڑے اور اللہ تمہارے کاموں سے خوب خبردار ہے۔

جنگ بدر کی طرح اس جنگ میں بھی یہ ہوا کہ مسلمانوں کی خستہ فوج کو آرام کی سخت ضرورت تھی۔ اللہ نے ان پر یہ فضل کیا، کہ دوپہر کے وقت ان پر نیند طاری کردی۔ اس سے یہ تھکی ماندی فوج تازہ دم ہوگئی۔ اس حقیقت کا عکس قرآن مجید کے آئینہ میں ملاحظہ ہو۔

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَیْکُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَۃً نُّعَاسًا یَّغْشٰی طَآئِفَۃً مِّنْکُمْ۔ (آل عمران ع)

پھر اللہ نے اس غم کے بعد تمہارے اوپر راحت نازل کی۔ یعنی غنودگی جس کا غلبہ تم میں سے ایک جماعت پر پورا تھا۔

جنگ اُحد کی بعض منزلوں میں مومنین مخلصین کے ساتھ ساتھ منافقین مدینہ بھی تھے جو یہ ہانک لگائے ہوئے تھے کہ یہ مصیبت تو مسلمانوں کی اپنی لائی ہوئی ہے ورنہ ہم تو شروع ہی سے جنگ و مقابلہ کے مخالف تھے۔ ہماری سنتا کون ہے۔ ہماری سن لی گئی ہوتی تو یہ نوبتیں ہی کیوں آتیں، قرآن مجید نے ان جزئیات کو ضبط بیان میں لاکر واقعہ کے اس پہلو کو بھی حیات دوام بخش دی:۔

وَطَآئِفَۃٌ قَدْ اَھَمَّتْھُمْ اَنْفُسُھُمْ یَظُنُّوْنَ بِاللّٰہِ غَیْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاھِلِیَّۃِ یَقُوْلُوْنَ ھَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ یَقُوْلُوْنَ لَوْ کَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ مَّا

اور یہ گروہ وہ تھا۔ جسے اپنی جانوں کی پڑی ہوئی تھی۔ یہ اللہ کے بارے میں خلاف حقیقت خیالات قائم کر رہے تھے، جاہلیت کے خیالات وہ یہ کہہ رہے تھے کہ ہمارا کچھ اختیار چلتا ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا اگر کچھ بھی اختیار چلتا تو ہم یہاں نہ مارے

Marfat.com

قتلنا ھٰھنا۔ (آل عمران ع ۱۶) جاتے۔

صحابہ مخلصین سے بھی فطری البشری کمزوریوں کی بنا پر جو لغزشیں سرزد ہو گئی تھیں۔ اُن سے انہیں گو پروانہ عفو مل گیا تھا۔ پھر بھی تنبیہ خاص انہیں بھی کر دی گئی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْکُمْ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعَانِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّھُمُ الشَّیْطَانُ بِبَعْضِ مَا کَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰہُ عَنْھُمْ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ۔ (آل عمران ع ۱۶)

یقیناً تم میں سے جو لوگ اس دن پھر گئے تھے جس دن کہ دونوں فریق باہم مقابل ہوئے تھے۔ تو یہ تو بس اس سبب سے ہوا کہ شیطان نے انہیں ان کے بعض کرتوتوں کے سبب لغزش دے دی تھی اور بے شک اللہ انہیں معاف کر چکا ہے اور یقیناً اللہ بڑا مغفرت والا بڑا حلم والا ہے۔

ان نافرمان سپاہیوں کا قصور بہ ظاہر بہت سخت تھا۔ عین معرکہ جنگ میں ایک نازک موقعہ پر اپنے جنرل کی عدول حکمی کر کے اپنی اور اپنے جنرل دونوں کی تفضیح کا سبب بن رہے تھے اور اپنی خود رائی سے ساری امّت کو اذیت پہنچا دی تھی۔ لیکن دنیوی افسروں سرداروں۔ جنرلوں کے برخلاف حضورؐ نے ان کے ساتھ معاملہ شفقت و ملاطفت ہی کا رکھا۔ قرآن مجید اس طرز معاملت کی گواہی ان الفاظ میں دیتا ہے۔

فَبِمَا رَحْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ لِنْتَ لَھُمْ (آل عمران ع ۱۷)

پھر یہ اللہ کی رحمت ہی کے سبب سے ہے کہ آپ ان لوگوں کے ساتھ نرم رہے۔

ان سیر و تاریخ کا بیان ہے کہ اُحد میں ستر مسلمان شہید ہوئے اور اس سے قبل بدر میں مشرک ۷۰ کی تعداد میں قتل اور ۷۰ ہی کی تعداد میں گرفتار ہو چکے تھے قرآن مجید نے رمز کنایہ میں یہ حقیقت بھی دہرا دی۔

اَوَلَمَّآ اَصَابَتْکُمْ مُّصِیْبَۃٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَیْھَا قُلْتُمْ اَنّٰی ھٰذَا قُلْ ھُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ (آل عمران ع ۱۷)

اور جب تم کو ایسی ہار اٹھانا پڑی۔ جس کی دوگنی تم حریف پر ڈال چکے تھے۔ تو تم کہنے لگے کہ یہ کدھر سے ہوئی؟ آپ کہہ دیجئے کہ وہ تمہاری ہی طرف سے ہوئی۔ بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

Marfat.com

اور اسی میں مسلمانوں کی اس طبعی حیرت کا جواب بھی آگیا کہ ہم اللہ کے صاحب ایمان بندے۔ اللہ کی راہ میں لڑنے والے۔ پھر رسولؐ ہم میں موجود اس پر بھی شکست ہمیں کیوں؟ انہیں بتادیا گیا کہ ہمارا وعدہ فتح و نصرت تو تمہاری طاعت و اطاعت کے ساتھ مشروط تھا جب تم نے اس کا لحاظ نہ رکھا تو وہ وعدہ باقی کہاں رہا اور ہم قادر جس طرح فتح دینے پر ہیں۔ اسی طرح اس سے محروم کر دینے پر بھی اَنّٰی ھٰذَا قُلْ ھُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ جواب ابھی ختم نہیں ہوا آگے چل رہا ہے۔

وَمَآ اَصَابَکُمْ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰہِ وَلِیَعْلَمَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَلِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ نَافَقُوْا

(آل عمران ع ۱۷)

اور جو مصیبت تم پر اس روز پڑی جبکہ دونوں گروہ باہم مقابل ہوئے سو وہ اللہ کی مشیت سے ہوئی تاکہ وہ جان لے مومنین کو بھی اور جان لے ان لوگوں کو بھی جنہوں نے منافقت اختیار کی تھی۔

روایات تاریخ میں آتا ہے کہ عین معرکہ قتال سے قبل قبیلہ خزرج کا ایک سردار اپنی تین سو کی جمعیت کے ساتھ لشکر اسلام سے الگ ہو گیا تھا اور اس طرح منافقین جو اب تک مار آستین بنے ہوئے تھے ان کا پردہ فاش ہو کر رہا۔ اس غزوہ کی تاریخ اہل سیر نے لکھا ہے کہ ۲۷ رشوال سنہ ۳ ہجری مطابق ۲۳ ر مارچ ۶۲۵ء تھی۔

غزوۂ بدر ثانیہ غزوہ اُحد کے اتنے تفصیلی تذکرہ سے متصل اور گویا اسی کی لپیٹ میں ایک اور غزوہ کا ذکر بھی قرآن مجید میں آیا ہے جس میں لشکر اسلام پوری ہمت و عزم کے ساتھ میدان جنگ میں آحاضر ہوا۔ لیکن فریق مخالف جو کہاں تو مسلمان کو ڈرا دھمکا رہا تھا اور کہاں خود ہی خائف و مرعوب ہو گیا۔ ہمت چھوٹ گئی آدھے راستے تک آکر واپس چلا گیا اور نوبت قتال کی نہ آئی ـــــ قرآن مجید کا بیان سنئے:۔

اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ بَعْدِ مَآ اَصَابَھُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْھُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ اَلَّذِیْنَ قَالَ

(یہ وہ لوگ ہیں) جنہوں نے اللہ اور رسول کے کہنے کو مان لیا بعد اس کے کہ انہیں زخم لگ چکا تھا ان میں سے جو نیک و متقی ہیں (اور وہ سب ہی ہیں) ان کے لیے اجر عظیم ہے یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان

Marfat.com

لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ۔

سے کہنے والوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے خلاف بڑا سامان اکٹھا کر لیا ہے۔ ان سے ڈرو۔ لیکن اس نے ان کا جوش وایمان اور بڑھا دیا اور یہ لوگ بولے کہ اللہ ہمارے لیے کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے یہ لوگ اللہ کے انعام وفضل کے ساتھ واپس آگئے انہیں کوئی ناگواری (ذرا بھی) پیش نہ آئی۔

(آل عمران ع ۱۸)

حرب اعصاب یا سرد جنگ کی آوازیں آپ چند سال سے ہر طرف سے سن رہے ہیں۔ اہل عرب بھی اس سے ناواقف نہ تھے بلکہ اس وقت کا مکی لیڈر ابو سفیان صخر بن حرب اموی۔ کہنا چاہیے کہ اس فن کا ماہر تھا۔ اہل تاریخ کا بیان ہے کہ اس نے معرکہ احد کے بعد اپنے خاص آدمیوں کے ذریعہ یہ پروپیگنڈہ مدینہ میں شروع کرا دیا تھا کہ قریش کی طاقت کے پیش نظر اب ان سے ٹکر لینا آسان نہیں۔ ایمان کے پختہ مسلمان یہ خبریں سن سن ذرا بھی بددل یا ہراساں نہ ہوئے اور رسول اسلام صلعم لشکر لے کر نکلے۔ مقام بدر تک پہنچے۔ آٹھ روز وہاں قیام فرمایا۔ ادھر مکی لیڈر ابو سفیان بھی فوج لے کر چلا۔ لیکن ہمت جواب دے گئی۔ کچھ دور چل کر راستہ سے واپس چلا گیا اور مسلمان بلا کسی قسم کا نقصان اٹھائے خوش خوش مدینہ واپس آگئے۔ تاریخ کی کتابوں میں اس غزوہ کا نام بدر ثانیہ آیا ہے اور اس کا زمانہ ذی قعدہ سنہ ۴ھ ہجری یا اپریل سنہ ۶۲۶ء بتایا گیا ہے اور روایتوں میں آتا ہے کہ اس وقت اسلامی لشکر میں ۱۵۰۰ پیدل اور ۱۰ سوار تھے اور اہل مکہ کے لشکر میں ۲۰۰۰ پیدل اور ۵۰ سوار۔

غزوۂ بنی نضیر

اب تک جن غزوات کا ذکر آپ نے سنا، یہ سب مشرکین مکہ کے مقابلہ میں تھے۔ جو مکہ سے چڑھائی کر کے اطراف مدینہ تک آتے تھے۔ لیکن مدینہ سے عین متصل آبادی یہود کی بھی تھی۔ آنحضرتؐ نے ایک اعلیٰ مدبر وحکیم السیاست کی طرح ورود مدینہ کے بعد ہی ان سے دوستانہ معاہدہ

کر لیا تھا لیکن ان کے ایک بڑے گروہ نے جو بنی نضیر کہلاتے تھے۔ کچھ ہی روز بعد بدعہدی شروع کر دی اور مسلمانوں کی ایذا پر کمربستہ ہو گئے۔ بالآخر اُن پر فوج کشی ہوئی انہیں بڑا ناز اپنی قلعہ بندی پر تھا۔ اس کے باوجود شکست ان کے نصیب میں آئی۔ سزا ان کے لیے جلاوطنی تجویز ہوئی۔ اور یہ لوگ مدینہ سے نکل کر شام کی طرف روانہ ہوئے۔

قرآن مجید یہ ساری روداد اپنے معجزانہ انداز میں یوں ادا کرتا ہے۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ۔ (الحشر ع ۱)

وہ اللہ وہی ہے۔ جس نے اہل کتاب کافروں کو ان کے گھروں سے پہلی بار اکٹھا کر کے نکال دیا۔ تمہارا گمان بھی نہ تھا کہ وہ نکلیں گے اور خود ان کا خیال تھا کہ ان کے قلعے انہیں اللہ کی گرفت سے بچالیں گے سو اللہ کا عذاب انہیں ایسی جگہ پہنچا کہ انہیں خیال بھی نہ تھا اور اللہ نے ان کے دلوں میں وحشت ڈال دی تو وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھ سے بھی اجاڑ رہے تھے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی سو اے دانش والو۔ تم عبرت حاصل کرو۔

مورخین نے لکھا ہے کہ وطن چھوڑتے ہوئے ایک ہتھیاروں کی اجازت تو نہ تھی۔ باقی یہ سارا اثاث البیت ساتھ لیتے گئے۔ یہاں تک کہ گھروں کے دروازے اور چوکھٹیں بھی بنی نضیر حضرت ہارونؑ کی اولاد میں تھے اس لیے علاوہ اپنی دولت و ثروت کے یہود میں دینی پیشوائی کا مرتبہ بھی رکھتے تھے۔ لیکن یہ چیز بھی انہیں عذاب الٰہی کی گرفت سے نہ بچا سکی۔ پھر بھی چونکہ انہوں نے شروع ہی میں ہتھیار رکھ دیئے تھے۔ سخت تر اور انتہائی سزا یعنی قتل سے بچ گئے۔ ارشاد ہوا ہے۔

وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاۗءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ

اور اگر اللہ نے ان کے حق میں جلاوطنی نہ لکھ دی ہوتی تو وہ دنیا ہی میں انہیں عذاب دیتا یعنی قتل عام

Marfat.com

فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ۔ (آل عمران ع ۱۸) کا) اور آخرت میں تو انہیں دوزخ کا عذاب ہونا ہی ہے۔

ان لوگوں سے باقاعدہ مقابلہ کی تو نوبت آئی نہ تھی صرف محاصرہ کی شدت کو قوی و موثر بنانے کے لیے اور تیر اندازی وغیرہ کی جنگی ضرورتوں سے لشکر اسلام کو یہ کاروائی کرنا پڑی تھی کہ کھجوروں کے باغ جو بنی نضیر کے ارد گرد لگے ہوئے تھے۔ ان میں سے بعض کو کاٹ دیا۔ اس پر ان لوگوں نے بڑی فریاد برپا کی۔ قرآن مجید میں جزئیات بھی مع جواب موجود ہیں۔ مسلمانوں کو مخاطب کر کے ارشاد ہوا ہے۔

مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِيْنَ۔ (آل عمران ع ۱۸) کھجوروں کے درخت جو تم نے کاٹے یا انہیں ان کی جڑوں پر قائم رہنے دیا تو یہ (دونوں ہی باتیں) اللہ کے حکم کے موافق ہیں اور تاکہ اللہ (اس سے) نافرمانوں کو رسوا کرے۔

قرآن مجید نے جو جواب دیا ہے۔ اس کی شرح و تعبیر مختلف پہلوؤں سے کی جا سکتی ہے اور قدیم و جدید مفسروں نے مختلف و متعدد پہلو اختیار بھی کئے ہیں۔ لیکن یہ تفسیری بحثیں ہیں۔ سیرۃ نگار کے کام کی نہیں۔ اس کے کام کی چیز تو بس یہ ہے کہ چونکہ یہ فتح مبین بغیر کسی خونریزی کے اور بغیر مسلمانوں کے کسی خفیف نقصان کے انہیں حاصل ہو گئی تھی اس لیے قرآن مجید نے اللہ کے اس احسان کو بھی نمایاں کیا ہے۔

وَمَا اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَا اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ (ایضاً) اور جو کچھ اللہ نے اپنے رسول کو ان سے دلوا دیا۔ سو تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ لیکن اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہے مسلط فرما دیتا ہے اور اللہ ہر شئے پر قادر ہے۔

مدینہ کے پر قوت و ذی اثر منافقین نے بڑے بڑے وعدے امداد و رفاقت کے ان یہود سے کر رکھے تھے کہ قتال ہو یا جلا وطنی ہم تمہارا ساتھ بہر صورت دیں گے قرآن مجید نے زور تاکید کے ساتھ پیش خبری کر دی تھی کہ ایسا نہیں ہونے کا۔ یہ وعدہ کرنے

والے عین وقت پر دغا دے جائیں گے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نَافَقُوا يَقُولُونَ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيعُ فِيكُمْ أَحَدًا أَبَدًا وَإِنْ قُوتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ لَئِنْ أُخْرِجُوا لَا يَخْرُجُونَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوتِلُوا لَا يَنْصُرُونَهُمْ وَلَئِنْ نَصَرُوهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ۔

(الحشر ۲)

کیا تم نے نظر نہیں کی، کہ منافقین اپنے بھائیوں سے کہ کفار اہل کتاب ہیں کہتے ہیں کہ اگر تم نکالے گئے تو ضرور ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور تمہارے معاملہ میں ہم کبھی کسی کا کہنا نہیں مانیں گے اور اگر کسی کی تم سے لڑائی ہوئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ بہت جھوٹے ہیں اہل کتاب اگر نکالے گئے تو یہ بالکل ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر ان سے لڑائی ہوئی تو یہ لوگ ان کی مدد نہ کریں گے اور اگر مدد کی بھی تو (پھر) پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے پھر ان کی کوئی مدد نہ ہوگی۔

اور واقعہ بھی یہی ہوا کہ جب بنی نضیر پر وقت پڑا اور ان کا شدید محاصرہ ہوا تو منافقین میں سے کوئی بھی مدد کو نہ پہنچا۔ قرآن مجید نے ان منافقین کی ذہنیت کی بھی تھوڑی سی تشریح و تحلیل کر دی ہے۔ وہ بھی قابل ملاحظہ ہے۔

لَأَنْتُمْ أَشَدُّ رَهْبَةً فِي صُدُورِهِمْ مِنَ اللَّهِ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ لَا يُقَاتِلُونَكُمْ جَمِيعًا إِلَّا فِي قُرًى مُحَصَّنَةٍ أَوْ مِنْ وَرَاءِ جُدُرٍ بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا

بے شک ان لوگوں کے دلوں میں تمہارا خوف اللہ سے بھی زائد ہے۔ اس لیے کہ یہ لوگ سب سے کام نہیں لیتے یہ لوگ سب مل کر بھی تم سے نہ لڑیں گے۔ مگر ہاں قلعہ بند بستیوں یا دیواروں کی آڑ میں ان کی لڑائی آپس میں بڑی تیز ہے اور (اے مخاطب) تو انہیں باہم متفق خیال کرتا ہے حالانکہ ان کے قلوب ایک دوسرے سے ہٹے ہوئے ہیں یہ اس لیے کہ یہ ایسے لوگ ہیں جو عقل سے

Marfat.com

يَعْقِلُوْنَ۔ (آل الحشر ع ۱) کام نہیں لیتے۔

بنی نضیر کی شکست اور جلاوطنی کا واقعہ ربیع الاول ۴ھ ہجری مطابق اگست ۶۲۵ئہ کا ہے۔

بنی قینقاع

لیکن اس سے کوئی دو سال قبل تقریباً بالکل یہی صورت یہود ہی کے ایک دوسرے قبیلہ بنی قینقاع کو پیش آچکی تھی اور نضیر والوں نے ذرا سبق اس سے نہ لیا تھا۔ قرآن مجید نے بنی نضیر ہی کے سلسلہ میں ادھر بھی اشارہ کر دیا ہے یا ایسا اشارہ جو قائم مقام صراحت ہے ارشاد ہوتا ہے۔

كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ (الحشر ع ۲)

ان لوگوں کی مثال اُن لوگوں کی سی ہے جو ان سے کچھ ہی پہلے ہو چکے ہیں وہ اپنی کرتوتوں کا مزہ چکھ چکے اور ان کے لیے عذاب دردناک ہے۔

یہود کا یہ قبیلہ بھی حوالی مدینہ میں آباد تھا اور یہود کے تینوں قبیلوں میں شجاع ترین تھا انہیں بھی بڑا ناز اپنے قلعوں یا گڑھیوں پر تھا۔ انہوں نے علاوہ اپنی عہد شکنیوں کے اپنی فرد جرم میں اضافہ ایک انصاری خاتون کی توہین کر کے بھی کیا تھا۔ بالآخر ان کا محاصرہ کیا گیا اور انہیں بھی سزائے جلاوطنی ملی تھی۔

تاریخ میں اس کا زمانہ شوال ۲ھ ہجری یا اپریل ۶۲۴ئہ ثبت ہے

غزوۂ بنی قریظہ

یہود کے تیسرے قبیلہ کا نام بنی قریظہ تھا یہ بھی حوالی مدینہ میں آباد تھے اور ان کے اور بنی نضیر کے درمیان حد فاصل کچھ باغ تھے۔ بدزبانی اور شر انگیزی میں یہ شاید اوروں سے بھی کچھ بڑھے ہوئے تھے بار بار مسلمانوں کے حلیف بنتے تھے اور پھر عہد توڑ دیتے تھے یہاں تک کہ ایک بار کھلم کھلا جنگ میں مشرکین مکہ کے شریک ہو گئے۔ آخر رسول اللہ ؐ نے ان پر بھی فوج کشی کی اور دس روز کے محاصرہ میں یہ اپنی جان سے عاجز آ گئے۔ اپنی قسمت کا فیصلہ انہوں نے مدینہ کے مشہور سردار قبیلہ اوس سعد بن معاذؓ پر چھوڑا اور پھر انہیں کے فیصلہ کے مطابق ان کے مرد قتل کر دیئے گئے اور ان کے بچے اور عورتیں گرفتار ہو کر آئے ـــــ قرآن مجید میں رسول کو خطاب کر کے

Marfat.com

یوں ارشاد ہوا ہے۔

اَلَّذِیْنَ عَاهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ۔ (الانفال ع ۸)

یہ لوگ ہیں۔ جن سے آپ عہد (بار بار) لے چکے ہیں پھر وہ اپنا عہد ہر بار توڑ ڈالتے ہیں اور وہ (اس سے) ڈرتے نہیں تو آپ انہیں اگر جنگ میں پا جائیں تو انہیں ایسی سزا دیں کہ دوسرے بھی سمجھ جائیں۔

اور دوسری جگہ یہ ارشاد ہوا کہ مسلمانوں کو اس موقع پر تو جنگ کرنا ہی نہ پڑی اور غزوہ احزاب میں جن یہود یعنی بنی قریظہ نے مشرکین و معاندین اسلام کا ساتھ دیا تھا۔ آخر مسلمانوں سے مرعوب و خائف ہو کر انہیں خود اپنے قلعے چھوڑنے پڑے اور قتل و اسیری دونوں کی سزائیں بھگتنا پڑیں۔

وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا۔

(الاحزاب ع ۳)

اور جنگ میں اللہ خود ہی مومنین کے لیے کافی ہو گیا اور اللہ تو ہی ہے بڑا قوت والا اور بڑا زبردست اور جن اہل کتاب نے ان کی (یعنی اہل احزاب کی) مدد کی تھی اللہ نے انہیں ان کے قلعوں سے اتار دیا اور ان کے دلوں میں تمہارا رعب بٹھا دیا پھر بعض کو تم قتل کرنے لگے اور بعض کو قید کرنے۔

اور قدرتی نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ بنی قریظہ کی نقدی اور جائداد سب مسلمانوں کے قبضہ میں آگئی، مسلمانوں کو خطاب کر کے قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے۔

وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا۔ (الاحزاب ع ۳)

(اور اللہ نے) تمہیں بنا دیا وارث ان کی زمین کا اور ان کے گھروں اور ان کے مال کا اور اس زمین کا بھی جس میں تم نے اب تک قدم نہیں رکھا ہے اور اللہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔

اَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا۔ میں بڑی وسعت ہے۔ قیامت تک جتنے ملک بھی مسلمانوں

Marfat.com

قتلنا ھٰھنا۔ (آل عمران ع ۱۶) جاتے۔

صحابہ مخلصین سے بھی فطری البشری کمزوریوں کی بنا پر جو لغزشیں سرزد ہو گئی تھیں۔ اُن سے انہیں گو پروانہ عفو مل گیا تھا۔ پھر بھی تنبیہ خاص انہیں بھی کر دی گئی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْکُمْ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعَانِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّیْطَانُ بِبَعْضِ مَا کَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ۔ (آل عمران ع ۱۶)

یقیناً تم میں سے جو لوگ اس دن پھر گئے تھے جس دن کہ دونوں فریق باہم مقابل ہوئے تھے۔ تو یہ تو بس اس سبب سے ہوا کہ شیطان نے انہیں ان کے بعض کرتوتوں کے سبب لغزش دے دی تھی اور بے شک اللہ انہیں معاف کر چکا ہے اور یقیناً اللہ بڑا مغفرت والا بڑا حلم والا ہے۔

ان نافرمان سپاہیوں کا قصور بہ ظاہر بہت سخت تھا۔ عین معرکہ جنگ میں ایک نازک موقعہ پر اپنے جنرل کی عدول حکمی کر کے اپنی اور اپنے جنرل دونوں کی تفضیح کا سبب بن رہے تھے اور اپنی خودرائی سے ساری امت کو اذیت پہنچا دی تھی۔ لیکن دنیوی افسروں سرداروں۔ جنرلوں کے برخلاف حضورؐ نے ان کے ساتھ معاملہ شفقت و ملاطفت ہی کا رکھا۔ قرآن مجید اس طرز معاملت کی گواہی ان الفاظ میں دیتا ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ (آل عمران ع ۱۷)

پھر یہ اللہ کی رحمت ہی کے سبب سے ہے کہ آپ ان لوگوں کے ساتھ نرم رہے۔

ان سیر و تاریخ کا بیان ہے کہ اُحد میں ستّر مسلمان شہید ہوئے اور اس سے قبل بدر میں مشرک ۷۰ کی تعداد میں قتل اور ۷۰ ہی کی تعداد میں گرفتار ہو چکے تھے قرآن مجید نے رمز کنایہ میں یہ حقیقت بھی دہرا دی۔

اَوَلَمَّا اَصَابَتْکُمْ مُّصِیْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَیْهَا قُلْتُمْ اَنّٰی هٰذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِکُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ (آل عمران ع ۱۷)

اور جب تم کو ایسی ہار اٹھانا پڑی۔ جس کی دوگنی تم حریف پر ڈال چکے تھے۔ تو تم کہنے لگے کہ یہ کدھر سے ہوئی۔ آپ کہہ دیجئے کہ وہ تمہاری ہی طرف سے ہوئی۔ بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

Marfat.com

اور اسی میں مسلمانوں کی اس طبعی حیرت کا جواب بھی آگیا کہ ہم اللہ کے صاحب ایمان بندے۔ اللہ کی راہ میں لڑنے والے۔ پھر رسولؐ ہم میں موجود اس پر بھی شکست ہمیں کیوں؟ انہیں بتا دیا گیا کہ ہمارا وعدہ فتح و نصرت تو تمہاری طاعت و اطاعت کے ساتھ مشروط تھا جب تم نے اس کا لحاظ نہ رکھا تو وہ وعدہ باقی کہاں رہا اور ہم قادر جس طرح فتح دینے پر ہیں۔ اسی طرح اس سے محروم کر دینے پر بھی اَنّٰى هٰذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ جواب ابھی ختم نہیں ہوا آگے چل رہا ہے۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا (آل عمران ع ۱۷)

اور جو مصیبت تم پر اس روز پڑی جبکہ دونوں گروہ باہم مقابل ہوئے سو وہ اللہ کی مشیت سے ہوئی تاکہ وہ جان لے مومنین کو بھی اور جان لے ان لوگوں کو بھی جنہوں نے منافقت اختیار کی تھی۔

روایات تاریخ میں آتا ہے کہ عین معرکہ قتال سے قبل قبیلہ خزرج کا ایک سردار اپنی تین سو کی جمعیت کے ساتھ لشکر اسلام سے الگ ہو گیا تھا اور اس طرح منافقین جو اب تک مار آستین بنے ہوئے تھے ان کا پردہ فاش ہو کر رہا۔ اس غزوہ کی تاریخ اہل سیر نے لکھا ہے کہ ۲۷ / شوال ۳ ھ ہجری مطابق ۲۳ / مارچ ۶۲۵ء تھی۔

غزوۂ بدر ثانیہ غزوہ احد کے اتنے تفصیلی تذکرہ سے متصل اور گویا اسی کی لپیٹ میں ایک اور غزوہ کا ذکر بھی قرآن مجید میں آیا ہے جس میں لشکر اسلام پوری ہمت و عزم کے ساتھ میدان جنگ میں آ حاضر ہوا۔ لیکن فریق مخالف جو کہاں تو مسلمان کو ڈرا دھمکا رہا تھا اور کہاں خود ہی خائف و مرعوب ہو گیا۔ ہمت چھوٹ گئی آدھے راستے تک آکر واپس چلا گیا اور نوبت قتال کی نہ آئی —— قرآن مجید کا بیان سنئے:۔

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ اَلَّذِيْنَ قَالَ

(یہ وہ لوگ ہیں) جنہوں نے اللہ اور رسول کے کہنے کو مان لیا بعد اس کے کہ انہیں زخم لگ چکا تھا ان میں سے جو نیک و متقی ہیں (اور وہ سب ہی ہیں) ان کے لیے اجر عظیم ہے یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان

Marfat.com

لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ۔ (آل عمران ع ۱۸)

سے کہنے والوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے خلاف بڑا سامان اکٹھا کر لیا ہے۔ ان سے ڈرو۔ لیکن اس نے ان کا جوش و ایمان اور بڑھا دیا اور یہ لوگ بولے کہ اللہ ہمارے لیے کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے یہ لوگ اللہ کے انعام و فضل کے ساتھ واپس آگئے انہیں کوئی ناگواری (ذرا بھی) پیش نہ آئی۔

حرب اعصاب یا سرد جنگ کی آوازیں آپ چند سال سے ہر طرف سے سن رہے ہیں۔ اہل عرب بھی اس سے ناواقف نہ تھے بلکہ اس وقت کا مکی لیڈر ابو سفیان صخر بن حرب اموی۔ کہنا چاہیے کہ اس فن کا ماہر تھا۔ اہل تاریخ کا بیان ہے کہ اس نے معرکہ احد کے بعد اپنے خاص آدمیوں کے ذریعہ یہ پروپیگنڈہ مدینہ میں شروع کرا دیا تھا کہ قریش کی طاقت کے پیش نظر اب ان سے ٹکر لینا آسان نہیں۔ ایمان کے پختہ مسلمان یہ خبریں سن سن ذرا بھی بد دل یا ہراساں نہ ہوئے اور رسول اسلام صلعم لشکر لے کر نکلے۔ مقام بدر تک پہنچے۔ آٹھ روز وہاں قیام فرمایا۔ ادھر مکی لیڈر ابو سفیان بھی فوج لے کر چلا۔ لیکن ہمت جواب دے گئی۔ کچھ دور چل کر راستہ سے واپس چلا گیا اور مسلمان بلا کسی قسم کا نقصان اٹھائے خوش خوش مدینہ واپس آگئے۔ تاریخ کی کتابوں میں اس غزوہ کا نام بدر ثانیہ آیا ہے اور اس کا زمانہ ذی قعدہ ۴ھ ہجری یا اپریل ۶۲۶ء بتایا گیا ہے اور روایتوں میں آتا ہے کہ اس وقت اسلامی لشکر میں ۱۵۰۰ پیدل اور ۱۰ سوار تھے اور اہل مکہ کے لشکر میں ۲۰۰۰ پیدل اور ۵۰ سوار۔

غزوۂ بنی نضیر

اب تک جن غزوات کا ذکر آپ نے سنا، یہ سب مشرکین مکہ کے مقابلہ میں تھے۔ جو مکہ سے چڑھائی کر کے اطراف مدینہ تک آتے تھے۔ لیکن مدینہ سے عین متصل آبادی یہود کی بھی تھی۔ آنحضرتؐ نے ایک اعلیٰ مدبر و حکیم السیاست کی طرح ورود مدینہ کے بعد ہی ان سے دوستانہ معاہدہ

کر لیا تھا لیکن ان کے ایک بڑے گروہ نے جو بنی نضیر کہلاتے تھے۔ کچھ ہی روز بعد بد عہدی شروع کر دی اور مسلمانوں کی ایذا پر کمر بستہ ہو گئے۔ بالآخر ان پر فوج کشی ہوئی انہیں بڑا ناز اپنی قلعہ بندی پر تھا۔ اس کے باوجود شکست ان کے نصیب میں آئی۔ سزا ان کے لیے جلاوطنی تجویز ہوئی۔ اور یہ لوگ مدینہ سے نکل کر شام کی طرف روانہ ہوئے۔

قرآن مجید یہ ساری روداد اپنے معجزانہ انداز میں یوں ادا کرتا ہے۔

هُوَ الَّذِيٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ۔ (الحشر ۱)	وہ اللہ ہی ہے۔ جس نے اہل کتاب کافروں کو ان کے گھروں سے پہلی بار اکٹھا کر کے نکال دیا۔ تمہارا گمان بھی نہ تھا کہ وہ نکلیں گے اور خود ان کا خیال تھا کہ ان کے قلعے انہیں اللہ کی گرفت سے بچا لیں گے سو اللہ کا عذاب انہیں ایسی جگہ پہنچا کہ انہیں خیال بھی نہ تھا اور اللہ نے ان کے دلوں میں وہشت ڈال دی تو وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھ سے بھی اجاڑ رہے تھے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی سوائے دانش والو۔ تم عبرت حاصل کرو۔

مورخین نے لکھا ہے کہ وطن چھوڑتے ہوئے ایک ہتھیاروں کی اجازت تو نہ تھی۔ باقی یہ سارا اثاث البیت ساتھ لیتے گئے۔ یہاں تک کہ گھروں کے دروازے اور چوکھٹیں بھی بنی نضیر حضرت ہارونؑ کی اولاد میں تھے اس لیے علاوہ اپنی دولت و ثروت کے یہود میں دینی پیشوائی کا مرتبہ بھی رکھتے تھے۔ لیکن یہ چیز بھی انہیں عذاب الٰہی کی گرفت سے نہ بچا سکی۔ پھر بھی چونکہ انہوں نے شروع ہی میں ہتھیار رکھ دیئے تھے۔ سخت تر اور انتہائی سزا یعنی قتل سے بچ گئے۔ ارشاد ہوا ہے۔

وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ	اور اگر اللہ نے ان کے حق میں جلاوطنی نہ لکھ دی ہوتی تو وہ دنیا ہی میں انہیں عذاب دیتا یعنی قتل عام

Marfat.com

فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابُ النَّارِ۔ (آل عمران ع ۱۸) — اور آخرت میں تو انہیں دوزخ کا عذاب ہونا ہی ہے۔

ان لوگوں سے باقاعدہ مقابلہ کی تو نوبت آئی نہ تھی صرف محاصرہ کی شدت کو قوی و موثر بنانے کے لیے اور تیر اندازی وغیرہ کی جنگی ضرورتوں سے لشکر اسلام کو یہ کاروائی کرنا پڑی تھی کہ کھجوروں کے باغ جو بنی نضیر کے ارد گرد لگے ہوئے تھے۔ ان میں سے بعض کو کاٹ دیا۔ اس پر ان لوگوں نے بڑی فریاد برپا کی۔ قرآن مجید میں جزئیات بھی مع جواب موجود ہیں۔ مسلمانوں کو مخاطب کر کے ارشاد ہوا ہے۔

مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِیْنَۃٍ اَوْ تَرَکْتُمُوْهَا قَآئِمَۃً عَلٰٓی اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِیُخْزِیَ الْفَاسِقِیْنَ۔ (آل عمران ع ۱۸)

کھجوروں کے درخت جو تم نے کاٹے یا انہیں ان کی جڑوں پر قائم رہنے دیا تو یہ (دونوں ہی باتیں) اللہ کے حکم کے موافق ہیں اور تاکہ اللہ (اس سے) نافرمانوں کو رسوا کرے۔

قرآن مجید نے جو جواب دیا ہے۔ اس کی شرح و تعبیر مختلف پہلوؤں سے کی جا سکتی ہے اور قدیم و جدید مفسروں نے مختلف و متعدد پہلو اختیار بھی کئے ہیں۔ لیکن یہ تفسیری بحثیں ہیں۔ سیرۃ نگار کے کام کی نہیں۔ اس کے کام کی چیز تو بس یہ ہے کہ چونکہ یہ فتح مبین بغیر کسی خونریزی کے اور بغیر مسلمانوں کے کسی خفیف نقصان کے انہیں حاصل ہو گئی تھی اس لیے قرآن مجید نے اللہ کے اس احسان کو بھی نمایاں کیا ہے۔

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَیْهِ مِنْ خَیْلٍ وَّلَا رِکَابٍ وَّلٰکِنَّ اللّٰهَ یُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ (ایضاً)

اور جو کچھ اللہ نے اپنے رسول کو ان سے دلوا دیا۔ سو تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ لیکن اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہے مسلط فرما دیتا ہے اور اللہ ہر شئے پر قادر ہے۔

مدینہ کے پر قوت و ذی اثر منافقین نے بڑے بڑے وعدے امداد و رفاقت کے ان یہود سے کر رکھے تھے کہ قتال ہو یا جلا وطنی ہم تمہارا ساتھ بہر صورت دیں گے قرآن مجید نے زور تاکید کے ساتھ پیش خبری کر دی تھی کہ ایسا نہیں ہونے کا۔ یہ وعدہ کرتے

Marfat.com

والے عین وقت پر دغا دے جائیں گے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ۔ (الحشر ع ۲)	کیا تم نے نظر نہیں کی، کہ منافقین اپنے بھائیوں سے کہ کفار اہل کتاب ہیں کہتے ہیں کہ اگر تم نکالے گئے تو ضرور ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور تمہارے معاملہ میں ہم کبھی کسی کا کہنا نہیں مانیں گے اور اگر کسی کی تم سے لڑائی ہوئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ بہت جھوٹے ہیں اہل کتاب اگر نکالے گئے تو یہ بالکل ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر ان سے لڑائی ہوئی تو یہ لوگ ان کی مدد نہ کریں گے اور اگر مدد کی بھی تو (پھر) پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے پھر ان کی کوئی مدد نہ ہوگی۔

اور واقعہ بھی یہی ہوا کہ جب بنی نضیر پر وقت پڑا اور ان کا شدید محاصرہ ہوا تو منافقین میں سے کوئی بھی مدد کو نہ پہنچا۔ قرآن مجید نے ان منافقین کی ذہنیت کی بھی تھوڑی سی تشریح و تحلیل کر دی ہے۔ وہ بھی قابل ملاحظہ ہے۔

لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا	بے شک ان لوگوں کے دلوں میں تمہارا خوف اللہ سے بھی زائد ہے۔ اس لیے کہ یہ لوگ سب سے کام نہیں لیتے یہ لوگ سب مل کر بھی تم سے نہ لڑیں گے۔ مگر ہاں قلعہ بند بستیوں یا دیواروں کی آڑ میں ان کی لڑائی آپس میں بڑی تیز ہے اور (اے مخاطب) تو انہیں باہم متفق خیال کرتا ہے حالانکہ ان کے قلوب ایک دوسرے سے ہٹے ہوئے ہیں یہ اس لیے کہ یہ ایسے لوگ ہیں جو عقل سے

Marfat.com

يَعۡقِلُوۡنَ۔ (آل الحشر ع ۱) کام نہیں لیتے۔

بنی نضیر کی شکست اور جلاوطنی کا واقعہ ربیع الاول سنہ ۴ ہجری مطابق اگست سنہ ۶۲۵ کا ہے۔

بنی قینقاع

لیکن اس سے کوئی دو سال قبل تقریباً بالکل یہی صورت یہود ہی کے ایک دوسرے قبیلہ بنی قینقاع کو پیش آچکی تھی اور نضیر والوں نے ذرا سبق اس سے نہ لیا تھا۔ قرآن مجید نے بنی نضیر ہی کے سلسلہ میں ادھر بھی اشارہ کر دیا ہے یا ایسا اشارہ جو قائم مقام صراحت ہے ارشاد ہوتا ہے۔

كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ (الحشر ع ۲)

ان لوگوں کی مثال اُن لوگوں کی سی ہے جو ان سے کچھ ہی پہلے ہوچکے ہیں وہ اپنی کرتوتوں کا مزہ چکھ چکے اور ان کے لیے عذاب دردناک ہے۔

یہود کا یہ قبیلہ بھی حوالی مدینہ میں آباد تھا اور یہود کے تینوں قبیلوں میں شجاع ترین تھا انہیں بھی بڑا ناز اپنے قلعوں یا گڑھیوں پر تھا۔ انہوں نے علاوہ اپنی عہد شکنیوں کے اپنی فرد جرم میں اضافہ ایک انصاری خاتون کی توہین کر کے بھی کیا تھا۔ بالآخر ان کا محاصرہ کیا گیا اور انہیں بھی سزائے جلاوطنی ملی تھی۔

تاریخ میں اس کا زمانہ شوال سنہ ۲ ہجری یا اپریل سنہ ۶۲۴ ثبت ہے

غزوۂ بنی قریظہ

یہود کے تیسرے قبیلہ کا نام بنی قریظہ تھا یہ بھی حوالی مدینہ میں آباد تھے اور ان کے اور بنی نضیر کے درمیان حد فاصل کچھ باغ تھے۔ بدزبانی اور شر انگیزی میں یہ شاید اوروں سے بھی کچھ بڑھے ہوئے تھے بار بار مسلمانوں کے حلیف بنتے تھے اور پھر عہد توڑ دیتے تھے یہاں تک کہ ایک بار کھلم کھلا جنگ میں مشرکین مکہ کے شریک ہو گئے۔ آخر رسول اللہؐ نے ان پر بھی فوج کشی کی اور دس روز کے محاصرہ میں یہ اپنی جان سے عاجز آ گئے۔ اپنی قسمت کا فیصلہ انہوں نے مدینہ کے مشہور سردار قبیلہ اوس سعد بن معاذؓ پر چھوڑا اور پھر انہیں کے فیصلہ کے مطابق ان کے مرد قتل کر دیئے گئے اور ان کے بچے اور عورتیں گرفتار ہو کر آئے ـــــ قرآن مجید میں رسول کو خطاب کر کے

یوں ارشاد ہوا ہے۔

اَلَّذِیْنَ عَاهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِیْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِی الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ۔ (الانفال ع ۸)

یہ لوگ ہیں۔ جن سے آپ عہد (بار بار) لے چکے ہیں پھر وہ اپنا عہد ہر بار توڑ ڈالتے ہیں اور وہ (اس سے) ڈرتے نہیں تو آپ انہیں اگر جنگ میں پا جائیں تو انہیں ایسی سزا دیں کہ دوسرے بھی سمجھ جائیں۔

اور دوسری جگہ یہ ارشاد ہوا کہ مسلمانوں کو اس موقع پر تو جنگ کرنا ہی نہ پڑی اور غزوہ احزاب میں جن یہود یعنی یہود بنی قریظہ نے مشرکین و معاندین اسلام کا ساتھ دیا تھا۔ آخر مسلمانوں سے مرعوب و خائف ہو کر انہیں خود اپنے قلعے چھوڑنے پڑے اور قتل و اسیری دونوں کی سزائیں بھگتنا پڑیں۔

وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا۔ (الاحزاب ع ۳)

اور جنگ میں اللہ خود ہی مومنین کے لیے کافی ہو گیا اور اللہ تو ہی ہے بڑا قوت والا اور بڑا زبردست اور جن اہل کتاب نے ان کی (یعنی اہل احزاب کی) مدد کی تھی اللہ نے انہیں ان کے قلعوں سے اتار دیا اور ان کے دلوں میں تمہارا رعب بٹھا دیا پھر بعض کو تم قتل کرنے لگے اور بعض کو قید کرنے۔

اور قدرتی نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ بنی قریظہ کی نقدی اور جائداد سب مسلمانوں کے قبضہ میں آگئی، مسلمانوں کو خطاب کر کے قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے۔

وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرًا۔ (الاحزاب ع ۳)

(اور اللہ نے) تمہیں بنا دیا وارث ان کی زمین کا اور ان کے گھروں اور ان کے مال کا اور اس زمین کا بھی جس میں تم نے اب تک قدم نہیں رکھا ہے اور اللہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔

اَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا۔ میں بڑی وسعت ہے۔ قیامت تک جتنے ملک بھی مسلمانوں

Marfat.com

کے قبضے میں آئیں گے سب اس کے تحت میں داخل ہو سکتے ہیں غرض یہ ہے کہ سزا ان بد عہدوں کو قرار واقعی ملی اور یہ واقعہ ذیقعدہ ۵ھ ہجری مطابق مئی ۶۲۷ء عیسوی کا ہے۔

غزوۂ احزاب

رسول اسلام علیہ السلام کو اپنی حربی زندگی میں جو محاربات عظیم ترین و شدید ترین پیش آئے ان میں سے ایک کا نام تاریخ کی زبان میں غزوہ خندق ہے اور قرآن مجید نے اسے الاحزاب سے موسوم کیا ہے۔ اس غزوہ میں نہ صرف مشرکین قریش ہی اپنی پوری قوت و سامان کے ساتھ حملہ آور ہوئے تھے۔ بلکہ ان کی کمک پر عرب کے پر قوت قبیلے بنی غطفان، بنی سعد، بنی سلیم وغیرہ شامل تھے اور یہود کا پر قوت قبیلہ بنی قریظہ بھی ان کا شریک ہو گیا تھا مسلمانوں کی جمعیت کل ۳ ہزار کی تھی اور حملہ آوروں کی ۱۰ ہزار کی۔ اسلام کے سپہدار اعظم نے اس موقعہ پر ایک مخلص و جہاں دیدہ صحابی سلمانؓ فارسی کے مشورہ پر بجائے میدان میں آنے کے مدینہ ہی کے گرد خندق کھود کر جنگ کی تیاری کی تھی قرآن مجید نے اس غزوہ کا ذکر اہتمام کے ساتھ کیا ہے۔ اس کے نشیب و فراز پر پوری روشنی ڈالی ہے اور مسلمانوں پر اللہ کی شفقت و کرم خصوصی کا ذکر کیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ۝ (الاحزاب ع ۲)

اے ایمان والو۔ اللہ کا انعام اپنے اوپر یاد کرو جب (کئی کئی) لشکر تمہارے اوپر یاد کرو پھر ہم نے ان پر ایک آندھی بھیج دی نیز ایسے لشکر جو تم کو نظر نہیں آتے تھے اور اللہ تمہارے عمل کو دیکھ رہا تھا۔

یہ ہوا اور بارش کا طوفان اس طرح آیا تھا کہ اس کی پوری زد دشمن ہی کے لشکر پر پڑی روشنیاں بجھ گئیں خیمے اکھڑ گئے۔ برتن بھانڈے لڑھک گئے۔ غرض ہر طرح ابتری پھیل گئی تھی اور غیر مرئی تائیدی لشکر سے مراد فرشتوں کا ہونا ظاہر ہی ہے۔

مخالف فوجیں آکر کچھ اطراف مدینہ کے نشیبی حصہ میں خیمہ زن ہو گئیں تھیں اور کچھ

Marfat.com

بالائی حصہ میں مدینہ کی شرقی سمت اونچی ہے اور غربی سمت نیچی۔ قبیلہ بنی اسد و بنی غطفان کے لشکر سمت مشرق سے آئے تھے اور قریش و بنی کنانہ کے سمت مغرب سے اور یہ وقت لشکر اسلام کے لیے نازک ترین تھا۔ اتنے مضبوط جتھے سے مقابلہ کا اتفاق اس سے قبل کبھی نہیں ہوا تھا ـــــ اس ساری صورت حال کا اور مسلمانوں کے دلوں میں شدت اضطرار و اضطراب سے جو طرح طرح کے وسوسے پیدا ہو رہے تھے ان سب کا نقشہ قرآن مجید نے ان الفاظ میں کھینچا ہے:۔

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا۔ (الاحزاب ع)	اور جبکہ وہ لوگ تم پر آ چڑھے تھے، تمہارے اوپر کی طرف سے بھی اور نیچے کی طرف سے بھی، اور جبکہ آنکھیں کھلی رہ گئی تھیں اور کلیجے منہ کو آ رہے تھے اور تم لوگ اللہ سے گمان طرح طرح کے کر رہے تھے۔

مسلمانوں کے لیے وہ دن واقعی سخت اور نازک تھا۔ گو مقصود اس سے محض امتحان ہی تھا۔ اس حقیقت کو مؤکد کر کے ارشاد فرمایا گیا ہے۔

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا (الاحزاب ع ۲)	اس موقعہ پر اہل ایمان کا (پورا) امتحان لیا گیا اور وہ سخت زلزلہ میں ڈالے گئے۔

اور منافقوں اور کچ دلوں کی بدگمانیوں کا تو اس دن کچھ پوچھنا ہی نہ تھا۔

وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا (الاحزاب ع ۲)	اور جب کہ منافقوں اور ان لوگوں نے جن کے دلوں میں مرض ہے یہ کہنا شروع کیا تھا کہ اللہ اور اس کے رسول نے تو ہم سے دھوکے ہی کا وعدہ کر رکھا ہے۔

اسی غزوہ میں یہ بھی ہوا کہ منافقوں نے عین وقت پر دغا دی۔ جنگ کے مورچے چھوڑ دیئے اور ان کی جماعت کئی سو کی تعداد میں واپس چلی گئی اور بعض کچ دلوں نے آ کر سپہ سالار اعظم کے پاس طرح طرح کے بہانے تراشنے شروع کر دیئے تا کہ جہاد میں شرکت سے

Marfat.com

چھٹی مل جائے۔ قرآن مجید نے اس حقیقت کے چہرے سے یوں نقاب اٹھایا ہے۔

وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا

(الاحزاب ع)

اور یہ اس وقت ہوا جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا اے یثرب والو۔ تمہارے ٹھہرنے کا موقعہ نہیں سو اپنے گھروں کو واپس جاؤ اور ان میں سے بعض لوگ نبی سے اجازت مانگتے تھے۔ کہتے تھے کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں۔ حالانکہ وہ ذرا بھی غیر محفوظ نہیں۔ یہ محض بھاگنا ہی چاہتے ہیں۔

منافقین کی بزدلی اور پست ہمتی کا پردہ اس غزوہ کے موقعہ پر پوری طرح فاش ہو کر رہا۔ باہر کے آئے ہوئے اور جمع شدہ لشکر واپس چلے بھی گئے اور یہ منافقین اب تک دبکے سہمے پڑے رہے۔ اتنا بھی تو نہ ہوا کہ ان جگر دوز معرکوں کے نظارہ کی بھی تاب لا سکیں، بے اختیار چاہتے تھے کہ کہیں دیہات میں جا کر پناہ لیں اور وہیں سے بس خبریں ہی سن لیں صحیفہ ربانی کا بیان ملاحظہ ہو۔

يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا۔

(الاحزاب ع ۲)

یہ سمجھ رہے ہیں کہ (حملہ آوروں کے) لشکر اب تک بھی نہیں ہٹے اور اگر یہ لشکر آپڑیں تو یہ لوگ تو یہ چاہیں گے کہ کاش ہم باہر دیہاتوں میں جا رہتے کہ وہیں سے خبریں پوچھتے رہتے اور یہ لوگ اگر تمہیں میں رہیں جب بھی کچھ یوں ہی سا لڑیں۔

مومنین صادقین اس کے برخلاف ان شاندار حملہ آور لشکروں سے ذرا بھی بد دل و پست حوصلہ نہ ہوئے۔ ان کی ہمت و ثبات کا نقشہ ان زوردار و موثر لفظوں میں ملاحظہ ہو۔

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَ

اور جب اہل ایمان نے (ان) لشکروں کو دیکھا کہ بولے یہی وہ موقع ہے جس کا اللہ اور اس کے

صَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَمَازَادَھُمْ اِلَّآ اِیْمَانًا وَّ تَسْلِیْمًا مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عٰھَدُوا اللّٰہَ عَلَیْہِ فَمِنْھُمْ مَّنْ قَضٰی نَحْبَہٗ وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا۔ (الاحزاب ع ۳)

رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا تھا اور اس سے ان کے ایمان اطاعت میں ترقی ہی ہوئی اہل ایمان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا اس میں سچے اترے پھر ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے اور کچھ ان میں کے راستہ دیکھ رہے ہیں اور انہوں نے اپنے میں ذرا فرق نہیں آنے دیا

دشمنوں کو باوجود کثرت تعداد، اور باوجود اپنی ساری خوش تدبیروں اور افراط سازو سامان کے جس طرح ناکام ونامراد واپس جانا پڑا۔ اس کا ذکر بھی قرآن میں موجود ہے۔

وَرَدَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِغَیْظِھِمْ لَمْ یَنَالُوْا خَیْرًا۔ (الاحزاب ع ۳)

اور اللہ نے کافروں کو غصہ میں بھرا ہوا بنا دیا ان کے ہاتھ کچھ بھی نہ لگا۔

یعنی معاندین اسلام لائے تو اس کر وفر سے تھے۔ لیکن کس حسرت کے ساتھ نہیں مدینہ کا محاصرہ اٹھا لینا اور تمام تر بے نیل مرام واپس جانا پڑا ــــــ مورخین کے بیان کے مطابق یہ واقعہ ذیقعدہ ۵ھ ہجری مطابق اپریل ۶۲۱ء کا ہے۔

غزوۂ حدیبیہ

یہ درحقیقت کوئی غزوہ نہیں۔ اس لیے کہ نہ یہاں کوئی جنگ پیش آئی اور نہ حضور صلعم کوئی ارادہ جنگ لے کر اس میں روزانہ ہوئے تھے لیکن اہل سیر وتاریخ نے اس کا ذکر غزوات ہی کے ذیل میں کیا ہے۔ اس لیے یہ عنوان بڑھانا پڑا۔

ایک خواب کی بنا پر حضور ذیقعدہ ۶ھ ہجری میں عمرہ کی نیت سے مکہ معظمہ روانہ ہوئے تھے۔ ۱۴۰۰ صحابی ساتھ تھے، مکہ پر قبضہ ابھی تک مشرکوں کا تھا اس لیے آپؐ نے اپنے رفیقوں کو حکم دیا تھا کہ کوئی شخص بجز ایک تلوار کے (جو عرب میں لازمہ سفر تھا) اور کوئی ہتھیار اپنے پاس نہ رکھے، اتنی احتیاطوں کے باوجود بھی اہل مکہ بدگمان ہی رہے اور اور مقابلہ ومزاحمت کی تیاری اپنے ہاں شروع کر دی۔ ابھی آپؐ مقام حدیبیہ میں تھے

Marfat.com

اور شہر مکہ سے ایک منزل ادھر کہ یہ خبر آپ کو مل گئی۔ آپؐ نے حضرت عثمانؓ کی سیادت میں ایک وفد سرداران قریش کے پاس بھیجا کہ ہم لڑنے کی نیت سے نہیں۔ صرف عمرہ ادا کرنے کے لیے آئے ہیں۔ حضرت عثمانؓ کو واپسی میں دیر ہوئی اور خبر یہ اڑ گئی کہ قریش نے حضرت عثمانؓ کو شہید کر ڈالا۔ اس پر قدرتاً رسول اللہؐ کو غیرت آئی اور سخت ناگواری پیدا ہوئی اور اب آپؐ نے ایک درخت کے نیچے تشریف رکھ کر سب سے بیعت لی کہ خون عثمانؓ کا قصاص اپنی جانیں دے کر لیا جائے گا۔ پھر جب وہ خبر ہی بے بنیاد ثابت ہوئی تو نوبت کسی جدال و قتال کی نہ آئی اور ایک معاہدہ صلح مرتب ہو گیا،

قرآن مجید نے مسلمانوں کی ہمت و ثبات کی اس مثال کو بطور یادگار محفوظ رکھا اور خوشنودی کا پروانہ عطا کر دیا ہے۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا۔
(الفتح ع ۳)

اللہ راضی ہو گیا مومنوں سے جب وہ درخت کے نیچے آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے جو کچھ ان کے دلوں میں تھا۔ اللہ کو اس کا علم ہو گیا سو اس نے ان پر تسلی اتاری اور انہیں قریب ہی زمانہ میں فتح عنایت کی۔

قرآن مجید نے مومنین کو یہ تسکین بھی دی کہ، وہ اس عارضی التوا سے بددل نہ ہوں، نبی کا خواب پوری طرح سچا ہو کر رہے گا اور مسلمان سب طواف کر کے اور ارکان متعلقہ انجام دے کر رہیں گے ارشاد ہوا ہے۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰہُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْیَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ اٰمِنِیْنَ مُحَلِّقِیْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِیْنَ لَا تَخَافُوْنَ۔
(الفتح۔ ع ۴)

بے شک اللہ نے اپنے رسولؐ کا خواب سچ کر دکھا مطابق واقعہ کے تم لوگ مسجد حرام میں ضرور داخل ہو گے انشاء اللہ امن کے ساتھ اپنے سر منڈائے ہوئے اور بال کتراتے ہوئے اور تمہیں کوئی خوف نہ ہو گا۔

اسی حدیبیہ کی منزل میں قبل اس کے کہ معاہدہ صلح مکمل ہو۔ یہ واقعہ بھی پیش آ کر رہا کہ

Marfat.com

قریش نے اپنا ایک دستہ بھیج دیا کہ مسلمانوں پر حملہ آور ہو لیکن یہ لوگ خود گرفتار ہو گئے مسلمان چاہتے تو ان قیدیوں کو قتل کر ڈالتے لیکن اس طرح جنگ و خونریزی کا سلسلہ فوراً شروع ہو جاتا اس لیے رحمت عالم نے انہیں سرے سے معاف کر کے رہا کر دیا قرآن مجید میں صاف اور واضح اشارہ اس طرف بھی موجود ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ	اور اللہ وہی تو ہے جس نے ان لوگوں کے ہاتھ
وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ	تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے بطن مکہ میں
اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ (الفتح ع ۳)	روک لیے بعد اس کے کہ تم کو ان پر قابو دیدیا تھا۔

اسی معاہدہ حدیبیہ میں ایک واقعہ یہ بھی پیش آیا کہ جب صلح نامہ مرتب ہو رہا تھا تو قریش کے سفیر نے اعتراض کیا کہ ہم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ لکھنے کے روادار نہیں عنوان پر قدیم فقرہ صرف باسمك اللّٰهم رہے اور دوسری بات یہ کہ بجائے محمد رسول اللہ کے معاہدہ پر صرف محمد بن عبداللہ تحریر ہو مسلمانوں کو یہ جاہلی تعصب قدرۃً سخت ناگوار گزرا اور قریب تھا کہ صلح کی گفتگو اسی بات پر ٹوٹ جائے۔ رحمت عالمؐ نے اپنے جاں نثاروں کے اس جوش کو خود ٹھنڈا کیا۔ قرآن مجید کے حقیقت افروز بیان سے یہ جزئیہ بھی نظر انداز نہیں ہونے پایا ہے۔

اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ	اور جب کہ کافروں نے اپنے دلوں میں تعصب
الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ	اور تعصب جاہلی کو جگہ دی، تو اللہ نے اپنی طرف
اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ۔	سے تحمل اپنے رسول اور مومنین کو عطا کیا۔

اور جب مومنین نے درخت کے نیچے حضورؐ کے ہاتھ پر سرفروشی کی بیعت کی تھی۔ ان کی منزلت قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ	بے شک جن لوگوں نے آپ سے بیعت کی ہے
اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ۔	انہوں نے اللہ سے بیعت کی ہے اللہ کا ہاتھ ان
(الفتح ع ۱)	کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔

اور انہیں پروانہ خوشنودی جو عطا ہوا وہ ابھی چند منٹ قبل

کے ذیل میں تو آپ سن ہی چکے ہیں۔ حدیبیہ کے اس واقعہ کا زمانہ ذیقعدہ ۶ھ ہجری ہے۔ مطابق مارچ ۶۲۸ء۔

غزوۂ خیبر یہود کی ایک بستی مدینہ منورہ کے شمال میں شام کی جانب ۸ منزل پر یا بہ قول بعض سیاحوں کے ۲۰۰ میل کے فاصلہ پر تھی یہاں ان کے قلعے مستحکم اور کئی کئی موجود تھے ان کے مسلسل جرائم کے پاداش میں ان کی تادیب پر جو مہم روانہ ہوئی اس کی قیادت خود آنحضرتؐ نے کی کچھ دن کے محاصرہ کے بعد سارے قلعے فتح ہو گئے اور مال غنیمت کثرت سے حاصل ہوا۔

قرآن مجید میں اس غزوہ کا ذکر تو ہے مگر مستقلاً اور بہ تصریح تام نہیں بلکہ اشارۃً اور دوسرے واقعات کے ضمن میں۔ صلح حدیبیہ کے سلسلہ بیان میں منافقین کی فطرت کے اظہار کے لیے بہ طور پیش خبری کے ہے۔

سَیَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰی مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ۔ (الفتح ع ۲)

(یہ پیچھے رہ جانے والے) منافقین عنقریب جب تم غنیمتیں لینے چلو گے تو کہیں گے کہ ہم کو بھی اجازت دو ہم تمہارے ساتھ ہولیں۔

یہ اشارہ خیبر کی غنیمتوں کی جانب ہے۔ جو عنقریب ہاتھ لگنے والی تھیں پھر مومنین اہل مدینہ اہل حدیبیہ کی مدح کے سلسلہ میں ہے۔

فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا وَّمَغَانِمَ كَثِیْرَةً یَّاْخُذُوْنَهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا۔ (الفتح ع ۳)

اللہ نے ان لوگوں میں اطمینان پیدا کر دیا، اور انہیں قریب ہی کی ایک فتح دیدی اور انہیں ایسی غنیمتیں بھی جنہیں یہ لوگ لے رہے ہیں اور اللہ بڑا زبردست بڑا حکمت والا ہے۔

فتح قریب اور غنیمت کثیر کی بشارتوں کا تعلق اسی مستقبل قریب کی فتح خیبر سے ہے۔ اور معاً بعد ارشاد ہوتا ہے۔

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِیْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ۔ (الفتح ع ۳)

اللہ نے تم سے بہتیری غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے کہ تم انہیں لو گے۔ سو سر دست تمہیں یہ فتح دیدی ہے

اس غنیمت کثیر کی تفصیل سیرۃ ابن ہشام وغیرہ میں درج ہے اور سر ولیم میور نے "لائف آف محمد" میں لکھا ہے کہ اس مقدار کثیر میں مال غنیمت اس سے قبل مسلمانوں کو کبھی نہیں ملا تھا۔ واقعہ کا زمانہ محرم و صفر ۴ھ ہجری مطابق مئی و جون ۶۲۵ سنہ عیسوی ہے

غزوۂ الفتح

غزوات نبوی کے سلسلہ میں فتح مکہ کا زمانہ (گو صحیح معنی میں غزوہ وہ بھی نہیں) کہنا چاہیے کہ سب سے بڑا کارنامہ ہے اور لڑائیاں چھوٹی بڑی جتنی بھی ہوئی سب کا مرکزی نقطہ یہی تھا۔

صلح حدیبیہ کا زمانہ فتح مکہ سے کوئی دو سال قبل کا ہے۔ قرآن مجید نے پیش خبری اسی وقت تیقن کے ساتھ کر دی تھی۔

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا۔ (الفتح ع ۱)

ہم نے آپ کو (اے پیغمبر) ایک فتح دے دی کھلی ہوئی فتح۔

آیت میں گو اشارہ قریب صلح حدیبیہ کی جانب ہے۔ لیکن سب مانتے ہیں کہ اشارہ بعید فتح مکہ ہی کے جانب ہے۔

عرب اب جوق جوق ایمان لا رہے تھے اور قبیلے پر قبیلے اسلام میں داخل ہوتے جا رہے تھے فتح مکہ چیز ہی ایسی تھی۔ قرآن مجید نے اس کی اپنی بلیغ زبان میں یوں نقشہ کشی کی ہے۔

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ
وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ
اللّٰهِ أَفْوَاجًا۔ (النصر)

جب آ گئی اللہ کی مدد اور فتح اور آپ نے لوگوں کو دیکھ لیا کہ فوج کے فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں۔

اور نحبیر یہ صورت تو فتح مکہ کے بعد واقع ہوئی۔ خود فتح اس طرح حاصل ہوئی کہ گو رسول اللہ کے ہمراہ ۱۰ ہزار جاں نثار صحابیوں کا لشکر تھا اور عرب کے بڑے بڑے پر قوت قبیلے اپنے الگ جیش بناتے ہوئے اور اپنے اپنے پرچم اڑاتے ہوئے جلو میں تھے۔ لیکن خونریزی دشمن کے اس شہر بلکہ دار الحکومت میں برائے نام ہی ہونے پائی اور شہر پر قبضہ بغیر خون کی ندیاں بہے۔ گویا چپ چپاتے ہو گیا۔

Marfat.com

هُوَ الَّذِیْ کَفَّ اَیْدِیَھُمْ عَنْکُمْ وَ اَیْدِیَکُمْ عَنْھُمْ بِبَطْنِ مَکَّۃَ مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَکُمْ عَلَیْھِمْ ۔ (الفتح ع ۳)

وہ اللہ وہی ہے جس نے روک دیئے ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے شہر مکہ میں بعد اس کے کہ تم کو اس نے ان پر فتحمند کر دیا تھا،

اس آیت میں اشارہ جہاں بہ قول بعض شارحین کے حدیبیہ کی طرف ہے۔ وہیں بہ قول بعض دوسرے شارحین کے غیر خونریز فتح مکہ کی جانب ہے۔

فتح مکہ کا یہ عظیم الشان اور دنیا کی تاریخ کے لیے نادر اور یادگار واقعہ رمضان ۸ھ ہجری مطابق جنوری ۶۳۰ء عیسوی میں پیش آیا۔

غزوۂ حُنین

غزوہ بدر کے علاوہ دوسرا غزوہ جس کا تذکرہ اشارۃً نہیں بلکہ نام کی صراحت کے ساتھ قرآن مجید میں آیا ہے وہ غزوۂ حُنین ہے۔ حُنین ایک وادی کا نام ہے۔ جو شہر طائف سے ۳۰، ۴۰ میل شمال و مشرق میں جبل اوطاس میں واقعہ ہے یہ عرب کے مشہور جنگجو و جنگباز قبیلہ بنو ہوازن کا مسکن تھا اور اس قبیلہ کے ملکہ تیر اندازی کی شہرت دُور دور تھی۔ انہوں نے فتح مکہ کی خبر پاکر دل میں کہا کہ جب قریش مقابلہ میں نہ ٹھہر سکے تو اب ہماری بھی خیر نہیں اور خود ہی جنگ و قتال کا سامان شروع کر دیا اور چاہا کہ مسلمانوں پر جو ابھی مکہ ہی میں یکجا تھے یک بیک آپڑیں اور اس منصوبہ میں ایک دوسرا پر قوت و جنگجو قبیلہ بنی ثقیف بھی ان کا شریک ہو گیا اور ہوازن و ثقیف کے اتحاد نے دشمن کی جنگی قوت کو بہت ہی بڑھا دیا۔

حضورؐ کو جب اس کی معتبر خبر مل گئی تو ایک اچھے جنرل کی طرح آپ خود ہی پیش قدمی کر کے باہر نکل آئے اور مقام حُنین پر غنیم کے سامنے صف آرائی کر لی۔ آپ کے لشکر کی تعداد ۱۲ ہزار تھی ان میں ۱۰ ہزار تو وہی فدائی تھے جو مدینہ سے ہم رکاب آئے تھے۔ دو ہزار آدمی مکہ کے بھی شامل ہو گئے مگر ان میں سب مسلمان نہ تھے۔ کچھ تو ابھی بدستور مشرک ہی تھے، اور کچھ نو مسلم کے بجائے صرف نیم مسلم تھے۔ بہرحال بارہ ہزار کی اس جمعیت کثیر پر مسلمانوں کو ناز ہو چلا، کہ جب ہم تعداد قلیل میں رہ کر برابر فتح پاتے رہے تو اب کی تو تعداد اتنی بڑی ہے۔ اب فتح میں کیا شبہ ہو سکتا ہے؟ لیکن جب جنگ

Marfat.com

شروع ہوئی تو اس کے بعد کے دور اسلامی لشکر پر بہت ہی سخت گزرے اور مسلمانوں کا اپنی کثرت تعداد پر فخر کرنا ذرا بھی ان کے کام نہ آیا۔ ایک موقعہ ایسا بھی پیش آیا کہ اسلامی فوج کو ایک تنگ نشیبی وادی میں اترنا پڑا اور دشمن نے کمین گاہ سے یک بیک ان پر تیروں کی بارش شروع کر دی۔ خیر۔ پھر غیبی امداد کا نزول ہوا اور آخری فتح مسلمانوں ہی کے حصہ میں رہی۔

قرآن مجید نے اس سارے آتار چڑھاؤ کی نقشہ کشی اپنے الفاظ میں کر دی ہے۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ۔ (التوبہ ع ۴)	اور اللہ نے یقیناً بہت سے موقعوں پر تمہاری نصرت کی ہے اور حنین کے دن بھی۔ جبکہ تم کو اپنی کثرت تعداد پر غرہ ہو گیا تھا۔ تو وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور تم پر زمین باوجود اپنی فراخی کے تنگی کرنے لگی۔ پھر تم پیٹھ دے کر بھاگ کھڑے ہوئے اس کے بعد اللہ نے اپنی طرف سے اپنے رسول اور مومنین پر تسلی نازل فرمائی اور اس نے ایسے لشکر اتارے۔ جنہیں تم نہ دیکھ سکے اللہ نے کافروں کو عذاب میں پکڑا اور یہی بدلہ ہے۔ کافروں کے لیے۔

غزوۂ حنین کا زمانہ شوال ۸ھ ہجری مطابق جنوری ۶۳۰ء کا ہے۔

غزوۂ تبوک

آپ نے اب تک جتنے محاربات کا ذکر سنا، یہ سب قبائل عرب یہود کے مقابلہ میں تھے۔ مگر اب سامنا ایسے لشکر کا ہونے والا تھا۔ جو وقت کے معیار کے مطابق ہر طرح کے جدید و متمدن ساز و سامان سے آراستہ تھا۔ عرب کے شمال میں حکومت آل غسان کی تھی اور یہ ایک باج گزار عیسائی ریاست روم کی عظیم شہنشاہی کی تھی اور روم و ایران ہی دو اس وقت کی تہذیب و تمدن کی ترقیوں کے نمایندے تھے۔ مسلمانوں کو اطلاع ملی کہ رومی شہنشاہ کے حکم سے ۴۰ ہزار فوج کا

Marfat.com

اجتماع سرحد پر ہو رہا ہے۔ آنحضرت صلعم یہ اطلاع پاکر حسب معمول پیش قدمی کر کے روانہ ہو گئے۔

لشکر اسلام بھی اب تعداد میں ۳۰ ہزار تھا اور تبوک پر اس نے کیمپ قائم کر دیا تبوک مدینہ سے ۱۴ منزل کے فاصلہ پر شام کی راہ پر تھا۔ اتنی دور دراز مسافت یوں ہی لوگوں کو کھل رہی تھی۔ پھر گرمیوں کا موسم اور اتفاق سے اس سال گرمی اس زمانہ میں بہت سخت تھی اور باغات مدینہ کی فصل کا زمانہ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مقابلہ ایک متمدن قواعد دان فوج سے اور اپنی طرف بے سروسامانی کا یہ عالم کہ ایک اونٹ میں کئی کئی سوار شریک اور رسد کی اس درجہ قلت کہ سالم ایک ایک خرما بھی ہر سپاہی کو نصیب نہیں، ان حالات نے مل ملا کر قدرۃً اچھے اچھوں کی ہمت پست کر دی اور لوگ جانے سے جی چرانے لگے۔

اور منافقوں کی تو بن آئی تھی۔ انہوں نے صاف صاف کہنا اور دوسروں کو ورغلانا شروع کر دیا تھا کہ ایسی گرمی میں بھلا کوئی سفر کیسے اختیار کر سکتا ہے؟

قرآن مجید نے ان کا قول، مع اس کے رد کے نقل کیا ہے۔

وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَّوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ۔ (التوبہ ع ۱۱)	یہ بولے کہ گرمی کے موسم میں نہ نکلو۔ آپ کہہ دیجیے کہ دوزخ کی آگ اس سے (کہیں) زیادہ گرم ہے۔ کیا خوب ہوتا اگر یہ لوگ سمجھ سے کام لیتے۔

اور بعض نے تو یہ لے یہاں تک اونچی کر دی تھی کہ فرمانے لگے کہ رومیوں کی سرزمین پر قدم رکھ کر ہم تو وہیں کے فتنوں کے شکار ہو جائیں گے اس لیے ہمارا نہ جانا ہی بھلا۔ قرآن مجید نے اس عذر کو بھی نقل کر کے اس پر شدید نکیر کی ہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ۔	اور ان میں بعضا شخص وہ بھی ہے جو کہتا ہے کہ مجھے (رہ جانے) اجازت دیجیے اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالیے۔ ارے فتنہ میں تو یہ خود ہی پڑ چکے ہیں

(التوبہ ع ۷) اور یقیناً دوزخ ان کافروں کو گھیرے گی۔

اس سب کے باوجود جب آپؐ روانہ ہوئے ہیں۔ تو ۳۰ ہزار کا لشکر ہمراہ تھا تبوک میں قیام دو مہینہ رہا۔ لیکن غنیم سامنے نہ آیا اور اسلامی لشکر مع الخیر واپس آ گیا قرآن مجید میں اس کا ذکر آیا ہے۔ مگر ضمناً۔ امیر لشکر اور جانباز رفیقوں کی مدح کی ہے۔ وقت و موسم کی سختی کا پورا لحاظ رکھا ہے (چنانچہ اس غزوہ کا نام ہی جیش العسرۃ پڑ گیا) اور کمزور ارادہ والوں کو پروانہ عنایت کیا ہے۔

لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ (التوبہ ع ۱۴)

اللہ نے ضرور پیمبر کے حال پر توجہ فرمائی اور مہاجرین اور انصار کے حال پر بھی جنہوں نے ایسی تنگی کے وقت میں پیمبر کا ساتھ دیا بعد اس کے کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل میں کچھ تزلزل ہو چلا تھا پھر اللہ نے ان کے حال پر بھی توجہ فرمائی۔ بلا شبہ وہ (ان سب پر) بڑا شفیق ہے بڑا مہربان ہے:

اس غزوہ کا زمانہ رجب تا رمضان ۹ھ ہجری مطابق اکتوبر تا دسمبر ۶۳۰ء عیسوی ہے۔

Marfat.com

خطبہ (۷)

معاصرین

رسول اللہؐ کے سیرۃ نگار کے لیے بعض اہم سوالات یہ ہیں کہ آپؐ کو پیام کیا ملا تھا اور آپؐ پیامبر بنا کر کس کی طرف بھیجے گئے تھے اور وہ پیام ان لوگوں نے کس رنگ میں سُنا۔

تبلیغ کا حکم اجمالی طور پر تو ایک معنی میں آپ کو بعثت و نبوت کے ساتھ ہی مل گیا تھا چنانچہ ایک ابتدائی سورۃ میں ہے۔

قُمْ فَاَنْذِرْ (المدثر ع ۱) آپ کھڑے ہو جائیے اور ڈرائیے۔

لیکن یہاں یہ کچھ تصریح نہیں کہ کس کو ڈرائیے انذار کا عمل کس پر کیجیے اسی طرح یہ آیت بھی رقبہ تبلیغ کے باب میں مجمل ہی ہے۔

وَقُلْ اِنِّیْٓ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ۔ آپ کہہ دیجیے کہ میں تو ایک کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔

(الحجر ع ۶)

اور کچھ ایسا ہی حال اس آیت کا بھی ہے۔

اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ۔ میں اور کچھ نہیں بجز اس کے کہ نذیر و بشیر ہوں۔

(الاعراف ع ۲۳)

پھر یہ آیت بھی اسی طرح مطلق ہے اور تصریح سے خاموش۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ۔ غرض آپ کو جس بات کا حکم دیا گیا ہے۔ اسے صاف صاف سنا دیجیے اور مشرکوں کی پروا

(الاعراف ع ۲۳)
نہ کیجیے۔

اور کچھ اسی قسم کا حکم گو اور زیادہ موکد اس آیت سے بھی نکلتا ہے۔

یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ۔
(المائدہ ع ۱۰)

اے پیغمبر آپ کے رب کی طرف سے آپ پر جو کچھ نازل ہوا ہے۔ آپ سب پہنچا دیجیے اور اگر آپ نے یہ نہ کیا۔ تو آپ نے اللہ کا ایک پیغام بھی نہ پہنچایا۔

اور اسی قبیل کی یہ آیت بھی ہے۔

اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا۔ (البقرہ ع ۱۴)

بیشک ہم نے بھیجا ہے آپ کو دین حق کے ساتھ بشیر و نذیر بنا کر۔

اور یہی آیت سورۃ الفاطر کو ع ۳ میں آئی ہے۔

اور وہیں یہ آیت بھی آئی ہے۔

اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِیْرٌ۔ (الفاطر ع ۳) آپ تو بس ایک ڈرانے والے ہی ہیں۔

اور اسی مضمون کی اور لفظاً بھی اسی سے ملتی جلتی آیتیں اور بھی ہیں۔

مثلاً

اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا (الفاطر ع ۳)

بیشک ہم نے بھیجا ہے آپ کو دین حق کے ساتھ بشیر و نذیر بنا کر۔

اور

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا (بنی اسرائیل ع ۱۲)

اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر مبشر و نذیر بنا کر۔

اور ایسی ہی آیتیں سورہ الفتح و سورۃ الاحزاب و سورۃ الفرقان میں بھی ملتی ہیں۔ ان ساری آیتوں سے اتنا تو واضح بلکہ موکد طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ آپ کے ذمہ فریضہ تبلیغ و دعوت تھا اور آپ شروع ہی سے "بشیر" "نذیر" "مبشر" اور "شاہد" تھے اور یہ سب تصریحات اگر نہ ہوتیں۔ جب بھی خود لفظ رسول کے اندر اجمالاً یہ فرائض

Marfat.com

آ گئے تھے۔ رسالت کے معنی ہی یہ ہیں کہ کسی کا پیام کسی کو پہنچانا تو آپ کی پیام بری اور پیام رسانی میں تو کوئی اشتباہ اول روز ہی سے نہ تھا۔ گفتگو صرف اس میں ہے کہ آپ کا مخاطب کون سا گروہ کون سا طبقہ، کون سی انسانی آبادی تھی؟

قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ آپ کے سپرد تبلیغ و ہدایت سب سے پہلے آپ کے کنبہ اور برادری والوں کی ہوئی اور یہ آیت نازل ہوئی۔

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ — اور اپنے قریب کے خاندان والوں کو ڈرائیے۔

(الشعراء ع ۱۱)

اور قدرۃً آغاز یہیں سے ہونا بھی تھا۔ اس کے بعد پھر اس قدرتی ترتیب سے دائرہ دعوت وسیع ہو کر قوم عرب یعنی نسل اسمٰعیل تک پہنچا۔ اس کی جانب رہنمائی متعدد آیات سے ہوتی ہے۔

مثلاً۔

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّا اُنْذِرَ اٰبَآءُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ۔ (یٰسین ع ۱) — تاکہ آپ ڈرائیں اس قوم کو جس کے آباد اجداد ڈرائے نہیں گئے ہیں وہ اس سے بے خبری میں ہیں۔

اس "قوم" سے کھلی ہوئی مراد قوم عرب یا بنی اسمٰعیل سے ہے۔

دوسری آیت اسی تائیدی معنی میں ہے۔

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّا اَتٰهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ۔ (السجدہ ع ۱) — تاکہ آپ اس قوم کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے قبل کوئی ڈرانے والا نہیں آیا ہے۔

اور یہی مفاد اس قسم کی آیتوں کا بھی ہے۔ جن میں یہ آیا ہے کہ آپ امیوں کے درمیان مبعوث کئے گئے ہیں ان کی اصلاح و ہدایت کے لیے۔ مثلاً۔

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ — اور اللہ وہی ہے جس نے امیوں کے درمیان ایک انہیں میں سے رسول مبعوث کیا۔ جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور انہیں پاک

اَلْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ۔ (الجمعہ ع ۱)

صاف بناتے ہیں اور انہیں کتاب و دانائی کی تعلیم دیتے ہیں۔ اگرچہ یہ لوگ قبل اس کے کھلی ہوئی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

امیوں سے کھلی ہوئی مراد ام القریٰ یعنی مکہ معظمہ کے باشندے ہیں اور جب اس کے ساتھ وہ آیت ملائی جائے۔ جس میں تقریباً یہی دعا حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسمٰعیلؑ نے اپنی ذریت کے حق میں کی ہے، یعنی:۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ (البقرہ ع ۱۵)

اے ہمارے رب ہماری ذریت کے درمیان ایک رسول انہیں میں سے اٹھا۔ جو انہیں تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور انہیں پاک صاف بنائے بیشک تو ہی زبردست بھی ہے اور حکمت والا بھی۔

تو یہ بات اور بھی صاف ہو جاتی ہے کہ امت دعوت ساری نسل اسمٰعیل ہے۔

اب اس کے بعد دائرہ دعوت میں اور وسعت ہوتی ہے اور خود رسول پاکؐ کی زبان سے یہ کہلایا جاتا ہے۔

وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ۔ (الانعام ع ۲)

اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تاکہ اس کے ذریعہ سے میں تمہیں بھی خبردار کروں اور جس کسی کو یہ پہنچے اس کو بھی۔

اس ایک ومن بلغ کے اضافہ نے یہ صاف کر دیا کہ دعوت محمدی اب انہیں کے ساتھ مخصوص و محدود نہیں جو آپؐ کے مخاطبین اول تھے۔ بلکہ اس کا دائرہ وسیع ہو کر اس ساری آبادی کو بھی محیط ہو گیا ہے۔ جہاں تک قرآن پہنچ جائے اور چونکہ قرآن کے پہنچ جانے کا امکان روئے زمین کے ہر گوشہ تک ہے اس واسطے دائرہ دعوت بھی گویا اب سارے عالم تک وسیع ہو رہا ہے۔

یہ استنباط پھر بھی بالواسطہ تھا اور کچھ اس قسم کا نتیجہ تکمیل دین والی آیت سے بھی

نکالا جا سکتا تھا یعنی:۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ۔ (المائدہ ع ۱)

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر پوری کر دی اپنی نعمت۔

اور کہا جا سکتا تھا کہ جب دین کی تکمیل ہر پہلو سے ہو گئی اور اللہ کا انعام ہر طرح پورا ہو گیا، تو اب اولاد آدم کا کوئی طبقہ اس کے فیض سے باہر کیوں رہے۔ لیکن اب اس بالواسطہ استدلال اور استنباط کی بھی ضرورت نہ رہی بلکہ صاف اور کھلے لفظوں میں ارشاد ہونے لگا کہ پیغام محمدی ملک گیر نہیں بلکہ عالم گیر ہے ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْرًا۔

(الفرقان ع ۲)

بابرکت ہے وہ ذات جس نے فیصلہ والی کتاب اپنے بندہ (خاص) پر اتاری تاکہ وہ سارے عالم کو خبردار کرنے والا ہے۔

اور دوسری جگہ ہے:۔

اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِکْرٰی لِلْعَالَمِیْنَ

(الانعام ع ۱۰)

یہ (قرآن) نہیں ہے مگر نصیحت سارے عالم کے لیے۔

اور تیسری جگہ براہ راست رسول اللہؐ کو خطاب کر کے ارشاد ہوا ہے۔

قُلْ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعَا نِ الَّذِیْ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (الاعراف ع ۱۰)

آپ کہہ دیجیے کہ اے انسانو، میں تم سب کی طرف رسول ہوں۔ اللہ کا جس کی سلطنت آسمانوں اور زمین کی ہے۔

چوتھی آیت بھی ایسی ہی واضح و صریح ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا۔

(السبا ع ۳)

اور ہم نے نہیں بھیجا آپ کو (اے پیمبر) مگر سارے ہی انسانوں کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر۔

غرض یہ کہ آپ کی بعثت و دعوت کا ساری نسل آدم کی طرف ہونا تو ہر طرح ثابت

Marfat.com

اور یقینی ہے لیکن ظاہر ہے کہ آپ کا سابقہ بہ یک وقت ساری دنیا سے اور دور دراز بسنے والی قوموں سے کیونکر پڑ سکتا تھا۔ قدرۃً براہ راست سابقہ آپ کو انہیں لوگوں سے پیش آیا۔ جو جغرافی اعتبار سے آپ سے متصل تھے یعنی عرب اور خصوصاً اس کے شہروں مکہ و مدینہ یا ان کے حوالی میں آباد تھے۔ تو اب تاریخی سوال یہ رہ جاتا ہے کہ ان اہل ملک نے حضورؐ کے پیام کی پذیرائی کس حد تک اور کیونکر کی؟ —— اور یہیں سے ایک بڑا طویل باب آپ کے معاصرین سے متعلق شروع ہوتا ہے۔

(۱)

مُشرکین

ان میں سب سے پہلے نمبر مشرکین کا آتا ہے۔ ان کی اہمیت اسی سے ظاہر ہے کہ مشرکین اور الذین اشرکوا کا ذکر اور شرک کے بابت احکام قرآن مجید میں صدہا آیتوں میں وارد ہوئے ہیں اور ان صریح الفاظ کے علاوہ بالواسطہ بھی جو آیات عبادت غیر اللہ کی ممانعت اور اس پر زجر د ملامت میں وارد ہوئی ہیں ان کی تعداد تو اور بھی زائد ہے۔ محمد صلعم جو پیام لے کر آئے تھے۔ اس کا اہم ترین جز توحید ہے۔ یعنی اللہ تعالے کی یکتائی کا اثبات، ذات، صفات، افعال ہر پہلو اور ہر اعتبار سے۔ قرآن نے اسی پیام کو صدہا بار دہرایا ہے۔ مختلف پیرایوں میں اور تاکید سب سے زیادہ اسی کی رکھی ہے کہیں یوں۔

وَقَالَ اللّٰہُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰـھَیْنِ اثْنَیْنِ اِنَّمَا ھُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ (النحل ع۷)

اور اللہ نے کہا کہ دو خدا نہ بناؤ وہ تو بس ایک ہی خدا ہے۔

اور کہیں یوں۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰـھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ۔

(الکہف ع۱۲)

(حٰمٓ السجدہ ع۱)

آپ کہہ دیجیے کہ میں تو بس بشر ہی ہوں۔ تمہیں جیسا۔ اور مجھ پر وحی یہ آئی ہے کہ تمہارا ایک ہی خدا ہے۔

کہیں مطلق صورت میں ارشاد ہوا ہے کہ:۔

Marfat.com

وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (البقرہ ع ۱۹) — اور تمہارا خدا بس اکیلا ہی خدا ہے۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔

یا یوں

هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (زمر ع ۱) — وہی اللہ ایک اور زبردست ہے۔

اور کہیں یوں ارشاد فرمایا ہے کہ جیسے یہی معیار اسلام یا انقیاد کا ہے۔

قُلْ اِنَّمَا یُوْحٰۤی اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ (الانبیاء ع ۷) — آپ کہہ دیجیے کہ مجھ پر وحی یہ آتی ہے کہ تمہارا خدا بس ایک خدائے واحد ہے تو اب تم اسلام لاتے ہو؟

اور اس مضمون کی آئتیں ایک دو نہیں، بلبیوں ہیں —— ایک جگہ ایک مختصر جامع سورۃ میں ہر قسم کی توحید کا اثبات اور ہر قسم کے شرک کی نفی کر کے لفظ بھی بجائے "واحد" کے "احد" لایا گیا ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (الاخلاص) — آپ کہہ دیجیے کہ وہ اللہ ایک ہے اور (سب سے) بے نیاز ہے۔ نہ اس کے کوئی اولاد، نہ وہ کسی کی اولاد اور نہ کوئی اس کے جوڑ کا ہے۔

اہل لغت اور علماء ادب نے لکھا ہے کہ احد، واحد کی ترقی یافتہ شکل ہے واحد جمع و تعدد کو قبول کر لیتا ہے۔ لیکن احد تفرید میں کامل اور تجرید میں یکتا ہے اور اگر یہ ال کے اضافہ کے ساتھ الاحد کر کے لایا جائے تو یہ اسم ذات کی طرح مخصوص ہے اللہ تعالیٰ کے لیے اور ھو الذی لا الٰہ الا ھو اور اللّٰہ لا الٰہ الا ھو کی قسم کی تو بہ کثرت آیتیں قرآن میں ہیں۔ جن سے خداؤں کے تعدد یا غیر اللہ معبود کے وجود ہی کی سرے سے نفی کی گئی ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ملک میں اس قسم کے شرک جلی کی بڑی گرم بازاری تھی اور سب سے زیادہ یہی لوگ آپ کا پیام سن کر سنی ان سنی کرتے تھے اور چونکہ آپؐ مامور تھے تبلیغ پر جیسا کہ آیات کریمہ۔

Marfat.com

قُمْ فَاَنْذِرْ (المدثر ع ۱) آپ کھڑے ہو جئے اور خبردار کیجیے۔

اور

يَا اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ۔ (المائدہ ع ۱۰) اے رسول آپ پہنچا دیجیے جو کچھ آپ پر اتارا گیا ہے۔

اور

فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ (آل عمران ع ۲) آپ کے ذمہ تو بس پہنچا دینا ہے۔

اور

فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ۔ (النحل ع ۱) آپ کے ذمہ تو بس کھلم کھلا تبلیغ ہی ہے۔

اور بہت سی دوسری آیتوں سے ظاہر و ثابت ہے۔ اس لیے یہ بات ایک حد تک بالکل قدرتی تھی کہ جو لوگ اپنی وہم پرستیوں میں زیادہ راسخ اور جامد تھے۔ انہوں نے نئی دعوت کو سن کر اس کی مخالفت بھی شدت سے کی اور دعوت و داعی دونوں کے دشمن ہو گئے۔ انہیں حیرت تھی کہ یہ نیا داعی سارے خداؤں کو چھوڑ کر خدائے واحد (یکتا) کی طرف کیسے بلا رہا ہے۔ کبھی حیرت اور غصہ کے ساتھ کہتے کہ:۔

هٰذَا سَاحِرٌ كَذَّابٌ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ۔ (ص ع ۱) یہ شخص ساحر ہے۔ کذاب ہے۔ کیا اس نے تمام خداؤں کو بس ایک خدا بنا دیا ہے، یہ بات تو بہت ہی عجیب ہے۔

اور کبھی یہ کہتے کہ:۔

مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ اِنْ هٰذَا اِلَّا اخْتِلَاقٌ۔ (ص ع ۱) ہم نے تو یہ (کبھی اپنے) پچھلے مذہب میں سنا نہیں ہو تو ہو یہ گڑھی ہوئی چیز ہے۔

اور اسی طرح قوم نوح نے بھی اپنے نبی کی دعوت توحید پر کہا تھا، کہ

مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي اٰبَائِنَا ہم نے اپنے باپ دادوں سے کبھی تو یہ سنا

Marfat.com

اَلْاَوَّلِیْنَ۔ (المومنون ع ۲) نہیں۔

قدرتاً رسول اسلام کا یہ مطالبہ مخاطبین کو بہت عجیب معلوم ہوتا اور ناگوار بھی گزرتا اور ان کی طرف سے فرمائش طرح طرح معجزات کی ہوتی اور بار بار ہوتی کبھی کہتے۔

لَوْلَا یُکَلِّمُنَا اللّٰہُ اَوْ تَاْتِیْنَا اٰیَۃٌ۔ (البقرۃ ع ۱۴) اللہ ہم سے خود بات کیوں نہیں کرتا یا ہمارے پاس کوئی معجزہ کیوں نہیں آتا۔

اور کبھی پیمبر کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں کہ:۔

لَوْلَا نُزِّلَ عَلَیْہِ اٰیَۃٌ مِّنْ رَّبِّہٖ۔ (الانعام ع ۱) ان کے پاس ان کے پروردگار کی طرف سے کوئی معجزہ نہیں آتا۔

یہ مضمون بیسیوں آیتوں میں دہرایا گیا ہے اور کبھی یہ لوگ معجزات کا نام بھی متعین طور پر لے دیتے کہ اگر اپنے دعویٰ رسالت اور تعلق باللہ میں سچے ہو تو فلاں فلاں خارق عادت واقعات کر کے ہمیں دکھا دو۔ چنانچہ کہتے۔

لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَیْہِ کَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَہٗ مَلَکٌ۔ (ہود ع ۲) ان کے پاس ان کے پروردگار کی طرف سے کوئی معجزہ نہیں آتا۔

اور کبھی یہ کہتے۔

اَوْ یُلْقٰٓی اِلَیْہِ کَنْزٌ اَوْ تَکُوْنُ لَہٗ جَنَّۃٌ یَّاْکُلُ مِنْہَا۔ (الفرقان ع ۱) ان پر کوئی خزانہ کیوں نہ اتار دیا گیا یا ان کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہ آیا۔

اور کبھی ان فرمائشی خوارق و معجزات کی فہرست خاصی طول طویل ہوتی مثلاً یہ کہتے کہ:۔

لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْبُوْعًا اَوْ تَکُوْنَ لَکَ جَنَّۃٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْہٰرَ خِلٰلَہَا تَفْجِیْرًا ہم تجھ پر ایمان ہرگز نہ لائیں گے۔ جب تک تو ہمارے لیے زمین سے چشمہ نہ جاری کردے یا پھر تیرے لیے ایک باغ کھجوروں اور انگوروں کا ہو اور تو اس کے درمیان نہریں جاری کر

Marfat.com

اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ
اِلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَ
الْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا اَوْ يَكُوْنَ
لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى
فِي السَّمَآءِ (بنی اسرائیل ع-۱۰)

دے یا آسمان کا کوئی ٹکڑا توڑ کر گرا دے جیسا کہ تیرا دعوٰے ہے یا اللہ اور فرشتوں کو تو ہمارے سامنے لے آئے یا تیرے لئے گھر سونے کا ہو جائے یا تو آسمان پر (ہماری آنکھوں کے سامنے) چڑھ جائے۔

یہ ساری آیتیں مکی ہیں اور ایسے فرمائشی معجزات کے مطالبے اہل مکہ خصوصاً قریش ہی کی جانب سے زیادہ پیش ہوتے رہتے تھے۔ اور ان کے شرک کے یہ معنی نہ تھے کہ یہ لوگ اللہ کے وجود کے منکر ہوں اور اس کے بجائے اور اور خدا تسلیم کر رہے ہوں۔ نہیں یہ لوگ اللہ کے وجود کے پوری طرح قائل تھے۔ لیکن اسے خدائے واحد یکتا نہیں۔ بلکہ صرف خدائے اعظم تسلیم کرتے تھے۔ یعنی گو سب سے بڑا خدا اللہ ہے تاہم اس کے ساتھ یا شاید اس کے ماتحت اور بھی بہت سے خدا ہیں اور معبودیت و حاجت روائی ہیں اسی طرح ہیں، بلکہ شاید اس سے بھی بڑھ کر اور اس لیے اس مشرکانہ منطق میں تعلق انہیں سے زیادہ رکھنا چاہیے۔ قرآن مجید نے اس عقیدہ پر سخت جرح کی اور بار بار سوالات کر کے اہل جاہلیت کو ان کی جہالت پر متنبہ و آگاہ کیا چنانچہ ایک جگہ یہ جرحی سوالات بہت دور تک چلے گئے ہیں،

ءَآللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ اَمَّنْ
خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ
لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ
حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَّا كَانَ لَكُمْ
اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ
بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ اَمَّنْ جَعَلَ
الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ
اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ

(بھلا بتاؤ تو کہ) اللہ بہتر ہے یا وہ جنہیں یہ لوگ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں؟ آیا وہ جس ذات نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے اس نے تمہارے لیے پانی برسایا۔ پھر اس کے ذریعہ سے ہم نے رونق دار باغ لگائے اور تم سے تو ممکن نہ تھا کہ تم ان کے درختوں کو اگا سکو تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی ہے؟ یا وہ ذات جس نے زمین کو قرار گاہ بنایا اور اس کے درمیان درمیان ندیاں بنائیں اور

Marfat.com

بَیْنَ الْبَحْرَیْنِ حَاجِزًا ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ بَلْ اَکْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ وَیَجْعَلُکُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ اَمَّنْ یَّهْدِیْکُمْ فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَمَنْ یُّرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ تَعٰلَی اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ۔ اَمَّنْ یَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَمَنْ یَّرْزُقُکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔

(النمل ع ۵)

اس کے لیے پہاڑ بنائے اور دو سمندروں کے درمیان حد فاصل بنائی تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی ہے؟ نہیں بلکہ ان میں سے اکثر تو سمجھتے ہی نہیں۔ آیا وہ جو بیقرار کی (فریاد) سنتا ہے جب وہ اس کو پکارتا ہے اور مصیبت کو دور کر دیتا ہے اور تم کو زمین پر صاحب تصرف بناتا ہے تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی ہے؟ بہت ہی کم تم لوگ یاد رکھتے ہو۔ آیا وہ جو تمہیں خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ سجھاتا ہے اور جو تمہیں کو بارش سے پہلے بھیجتا ہے جو خوشخبری دیتی ہیں تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی ہے؟ اللہ برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے آیا وہ جو مخلوق کو اول بار بار کرتا ہے اور پھر اس کو دوبارہ پیدا کرے گا اور تمہیں رزق دیتا ہے آسمان زمین سے تو کیا اللہ کے ساتھ کو اور خدا بھی ہے۔ آپ کہئے کہ تم اپنی دلیل لاؤ اگر تم (دعویٰ شرک میں) سچے ہو۔

ان آیتوں میں مشرکین پر حجت قائم کی ہے کہ جب اللہ ہی خالق و فاطر، رازق و نافع اور ناظم امور ہے اور تم اسے تمام تر تسلیم بھی کرتے ہو تو آخر یہ تمہیں کیا سودا ہے کہ تم اس کے ہوتے ہوئے دوسرے دوسرے خداؤں کی طرف جھکتے ہو اُن سے اپنی حاجتیں عرض کرتے ہو اور انہیں بھی درجہ معبودیت میں رکھتے ہو!

اور اسی طرح کی آیتیں بلکہ ان سے بھی زیادہ واضح ایک دوسری جگہ بھی وارد ہوئی ہیں۔ رسول کو مخاطب کرکے ارشاد ہوا ہے۔

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ

آپ کہئے کہ یہ زمین اور جو اس پر رہتے ہیں یہ سب

Marfat.com

فِيْهَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۔ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ۔

(المؤمنون ع ۵)

کس کے ہیں اگر تم کچھ خبر رکھتے ہو؟ (اس پر) وہ ضرور یہ کہیں گے کہ یہ اللہ کے ہیں۔ ان سے کہیے کہ پھر تم کیوں غور نہیں کرتے۔ آپ یہ بھی کہیئے کہ (ان سات) آسمانوں کا مالک اور عالی شان عرش کا مالک کون ہے؟ وہ ضرور یہی کہیں گے کہ یہ بھی اللہ کا ہے آپ کہئے کہ پھر تم کیوں نہیں ڈرتے؟ آپ یہ بھی کہیئے کہ وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں تمام چیزوں کا اختیار ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور کوئی اس کے مقابلہ میں کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔ اگر تمہیں کچھ بھی خبر ہو؟ اب بھی وہ ضرور یہی یہ کہیں گے کہ یہ سب اوصاف اللہ کے ہیں۔ آپ کہیے کہ پھر یہ تمہیں کیا خبط ہو رہا ہے۔

اور اسی طرح ایک جگہ اور انہیں مشرکوں کی زبان سے اقرار کرایا ہے کہ خالق آسمان و زمین اللہ ہی ہے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ۔ (لقمان ع ۳)

اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہ بول اٹھیں گے کہ اللہ نے۔

چنانچہ جن آیتوں میں اثبات توحید اور ممانعت شرک پر زور دیا ہے وہاں اکثر یہ بھی بڑھا دیا ہے کہ عبادت کا حقدار بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

فَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا۔ (النساء ع ۶)

عبادت اللہ کی کرو اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کرو۔

یا

وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَدًا

(انسان کو چاہیے کہ) اپنے پروردگار کی عبادت

میں کسی کو شریک نہ کرے۔
(الکہف ع ۱۲)

جن کی عبادتوں میں یہ مشرکین عرب لگے رہتے تھے۔ ان کا وجود خارج میں سرے سے تھا ہی کہاں؟ ان لوگوں نے محض ایک خیالی اور فرضی وجود عطا کر رکھا تھا۔

مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ

اور تم اللہ کے سوا جن کو پوجتے ہو وہ تو بس نام ہی نام ہیں۔ جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے دے رکھے ہیں۔

(یوسف ع ۵)

اس شرک کا ایک خاص مظہر بت پرستی۔ نام لے کر اس کی ممانعت وارد ہوئی۔

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ۔ (الحج ع ۴)

بتوں کی پلیدی سے بچو۔

اور یہ اوثان ہی کا لفظ پرانی مشرک قوموں یعنی قوم نوحؑ (عنکبوت ع ۲) اور قوم ابراہیم (عنکبوت ع ۳) کے حق میں بھی وارد ہو چکا ہے یہ مورتیاں عموماً پتھر کی بنی ہوئی ہوتی تھیں چنانچہ قرآن مجید میں دو جگہ جو ذکر آتش دوزخ کے سلسلہ میں انسانوں کے ساتھ پتھروں کا آیا ہے۔ ایک جگہ سورۃ البقرۃ کے رکوع ۳ میں وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اور دوسری جگہ انہیں الفاظ کے ساتھ سورۃ التحریم کے رکوع اول میں تو دونوں جگہ پتھر سے مراد پتھر کی ترشی ہوئی مورتیاں ہی ہیں اور ان بڑی مورتیوں میں سے تین کا ذکر نام کے ساتھ قرآن مجید میں آیا ہے ایک لات دوسرے عزیٰ اور تیسرے منات۔

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى۔

بھلا تم نے نظر نہیں کی ہے لات پر اور عزیٰ پر اور تیسری اور منات پر۔

(النجم ع ۱)

تاریخ وسیر کی کتابوں میں آتا ہے کہ یہ تینوں بت عرب کے مشہور و پر قوت قبیلوں کے تھے اور قرآن مجید نے قوم نوح کے جن دیوتاؤں کے نام سورہ نوح ع ۲ میں گنائے ہیں۔ ود۔ سواع۔ یعوق۔ یغوث۔ نسر۔ تاریخوں میں آتا ہے کہ یہ بت جاہلی عربوں کے

Marfat.com

بھی تھے اور عراق سے آکر عرب میں بھی پہنچنے لگے تھے۔

اہل جاہلیت کا اپنی صفائی میں کہنا یہ تھا کہ ہم ان بتوں کو کہیں خدا تھوڑے ہی سمجھ رہے ہیں۔ ہم تو انہیں بارگاہ خداوندی کے لیے محض ایک وسیلہ گردانتے اور انہیں محض شافع یا سفارش کرنے والے مانتے ہیں۔

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى۔ (الزمر ع ۱)

ہم تو انہیں محض اس لیے پوجتے ہیں کہ یہ اللہ سے ہمیں قریب کر دیں۔

اللہ یا خدائے اعظم کے لفظی اعتراف و اعتقاد کے ساتھ عمل میں ان مشرکین عرب کا یہ حال تھا کہ اپنی پیداوار اور اپنے جانوروں میں جو حصے لگاتے، ان میں اللہ کے نام والے حصے تو بتوں کی طرف بے تکلف منتقل کر دیتے لیکن یہ نہ کرتے، کہ بتوں والے حصے اللہ کی طرف منتقل کر دیں۔ چنانچہ ارشاد ہوا ہے۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ۔ (الانعام ع ۱۶)

اور اللہ تعالیٰ نے جو کھیتی اور مویشی پیدا کیے ہیں۔ ان لوگوں نے اس میں سے کچھ حصہ اللہ کا مقرر کیا ہے اور بزعم خود کہتے ہیں کہ یہ ہمارے معبودوں کا ہے۔ پھر جو چیز انکے معبودوں کی ہوتی ہے وہ تو اللہ کی طرف نہیں پہنچتی ہے اور جو چیز اللہ کی ہوتی ہے وہ ان کے معبودوں کی طرف پہنچ جاتی ہے کیا بری تجویز ان لوگوں نے نکال رکھی ہے۔

ان مشرکانہ عقائد کا اثر ان مشرکوں کے اعمال اور ساری زندگی پر بھی پڑا تھا اور یہ لوگ طرح طرح کے خرافات و اوہام میں مبتلا ہو گئے تھے۔ ان میں سے ایک بڑی چیز ان کی عادت اولاد کشی تھی اور کھانے پینے کی چیزوں میں سے فلاں فلاں کا فلاں فلاں طبقہ کے لیے حرام کر لینا تھا۔ قرآن مجید نے اسی سورہ انعام کی اسی آیت کے متصل ان چیزوں کو بھی ذرا تفصیل سے بیان کیا ہے۔ شروع کی آیت ہے۔

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ

اور اسی طرح کثرت سے مشرکین کے خیال

Marfat.com

الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآئُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ۔

میں اپنی اولاد کے ہلاک کر ڈالنے کو ان کے معبودوں نے اچھا بنا رکھا ہے تاکہ ان کو برباد کر دیں اور ان کے دین کو ان کی نظر میں مخبوط کر دیں۔

(الانعام ع ۱۶)

اور آخری آیت ہے۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ۔

یقیناً گھاٹے میں آ گئے۔ جنہوں نے ہلاک کر ڈالا اپنی اولاد کو حماقت سے بغیر کسی سند کے اور اللہ نے جو کچھ کھانے پینے کو دیا تھا اسے حرام کر لیا اللہ پر جھوٹ باندھ کر بیشک یہ لوگ گمراہ ہو گئے اور راہ یاب نہ ہوئے۔

(الانعام ع ۱۶)

بت پرستی کے علاوہ یہ مشرکین ملائکہ پرستی میں بھی مبتلا تھے اور ملائکہ کو انہوں نے خدا کی بیٹیاں یا دیویاں ٹھہرا لیا تھا۔ ارشاد ہوا ہے۔

وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنَاتٍ وَّاَصْفٰكُمْ بِالْبَنِيْنَ

اور ان مشرکوں نے خدا کے بندوں سے خدا کا ایک جزو ٹھہرا لیا۔ بیشک انسان صریح ناشکرا ہے۔ کیا اللہ نے اپنی مخلوقات میں سے بیٹیاں اپنے لیے لے لیں اور بیٹیوں سے تمہیں معزز کیا۔

(الزخرف ع ۲)

اور دوسری جگہ رسول سے خطاب ہے۔

فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شَاهِدُوْنَ۔

ان مشرکوں سے پوچھیے کہ کیا آپ کے پروردگار کے لیے تو لڑکیاں ہیں اور ان لوگوں کے لیے لڑکے ہیں؟ کیا ہم نے فرشتوں کو لڑکیاں پیدا کیا اور یہ لوگ اس کے گواہ تھے۔

(الصافات ع ۵)

ملائکہ پرستی کے علاوہ جنات پرستی بھی ان کے اندر موجود تھی۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَ

اور مشرکوں نے جنات کو اللہ کا شریک بنا لیا حالانکہ

خَلَقَهُمْ۔ (الانعام ع ۱۲) الذی انہیں پیدا کیا ہے۔

جنات کو وہ اللہ کا قرابت دار سمجھتے تھے۔

وَجَعَلُوْا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْجِنَّۃِ نَسَبًا (الصافات ع ۵) ان مشرکوں نے اللہ اور جنات کے درمیان رشتہ داری بنالی ہے۔

آفتاب پرستی اور ماہتاب پرستی کی جو صریح ممانعت قرآن مجید میں آئی ہے۔

لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ (حٰم السجدہ ع ۵) نہ سورج کے آگے جھکو اور نہ چاند کے۔

اس سے اندازہ یہی ہوتا ہے کہ معاصر مشرکین عرب اجرام فلکی کی پرستش میں بھی بند نہ تھے۔

شراب، جوا، اور قمار کی مختلف قسمیں اتنی شائع تھیں کہ انہیں سختی سے روکنا پڑا۔

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطَانُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَعَنِ الصَّلٰوۃِ فَھَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَھُوْنَ۔

بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بتوں کے تھان اور قرعہ کے تیر سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں۔ سو ان سے بالکل الگ رہو تاکہ فلاح پاؤ۔ شیطان تو بس یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کردے اور اللہ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے سو اب بھی تم ان چیزوں سے باز آؤ گے۔

(المائدہ ع ۱۲)

اور سود خواری کو تو جس اہتمام بلیغ سے قرآن نے منع کیا ہے وہ دس دلیلوں کی ایک دلیل ہے اس واقعہ تاریخی کی کہ مشرکین عرب کے معاشرہ میں سود خواری خوب رچی بسی ہوئی تھی۔ ایک جگہ ارشاد ہوا۔

اِتَّقُوا اللّٰہَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔ اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو بقیہ سود کو اگر تم (واقعی) مسلمان ہو۔

Marfat.com

(البقرہ ع ۳۸)

دوسری جگہ بھی اسی تاکید کے ساتھ۔

لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ (آل عمران ع ۱۴)

سود نہ کھاؤ دونا چوگنا۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

تیسری جگہ اسی شدت کے ساتھ۔

اَلَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ الرِّبَا لَا يَقُوْمُوْنَ إِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ۔ (البقرہ ع ۳۸)

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قبروں سے) نہیں اٹھیں گے مگر اس شخص کی طرح جس کو شیطان نے آسیب پہنچا کر دیوانہ بنا دیا ہو۔

اور پھر سب سے بڑھ کر۔

فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔

اگر تم سود نہیں چھوڑتے ہو تو اشتہار جنگ سن لو اللہ اور اس کے رسول سے۔

اولاد کشی کا مرض بھی (کچھ آج ہی کے حالات سے ملتا ہوا۔) معاشی بنیادوں پر خوب پھیلا ہوا تھا۔ اس لیے علاوہ ان آیتوں کے جو پہلے مذکور ہو چکیں۔ اس کی ممانعت اور اس پر وعید خاص طور سے نازل ہوئی۔ مثلاً۔

وَلَا تَقْتُلُوْا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْأً كَبِيْرًا۔

(بنی اسرائیل ع ۴)

اور اپنی اولاد کو ہلاک نہ کر ڈالا کرو ناداری کے اندیشہ سے ہم ہی ان کو بھی روزی دیتے ہیں اور تم کو بھی بے شک ان کا مار ڈالنا بڑا بھاری گناہ ہے۔

اس اولاد کشی میں بھی خصوصیت کے ساتھ رواج دختر کشی کا بعض قبیلوں میں تھا۔ ان کے شرمندہ کرنے کا ذکر حشر میں ان سے سوال کے وقت کا کیا گیا۔

وَإِذَا الْمَوْءُوْدَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ۔ (التکویر)

اور جب زندہ دفن کی گئی، لڑکی سے (حشر میں) سوال ہوگا کہ وہ کس جرم میں مار ڈالی گئی۔

بے حیائی سے بے حجابی۔ بلکہ بے ستری کے عیب بھی عام تھے۔ چنانچہ فاحشہؔ و فحشاء کی ممانعت بار بار آئی ہے اور اس قسم کی آیتیں بھی جا بجا ملتی ہیں۔

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ۔ (الانعام ع۱۹)

اور بےحیائیوں کے پاس نہ جاؤ۔ خواہ وہ علانیہ ہوں یا پوشیدہ۔

یا مثلاً۔

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ۔ (الاعراف ع۴)

آپ کہہ دیجیے کہ میرے پروردگار نے تو بس بےحیائیوں کو حرام کر دیا ہے۔ خواہ علانیہ ہوں یا پوشیدہ۔

اور زنا کے لیے جو ہر جاہلی تمدن کی طرح اس عرب تمدن میں عام تھا۔ یہ تہدیدی حکم نازل ہوا۔

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا اِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا۔ (بنی اسرائیل ع۴)

اور زنا کے پاس بھی نہ پھٹکو۔ بے شک وہ بےحیائی ہے اور ایک بری راہ بھی۔

ایک دستور یہ بھی جاری تھا، کہ خوشحال لوگ اپنی باندیوں کے جسم کو کرایہ پر چلاتے تھے وحی محمدی اسے کیسے نظر انداز کر سکتی تھی۔ ارشاد ہوا۔

وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ۔ (النور ع۴)

اور اپنی باندیوں کو حرام کاری پر مجبور نہ کرو۔

کہیں کہیں عورتوں کو وراثت کا مال سمجھ کر خود ان پر بھی قبضہ کر لیا جاتا تھا حکم آیا کہ ایسا ہرگز درست نہیں۔

لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا۔ (النساء ع۳)

تمہارے لیے جائز نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے مالک بن جاؤ۔

یہ بھی ایک دستور تھا، کہ اپنی حقیقی ماں کے سوا اور جو عورتیں باپ کے عقد میں ہوتی تھیں۔ انہیں مال وراثت سمجھ کر انہیں اپنی بی بی بنا لیا جاتا تھا۔ یہ رسم بھی حکماً مٹائی گئی۔

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ اٰبَاؤُكُمْ مِنَ

اور تم ان عورتوں سے عقد مت کرو جن سے تمہارے

Marfat.com

النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا وَّ سَآءَ سَبِيْلًا۔ (نساء ع ۲)

باپ عقد کر چکے ہوں مگر ہاں جو ہو چکا ہو چکا۔ بیشک یہ بڑی بےحیائی اور نفرت کی بات ہے اور بہت بُرا طریقہ ہے۔

عورتوں۔ مردوں کا آزادانہ میل جول اور اختلاط، اور لباس میں بے احتیاطی اور بدنظری۔ آج ہی کل کی تہذیب تمدن کی طرح عام تھیں۔ ان سب پر طرح طرح کی پابندیاں لگائی گئیں اور حدبندیاں عائد کی گئیں۔ ارشاد ہوا۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ۔ (النور ع ۴)

اے پیمبر مومنوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں کہ یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزگی کا باعث ہے۔

اور عورتوں کے حق میں اس سے کہیں زیادہ پابندیاں بڑھا کر ارشاد ہوا کہ۔

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ (النور ع ۴)

اور مومن عورتوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ ہونے دیں۔ بجز اس کے جو اس میں سے کھلا ہوا ہے اور اپنی چادریں اپنے گریبانوں پر ڈال رکھیں، اور اپنی زینت نہ ظاہر ہونے دیں بجز اس کے کہ اپنے شوہروں پر۔

ان قریبی رشتوں کے نام بھی اس آیت میں آگے درج ہیں۔ رسالت محمدیؐ کو جو معاشرہ تیار کرنا تھا۔ اس میں بہ خلاف معاشرہ جاہلی کے یہ ساری قیدیں ضروری تھیں۔ چنانچہ آگے ارشاد ہوا ہے کہ،

وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ۔ (النور ع ۴)

اور عورتیں زمین پر بھی اپنے پیر نہ ماریں کہ جس سے وہ زینت جسے وہ چھپاتی ہیں۔ ظاہر ہو جائے۔

Marfat.com

بلکہ ازواج نبی اور بنات نبی کے علاوہ عام مومنات کے لیے بھی یہ قاعدہ نافذ ہو گیا کہ :

يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ — اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکائے رہیں ۔

(الاحزاب ع ۸)

ایک جامع آیت میں آپ کو یہ بتا دیا کہ عورتیں جب آپ کی خدمت میں بیعت اسلام کے لیے حاضر ہوں تو آپ ان سے بیعت فلاں فلاں امور کے لیے لیں ۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ ۔ (الممتحنہ ع ۲)

اے نبی جب مومنات آپ کے پاس ان امور پر بیعت کرنے آئیں کہ وہ اللہ کا شریک کسی شے کو نہ کریں گی اور نہ چوری کریں گے اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اولاد کو ہلاک کر ڈالیں گی اور نہ ایسی بہتان کی روداد لائیں گی جس کو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان بنا لائیں اور نہ مشروع باتوں میں آپ کے خلاف کریں گی تو آپ ان کو بیعت کر لیا کیجیے ۔

اور عورت کی عام حالت اس جاہلی معاشرہ میں یہ تھی کہ لڑکی کا وجود باپ کے لیے باعث ننگ و کدورت تھا اور اس کے لیے ایسی شرم کی چیز تھی کہ وہ ہر طرف منہ چھپائے پھرتا تھا ۔

قرآن مجید عربی معاشرہ کا یہ نقشہ یوں کھینچتا ہے ۔

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ۔

(نحل ع ۷)

اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی خوشخبری سنائی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتی ہے اور غصہ کے گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے وہ اس خبر کے رنج سے لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اور دل میں سوچتا ہے کہ اسے ذلت کے ساتھ قبول کرے یا زندہ

زمین میں دفن کر دے

جاہلی عرب کے عقائد اور اخلاق و معاملات کی دنیا میں تو یہ اندھیر مچا ہوا تھا ہی عبادات کے عالم میں بھی سکہ جہالت و جاہلیت ہی کارواں تھا۔ کعبہ کو واجب التعظیم اور اس کے زائرین کی خدمت کو اپنے لیے باعث فخر و سعادت یہ لوگ بھی اپنے لیے سمجھتے تھے۔ جیسا کہ سورہ توبہ کے رکوع ۲ کی آیت اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ سے ظاہر ہو رہا ہے لیکن ان کی عبادت کا طریقہ کیا تھا؟ خانہ کعبہ کے گرد سیٹیاں بجانا اور تالیاں بجانا۔

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً۔ (الانفال ع ۴)

ان مشرکوں نے خانہ کعبہ کا پاس نہیں کیا بجز سیٹیاں بجانے اور تالیاں بجانے کے

بلکہ اس عبادت کے وقت تو ان جاہلیوں کو رفع برہنگی اور لباس ساتر کی بھی پروانہ تھی اور اس لیے قرآن مجید نے تاکید کی کہ:

يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (الاعراف ع ۳)

اے بنی آدم تم مسجد میں حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو۔

اور مسلمانوں کی عبادت پر تو یہ لوگ اہل کتاب کے ساتھ مل کر مضحکہ و استہزاء ہی کرتے رہتے۔

وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا۔

اور اے مسلمانو! جب تم نماز کے لیے پکارتے ہو تو یہ لوگ اس کے ساتھ ہنسی اور کھیل کرتے ہیں:

(مائدہ ع ۹)

مشرکین عرب کے بنیادی عقائد کے سلسلہ میں ان کی اعتقادی زندگی کے ساتھ ساتھ ان کی عملی۔ معاشرتی۔ اخلاقی زندگی کا بھی ذکر آ گیا۔ لیکن شرک جلی کی بھی ایک قسم ان میں رائج نہ تھی۔ بعض کے عقائد کے ڈانڈے دہریت کی سرحدوں سے چھو جاتے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے۔

مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ

کوئی اور زندگی نہیں ہے بجز اس دنیوی زندگی کے ہم

وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ۔ (الجاثیہ ع ۲)

مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں کوئی نہیں مارتا ہے بجز زمانہ کے۔

یعنی کوئی خالق بالارادہ موجود نہیں۔ جو کچھ بھی ہوتا ہے۔ مادی حیثیت سے زمانہ ہی کے الٹ پھیر سے ہوتا رہتا ہے اور آخرت کی جزا و سزا سے انکار تو ان کے ہاں عام تھا اور جو خدا کے کسی درجہ میں قائل بھی تھے وہ بھی اس کے قائل بہرحال نہ تھے کہ موت کے بعد کسی اور عالم میں جانا اور وہاں کسی حاکم سے سابقہ پڑتا، اور کسی مالک کے حضور میں جانا ہے۔ یہ علانیہ کہتے۔

إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ۔ (الانعام ع ۳)

کہ زندگی تو بس فی الحال کی ہے اور ہم بعد کو اٹھائے جانے کے ہیں۔

انکار آخرت کے اقوال قرآن مجید نے ان لوگوں کی زبان سے اس کثرت سے نقل کئے ہیں کہ معلوم ایسا ہونے لگتا ہے کہ شاید انکار توحید سے بھی بڑھ کر یہ لوگ انکار آخرت میں سخت تھے اور یہ بات ان کی سمجھ میں کسی طرح نہیں آ رہی تھی کہ اس حیات مادی کے بعد ایک اور عالم بھی ہے، جہاں اس زندگی کے اعمال کی پرسش ہو گی۔ ان پچاسوں بلکہ شاید سیکڑوں اقوال سے صرف دو چار بہ طور نمونہ نقل ہو جانے کافی ہوں گے۔

يَقُولُونَ أَإِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ ۝ أَإِذَا كُنَّا عِظَامًا نَخِرَةً ۝ قَالُوا تِلْكَ إِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ۔ (النازعات ع ۱)

کہتے ہیں کہ ہم پہلی حالت میں پھر واپس ہوں گے کہ جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے۔ پھر واپس ہوں گے کہتے ہیں کہ اس صورت میں یہ واپسی بڑے خسارہ کی ہو گی۔

اور جنات کی زبان سے ہے۔

إِنَّهُمْ ظَنُّوا كَمَا ظَنَنتُمْ أَن لَّن يَبْعَثَ اللَّهُ أَحَدًا۔ (الجن ع ۱)

اور جیسا تم جنات نے خیال کر رکھا تھا۔ ویسا ہی ان انسانوں نے بھی خیال کر رکھا تھا کہ اللہ کسی کو دوبارہ زندہ نہیں کرے گا۔

اور پھر ایک جگہ منکرین کا قول نقل کیا ہے۔

هٰذَا شَيْءٌ عَجِيبٌ ءَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيدٌ۔

(ق ع۱)

یہ تو عجیب بات ہے کیا جب ہم مر گئے اور مٹی ہو گئے (تو دوبارہ زندہ ہوں گے) یہ دوبارہ زندہ ہونا تو بہت ہی بعید ہے۔

پیمبر کی اس تذکیر آخرت پر بڑی حیرت سے یہ لوگ آپس میں کہتے۔

هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُنَبِّئُكُمْ إِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ إِنَّكُمْ لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ أَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا أَمْ بِهِ جِنَّةٌ۔

(السباء ع۱)

ہم تم کو ایسا آدمی بتائیں نہ، جو تم کو یہ خبر دیتا ہے کہ جب تم ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو ضرور ایک نئے جنم میں آؤ گے۔ اس شخص نے یا تو خدا پر جھوٹ باندھ لیا ہے یا اسے کسی طرح کا جنون ہے۔

اتنے ہی قول بالکل کافی ہیں۔ ورنہ اگر سارے قول منکرین آخرت کے نقل ہوں مع ان جوابات کے۔ جو قرآن مجید نے رسول اللہ صلعم کی زبان سے ادا کر دیئے ہیں تو مقالہ اپنے حدود سے گزر کر ایک مستقل رسالہ کی ضخامت اختیار کر جائے۔

انہیں مشرکین میں ایک بہت بڑا فرقہ ایسا بھی تھا۔ جو گو خدا اور خدائے اعظم کا قائل کسی حد تک تھا۔ لیکن وحی الٰہی اور نبی کے ذریعہ سلسلہ ہدایت کا یکسر منکر تھا۔ اس کی سمجھ میں یہ تو آجاتا تھا کہ خدا کے اولاد ہے یا یہ کہ خدا نخواستہ انسانی قالب اختیار کر کے دنیا میں آگیا۔ لیکن یہ کسی طرح بھی اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ خدا نے ایک بشر کو ذریعہ ہدایت بنا کر بھیجا اور اسے مرضیات الٰہی کے تمام نکتے اور طریقے بتلا دیئے یہ لوگ بگڑ کر کہتے۔

أَبَشَرٌ يَهْدُونَنَا۔ (التغابن ع۱)

ہماری ہدایت کو بشر آتے ہیں۔

اور کبھی یہ کہ

أَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَسُولًا

(بنی اسرائیل ع۱۱)

کیا خدا نے رسول بنا کر بشر کو بھیجا ہے؟

Marfat.com

کبھی آپس میں پیمبر کے حق میں سرگوشیوں میں کہتے۔

هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ — یہ تو بس تم ہی جیسا ایک بشر ہے۔

(انبیاء ع ۱)

اور کبھی آپؐ کے لوازم بشریت کو آپ کے خلاف بہ طور دلیل کے پیش کرتے۔

مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ۔ (الفرقان ع ۱)

اس پیمبر کو کیا ہوا کہ وہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ اس کی طرف کوئی فرشتہ کیوں نہ اتارا گیا۔

اور چونکہ بشر پر وحی آنا۔ ان لوگوں کے دماغ کوتاہ میں بشریت کے منافی تھا۔ اس لیے یہ لوگ قدرۃً تکذیب رسول پر مجبور تھے اور کبھی یہ کہتے کہ آپ مجنون ہیں۔

وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ۔

اور ان لوگوں نے یہ کہا کہ اے وہ شخص جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے۔ تم تو مجنون ہو،

(الحجر ع ۱)

کبھی کہتے،

اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ (السباء ع ۱) — انھیں کیا کچھ جنون ہے۔

قرآن نے خود ان کے متعلق سوال کیا ہے۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ (المومنون ع ۴) — کیا یہ لوگ آپ کی نسبت جنون کے قائل ہیں؟

کبھی ان کی تشخیص و تجویز میں آپؐ خیالی مضمون باندھنے والے اور موثر عبارت میں ادا کرنے والے شاعر ٹھہرتے اور آپ کی وحی قرآنی ایک خواب پریشان اور آپ کی گڑھی ہوئی قرار پاتی۔

بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ۔

بلکہ یوں کہا کہ یہ تو خیالات پریشان ہیں۔ بلکہ انھوں نے اسے تراش لیا ہے۔ بلکہ ایک شاعر شخص ہے۔

(الانبیاء ع ۱)

دوسری جگہ قرآن نے کہا ہے۔

Marfat.com

أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَتَرَبَّصُ بِهِ رَيْبَ الْمَنُونِ۔ (الطور ع ۲)

کیا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ تو شاعر ہیں جن کے بارے میں ہم حادثہ موت کا انتظار کر رہے ہیں۔

اور کبھی شاعری کے ساتھ دیوانگی کا بھی اضافہ کر دیتے

وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُوا آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ۔ (الصافات ع ۲)

اور یہ لوگ کہا کرتے تھے کہ کیا ہم اپنے دیوتاؤں کو ایک شاعر دیوانہ کی خاطر چھوڑ دیں؟

اور کبھی الفاظ بدل کر اسی مضمون کو یوں ادا کرتے۔

وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوا مُعَلَّمٌ مَّجْنُونٌ۔ (الدخان ع ۱۱)

بیشک ان کے پاس ایک کھلا ہوا پیمبر آ چکا پھر بھی یہ لوگ اس سے سرتابی کرتے رہے اور کہتے رہے کہ یہ سکھایا ہوا ہے۔ دیوانہ ہے۔

شاعری اور جنون کے ساتھ ایک تیسری تشخیص سحر زدگی کی بھی تھی۔

قَالَ الظّٰلِمُونَ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَّسْحُورًا۔ (الفرقان ع ۱)

یہ ظالم لوگ (آپس میں) کہتے ہیں کہ تم تو بس ایک سحر زدہ شخص کی پیروی کر رہے ہو۔

اور یہی مضمون ایک دوسری جگہ:

إِذْ هُمْ نَجْوَىٰ إِذْ يَقُولُ الظّٰلِمُونَ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَّسْحُورًا۔ (بنی اسرائیل ع ۵)

(ہم خوب جانتے ہیں) جس وقت یہ لوگ آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں اور جبکہ یہ ظالم لوگ کہتے ہیں کہ تم لوگ تو بس ایک سحر زدہ شخص کی پیروی کر رہے ہو۔

اور کبھی آپ کی نسبت سحر و کہانت کی جانب کرتے جو ان کی دانست میں دو زبردست اور مؤثر فن، غیب سے تعلق رکھنے والے تھے قرآن مجید کو اس کی صاف صاف تردید کرنا پڑا اور کہنا پڑا۔

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ (الحاقہ ع ۱) یہ کسی شاعر کا کلام نہیں۔

اور

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ كَاهِنٍ۔ (الحاقہ ع ۱) یہ کسی کاہن کا کلام نہیں۔

یہ باہم خود بھی کبھی کسی ایک بات پر جمتے نہ تھے اور قرآن نے انہیں مخاطب کر کے صاف کہہ دیا کہ:

اِنَّكُمْ لَفِیْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ یُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ۔ (الذاریات ع ۱)

تم لوگ مختلف گفتگو میں دپڑے ہوئے ہو اس سے وہی پھرتا ہے جس کو پھرنا مقدر ہوتا ہے۔

اور ان کے خرافات کے الگ الگ بھی جوابات دیئے اور ان کی ایک ایک غلط بیانی کی تردید کی۔ مثلاً۔

وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ (التکویر)

اور یہ تمہارے رفیق دیوانے نہیں ہیں۔

یا

وَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ (القلم ع ۱)

آپ اپنے پروردگار سے فضل سے دیوانے نہیں ہیں۔

یا پھر

فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ۔ (الطور ع ۲)

تو آپ اپنے پروردگار کے فضل سے نہ کاہن ہیں نہ دیوانے۔

قرآن کے اثر سے ان منکرین و معاندین کے لیے بھی انکار ممکن نہ تھا۔ مشاہدہ کی چیز تھی قرآنی اثر کی گہرائی اور وسعت دونوں یہ براہ راست مشاہدہ ہی کرتے رہتے تھے اس لیے رائے آخر یہ ہوئی کہ ہو نہ ہو یہ قرآن انہوں نے دل سے گڑھ لیا ہے اور ان کی امداد و اعانت پر ایک پوری جماعت بھی ہے۔

اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ۨافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَیْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ۔ (الفرقان ع ۱)

یہ قرآن تو نری ایک گڑھنت ہے جس کو اس شخص نے گڑھ لیا ہے اور ایک اور جماعت نے اس میں ان کی مدد کی ہے۔

پھر آپ کے وصف اُمیت سے بھی چونکہ یہ لوگ براہ راست واقفیت رکھتے تھے اس واسطے یہ کہتے کہ یہ اگلوں کی خرافاتی حکایات انہوں نے کسی سے لکھوا رکھی ہیں اور وہ انہیں صبح و شام پڑھ کر سنادی جاتی ہیں۔

Marfat.com

وَقَالُوْا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔

یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو اگلوں کے بے سند قصے ہیں۔ جن کو اس شخص نے (کسی سے) لکھوالیا اور یہی اس کو صبح و شام پڑھ کر سنا دی جاتی۔

(الفرقان ع ۱)

اور کبھی یہ دُور کی کوڑی لاتے۔ کہ یہ تو فلاں شخص نے انہیں سکھا پڑھا رکھا ہے۔

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ۔ (النحل ع ۱۴)

اور ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ تو ایک بشر نے انہیں سکھا دیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ قرآن مجید ان لوگوں کے خیال میں اور آج کے بہت سے روشن خیال فرنگیوں کے خیال کے مطابق ایک گڑھا ہوا کلام تھا۔

وَقَالُوْا مَا هٰذَا اِلَّا اِفْكٌ مُّفْتَرًى۔ (السباء ع ۵)

اور یہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن تو بجز ایک گڑھے ہوئے بہتان کے کچھ نہیں۔

بلکہ ان مشرکوں کے ایک رئیس و سردار نے ایک بار بڑے سوچ بچار کے بعد اپنا فیصلہ یہ سنا دیا تھا کہ:

فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ (المدثر ع ۲)

یہ تو نرا ایک جادو ہے۔ جو قدیم سے چلا آرہا ہے اور یہ تو نرا ایک بشر کا کلام ہے۔

قرآن مجید نے شافی جواب ان میں سے ہر خرافات کا دیا ہے۔ یہاں ان جوابات سے بحث نہیں یہاں تو دکھانا صرف یہ ہے کہ جس قوم کی براہ راست اور اصالتًہ اصلاح کے لیے رسول اللہ مبعوث ہوئے تھے۔ اس کی اعتقادی، عملی، اخلاقی زندگی کا نفسیاتی پس منظر کیا تھا اور اس نے آپؐ کے پیام کی پذیرائی کس طرح کی۔

شرک میں ڈوبی ہوئی قوم کی ناخوشی کی اصل بنیاد یہ تھی کہ یہ پیامبر جو کلام سناتے ہیں اس میں ذکر سارے دیوی دیوتاؤں اور چھوٹے بڑے خداؤں کو چھوڑ کر نام صرف اللہ ہی کا کیوں لیے جاتے ہیں، اور دعوت اس اکیلے معبود کے ماننے کی کیوں دیتے ہیں۔ قرآن مجید نے انہیں کو مخاطب کر کے فرمایا ہے۔

Marfat.com

وَاِذَا دُعِیَ اللّٰہُ وَحْدَہٗ کَفَرْتُمْ وَ اِنْ یُّشْرَکْ بِہٖ تُؤْمِنُوْا۔ (المومن ع ۲)

جب صرف اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو تم انکار کرتے ہو اور اگر اسکے ساتھ کسی کو شریک کیا جاتا ہے تو تم مان لیتے ہو۔

ضدِ اللہ کے نام سے بہ شمول و شرکت دوسرے معبودوں کے نہ تھی اصل ضد اس سے تھی کہ اس اللہ کی وحدت پر اصرار کیوں کیا جاتا ہے۔ اور پھر ارشاد ہوا ہے۔

وَاِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَحْدَہُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ وَاِذَا ذُکِرَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِہٖ اِذَا ھُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ۔ (الزمر ع ۵)

اور جب فقط اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو یہ لوگ جو آخرت کا یقین نہیں رکھتے ان کے دل منقبض ہونے لگتے ہیں اور جب اس کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو اسی وقت یہ لوگ خوش ہو جاتے ہیں۔

اور ایک جگہ پھر یہی شہادت قرآن پیش کرتا ہے۔

وَاِذَا ذَکَرْتَ رَبَّکَ فِی الْقُرْاٰنِ وَحْدَہٗ وَلَّوْا عَلٰی اَدْبَارِھِمْ نُفُوْرًا (بنی اسرائیل ع ۵)

اور آپ جب قرآن میں صرف اپنے پروردگار کا ذکر کرتے ہیں تو یہ لوگ پشت پھیر کر چل دیتے ہیں۔ نفرت کرتے ہوئے۔

ایسی قوم کو داعی توحید سے نفرت و عداوت ہو جانا لازمی تھا اور قرآن مجید نے امت محمدی کو مخاطب کر کے سنا بھی دیا تھا کہ اہل کتاب کے علاوہ ان مشرکوں سے بھی تمہاری بہت کچھ دلآزاری ہونا ہے۔

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا اَذًی کَثِیْرًا۔ (آل عمران ع ۱۹)

اور تم ضرور سنو گے بہت سی دلآزاری کی باتیں ان سے بھی جنہیں تم سے قبل کتاب مل چکی ہے۔ اور ان سے بھی جو مشرک ہیں۔

(ب)

یہود و نصاریٰ

مکی سورتوں میں ذکر کثرت سے المشرکین کا اور الذین اشرکوا کا، یا مطلق صورت میں الّذین کفروا کا یا الکفار کا اور الکفرون کا آتا ہے یا پھر ان سے بھی مطلق تر صورت میں الناس کا آتا ہے۔ لیکن مدنی سورتوں میں یہ مخاطبت و مذاکرات اہل الکتاب یا الّذین اوتوا الکتاب سے بدل گئی ہے۔

اہل کتاب سے آپؐ کا سابقہ مدینہ میں آکر پڑا اور اہل کتاب سے مراد عموماً یہودی ہیں۔ مگر کہیں کہیں نصرانی بھی اس میں شامل ہو گئے ہیں۔ قیام مکہ میں جب تک سابقہ صرف مشرکین یعنی منکرین توحید و آخرت سے رہا۔ اعتراضات کی نوعیت دوسری رہی قیام مدینہ کے بعد دوسری ہو گئی۔ اس لیے کہ یہ لوگ توحید اور سلسلہ وحی نبوت کے لفظاً قائل تو بہرحال تھے۔ آپؐ نے آتے ہی اہل کتاب کو صلح و آشتی کا پیغام قرآن کی زبان سے اور اس کے حکم کی تعمیل میں دے دیا تھا اور اس قسم کی آیتیں بار بار تلاوت فرما دی تھیں۔

قُلْ يَآ اَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔ (آل عمران ع ۷)

آپ کہہ دیجیے کہ اے اہل کتاب ایسے قول کی طرف آجاؤ جو ہم میں تم میں مشترک ہے وہ یہ کہ ہم بجز اللہ کے اور کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو (اپنا) رب بجز اللہ کے نہ ٹھہرائے۔

اور اس حقیقت کو بار بار دہرایا کہ جو کتاب میں لے کر آیا ہوں یہ تو عین تمہاری کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے کہیں اس کتاب کو۔

مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ (البقرہ ع ۱۱) — جو کچھ ان کے پاس ہے اس کی تصدیق کرنیوالی۔

ارشاد فرمایا گیا اور کہیں۔

هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ (بقرہ ع ۱۱) — یہ تو عین حق ہے (اور) جو کچھ ان کے پاس ہے اس کی تصدیق کرنے والی۔

اور کہیں۔

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ۔ (بقرہ ع ۱۲) — اپنے سے پیش رو کی تصدیق کرنے والی۔

اور کہیں۔

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ (المائدہ ع ۷) — اپنے سے پیش رو کتاب کی تصدیق کرنے والی۔

اور کہیں۔

مُصَدِّقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ۔ (المائدہ ع ۱۱) — اپنے سے پیش رو کی تصدیق کرنے والی۔

وغیرہا اور کہیں بجائے صیغہ غائب کے صیغہ مخاطب ہیں۔

مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ۔ — جو کچھ تمہارے پاس ہے اسکی تصدیق کرنے والی۔

اور کہیں کتاب کے بجائے خود صاحب کتاب یعنی رسولؐ ہی کو اصالۃً کتب سابقہ کا مصدق کہہ کر پیش فرمایا گیا ہے۔

رَسُولٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ۔ (بقرہ ع ۱۲) — یہ خدا کی طرف سے رسول ہیں تصدیق کرنے والے اس کے جو کچھ تمہارے پاس ہے۔

یا

رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ۔ — رسول تصدیق کرنے والے اس کے جو کچھ تمہارے

پاس ہے۔ (آل عمران ع ۹)

وقس علیٰ ہذا اور کہیں کہیں نام کی صراحت کے ساتھ یہ ذکر فرمایا گیا کہ توریت و انجیل خدا کی کتابیں ہیں۔ قرآن مجید کی پیش رو اور اپنے مخاطبین کے لیے سرمایہ ہدایت و رحمت۔ مثلاً۔

وَاَنْزَلَ التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ۔ (آل عمران ع ۱)

اور اللہ نے اتاری توریت و انجیل اس سے قبل لوگوں کی ہدایت کے لیے۔

یا

وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ۔ (بنی اسرائیل ع ۱)

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت کا ذریعہ ٹھہرایا۔

یا پھر۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ۔ (المائدہ ع ۷)

بے شک ہم نے اتاری توریت جس میں ہدایت اور نور تھے۔

اسی طرح مکرر۔

وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً۔ (ہود ع ۲۔ احقاف ع ۲)

اور اس (قرآن) سے پہلے موسیٰ کی کتاب جو رہنما اور ایک رحمت ہے۔

علیٰ ہذا یہ آیت بھی۔

وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ۔ (المائدہ ع ۷)

اور ہم نے (عیسیٰ) کو انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور نور ہے اور جو تصدیق کرتی ہے اپنے سے پہلے نازل ہونے والی توریت کی اور جس میں ہدایت نصیحت ہے پرہیزگاروں کے لیے۔

اور پھر اسی سلسلہ میں یہ آیت بھی۔

وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ۔ (المائدہ ع ۷)

اور انجیل والوں کو چاہیے کہ اللہ نے جو کچھ اس میں اتارا ہے۔ فیصلہ اس کے مطابق کریں۔

Marfat.com

لیکن اس ساری رواداری اور مصالحت کوشی کے باوجود ان گروہوں کا رویہ غیر دوستانہ اور نامصالحانہ ہی رہا۔ یہ بات بہ ظاہر عجیب سی معلوم ہوتی ہے لیکن درحقیقت اس رویہ میں کوئی بات خلاف توقع نہ تھی۔ صدیوں کے بگاڑ نے ان کی طبیعتوں کو مسخ کر کے رکھ دیا تھا اور عقائد و اعمال دونوں ان کے اس قسم کے ہو گئے تھے کہ دعوت اسلامی کی زد یہ لوگ براہِ راست اپنے اوپر محسوس کرتے تھے۔

یہود ایک دینی اور مذہبی اصطلاح ہے۔ قومی اور نسلی نام ان لوگوں کا بنی اسرائیل تھا۔ بڑا غرہ ان کو اپنی عالی نسبی اور پیمبر زادگی پر تھا۔ گناہ کی جو منزل بھی ان کے سامنے آ جاتی بلا تامل اس پر گامزن ہو جاتے اور سمجھتے کہ معاف تو بہر حال ہم ہو ہی جائیں گے۔ قرآن مجید نے یہ منظر کشی یوں کی ہے۔

يَأْخُذُونَ عَرَضَ هٰذَا الْأَدْنٰى وَيَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا وَإِنْ يَأْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَأْخُذُوهُ۔ (الاعراف ع ۲۱)

یہ لوگ مال متاع اس دنیائے دنی کا لیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہماری مغفرت ضرور ہو جائے گی اور اگر ایسا ہی مال متاع پھر آ جائے تو اسے بھی لے لیں۔

اور کبھی اپنی پیمبر زادگی کے فخر و پندار میں مبتلا ہو کر کہنے لگتے کہ

لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَةً۔ (البقرہ ع ۹)

سوا گنتی کے چند روز کے (دوزخ کی) آگ تو ہمیں چھوئے گی ہی نہیں۔

أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ (آل عمران ع ۳)

اور اس قسم کی ساری خوش خیالیاں اس بنا پر نہیں کہ انہوں نے بنیادی عقیدے بھی خود ہی گڑھ رکھے تھے۔

وَغَرَّهُمْ فِي دِينِهِمْ مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ۔ (آل عمران ع ۳)

اور دین کے بارہ میں ان کے گڑھے ہوئے عقیدوں ہی نے تو انہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔

اپنے علماء و مشائخ کی تعظیم و تکریم میں غلو کر کے عملاً اسے پرستش کا درجہ دے رکھا

Marfat.com

تھا اور سمجھ رکھا تھا کہ ان سے کسی قسم کی غلطی ولغزش کا امکان ہی نہیں۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ (التوبۃ ع ۵)

ان لوگوں نے اللہ کے علاوہ اپنے عالموں اور مشائخوں کو بھی خدا بنا کر کھڑا کیا ہے۔

جنت یا آسمانی بادشاہت میں داخلہ کو یہ اپنی اپنی قوم کے ساتھ مخصوص سمجھ چکے تھے۔ قرآن مجید نے اس پر جرح کی اور ان سے حجت طلب کی تو یہ کوئی معقول جواب نہ دے سکے ارشاد ہوا ہے۔

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ (البقرہ ع ۱۳)

یہ کہتے ہیں کہ جنت میں یہود یا نصاریٰ ہی کے سوا کوئی جانے بھی نہ پائے گا یہ ان کی اپنے دل کی آرزوئیں ہیں۔ آپ ان سے کہیے کہ اپنی دلیل تو پیش کرو۔ اگر اپنے دعوے میں سچے ہو۔

معاصر یہود یہ این ادعائے دینداری دنیا پرستی میں اوپر سے لے کر نیچے تک ڈوبے ہوئے تھے۔ رسول کی زبان سے انہیں کہلایا گیا کہ عالم آخرت کو اپنے ہی لیے مخصوص سمجھتے ہو۔ تو پھر موت کی تمنا کر دیکھو۔ لیکن یہ تمنا یہ لوگ کرتے تو کیسے کرتے حب دنیا میں سرتاپا غرق جو تھے۔

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ۔ (البقرہ ع ۱۱)

آپ کہہ دیجیے کہ اگر عالم آخرت مخصوص تمہارے ہی لیے ہے۔ بغیر اوروں کی شرکت کے تو تم موت کی تمنا کر کے دکھلا دو اگر تم سچے ہو اور یہ ہرگز اس کی تمنا کبھی بھی نہ کریں گے بہ سبب ان اعمال کے جو اپنے ہاتھوں سمیٹے ہیں اور اللہ کو خوب علم ہے ان ظالموں کا۔

قبول حق کی طرف سے ان کی آنکھیں اور ان کے قلب سب بند تھے اور یہ فخریہ کہتے تھے۔

قَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ۔ (البقرہ ع ۱۱)

یہ کہتے ہیں کہ ہمارے قلوب محفوظ ہیں۔

Marfat.com

یہود و نصاریٰ دونوں نسلی مفاخرت کے مرض میں بری طرح مبتلا تھے اور خدا کے ساتھ اپنا محض رشتہ سمجھے ہوئے تھے۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ۔ (المائدہ ع ۳)

یہود و نصاریٰ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم خدا کے خاص فرزند اور اس کے محبوب ہیں۔

رسولؐ کی شناخت میں یہ نہیں کہ انہیں کوئی علمی دھوکا ہو گیا ہو جان بوجھ کر محض اپنی بدنفسی سے رسولؐ کی صداقت کا انکار کر رہے تھے۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ۔ (البقرہ ع ۱۱)

پھر جب ان کے پاس وہ چیز آپہنچی جسے یہ پہچانتے ہیں تو یہ اس کا انکار کر بیٹھے۔ سو اللہ کی مار ہو ایسے منکروں پر۔

علامتوں سے تو یہ رسول اللہؐ کو اس طرح پہچان چکے تھے۔ جیسے اپنی قوم والوں کو پہچانتے تھے محض ضد اور نفسانیت قبول حق کی راہ میں حائل ہو گئی۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ۔ (البقرہ ع ۱۷)

جن لوگوں کو (پہلے) کتاب آسمانی مل چکی ہے۔ وہ ان (رسول) کو ایسا پہچانتے ہیں۔ جیسا اپنے ہی (قوم کے) فرزندوں کو۔

ان کے اکابر و شیوخ جن کی تقلید و اقتدار میں یہ مٹے جاتے ہیں۔ ان کی خود یہ حالت تھی کہ ہر طرح کی زر اندوزی اور باطل پرستیوں میں مبتلا تھے۔

وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ (التوبہ ع ۵)

بے شک ان (اہل کتاب) کے اکثر علماء و مشائخ لوگوں کے مال ناحق ناروا ڈکوستے اور راہ خدا سے لوگوں کو روکتے رہتے ہیں۔

یہود جس درجہ کی دنیا پرستی میں مبتلا تھے، قرآن مجید نے اسے بار بار چیلنج کیا ہے۔ ایک آدھ آیت اس مضمون کی ابھی آپ سن چکے ہیں۔ اب دو ایک آیتیں اور ملاحظہ ہوں۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْۤا اِنْ

اے پیمبر! آپ کہہ دیجیے کہ اے لوگو جو یہودی

Marfat.com

زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًا ۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ بِالظّٰلِمِيْنَ۔ (الجمعہ ع ۱)

ہو چکے ہو اگر تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ تم خدا کے چہیتے ہو دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر تو اگر سچے ہو تو موت کی تمنا کر دکھاؤ۔ لیکن تم یہ تمنا کبھی نہ کر سکو گے بہ سبب ان اعمال کے جو اپنے ہاتھوں سمیٹ چکے ہو اور اللہ خوب واقف ہے (ایسے) ظالموں سے۔

ان آیتوں سے صاف جھلک رہا ہے کہ یہودی ضمیر خود اپنے تئیں مجرم سمجھ رہا تھا اور اس کا رد و انکار نبوت محمدی سے ہرگز کسی اجتہادی غلطی کی بنا پر نہ تھا۔

اور ایک جگہ اور انہیں یہود کے سیاق میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ ۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ۔ (البقرہ ع ۱۱)

اور آپ انہیں زندگی کا حریص اور آدمیوں سے بڑھ کر پائیں گے مشرکوں سے بھی (بڑھ کر) ان میں سے ہر ایک اس ہوس میں ہے کہ اس کی عمر ہزار سال کی ہو۔ حالانکہ یہ امر کہ (اتنی) عمر ہو جائے عذاب سے تو بچا سکتا نہیں اور اللہ کے سب پیش نظر ہیں۔ ان کے اعمال۔

اس سے زیادہ تصریح اس حقیقت کی کیا ہو گی کہ معاصر یہود کی دنیا پرستی مشرکین تک سے بڑھی ہوئی تھی اور اتنا ہی نہیں۔ بلکہ قرآن کی روشنی میں تو یہ صاف نظر آ جاتا ہے کہ یہ جو کچھ بھی کر رہے تھے۔ سب بالارادہ اور نفسانیت سے مغلوب ہو کر۔

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ۔ (البقرہ ع ۱۱)

بری ہے وہ حالت جس میں پڑ کر وہ اپنی جانوں کو چھڑانا چاہتے ہیں۔ یعنی انکار کرتے ہیں ایسی چیز کا جو اللہ نے نازل فرمائی محض اس ضد پر کہ اللہ اپنے فضل سے جس بندہ پر چاہے اسے نازل فرمائے۔ سو یہ لوگ مستحق ہو گئے غضب بالائے غضب کے۔

اور یہ بغیا بینھم، یعنی آپس کی ضد م ضدا کا لفظ قرآن مجید بار بار ان لوگوں کے لیے لایا ہے اور خود اس آیت میں تو یہ صاف ہے کہ یہ لوگ جو ایمان نہیں لا رہے ہیں تو محض رشک وعناد کی بنا پر اور عناد کی بنا کھلی ہوئی یہ تھی کہ یہ لوگ اعزاز نبوت کا مستحق صرف اپنی قوم اسرائیلیوں کو سمجھتے تھے اور انہیں اس کا حسد تھا کہ یہ نعمت ان کی قوم سے نکل کر ایک عرب یا اسمٰعیلی کو کیسے مل گئی۔ قرآن مجید نے حسدا من عند انفسھم کے علاوہ ان کی اس خاص ذہنیت کی بھی پردہ دری کی ہے۔

أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ۔ (النساء ع ۸)

کیا یہ لوگ ان لوگوں سے حسد کرتے رہتے ہیں جنہیں اللہ نے اپنے فیض سے نوازا ہے؟

یہ اپنی آسمانی کتابوں میں کھلی کھلی تحریف کر چکے تھے اور ان کی جسارتیں اتنی بڑھ کر تھیں کہ اپنی مرضی ومصلحت کے مطابق جو چاہتے ان خدائی صحیفوں میں گھٹا بڑھا دیتے قرآن مجید نے یہ جرم ان پر ایک بار نہیں بار بار عائد کیا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے۔

وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِن بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ۔ (البقرہ ع ۹)

ان ہی میں ایسے لوگ بھی گزرے ہیں کہ جو کلام الٰہی کو سنتے تھے اور پھر اس کے سمجھ لینے کے پیچھے اس میں تحریف کر ڈالتے تھے اور وہ یہ جانتے بھی تھے۔

اور اسی کے چند سطروں بعد ارشاد ہوا ہے۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ۔

بڑی ہی خرابی ہے ان لوگوں کے لیے جو لکھتے ہیں کتاب کو اپنے ہاتھوں سے۔ پھر کہہ دیتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے اور غرض یہ ہوتی ہے کہ اس ذریعہ سے کچھ نقد قدرے قلیل وصول کر لیں۔ سو بڑی ہی خرابی آئے گی ان کو اس کی بدولت جس کو ان کے ہاتھوں نے لکھا تھا اور بڑی خرابی ہوگی ان کو اس کے بدولت جسے

(البقرہ ع ۹) وہ وصول کیا کرتے تھے۔

اور یہاں سے یہ بھی صاف ہو گیا کہ اس تحریف سے مقصود تمام تر حصول دنیا ہی ہوتا۔ اسی دنیا کی کوئی مصلحت یا منفعت ___ ایک اور نقشہ ان کی اسی جسارت دنیوی اغراض کے لیے بیباکی کا ملاحظہ ہو۔

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ۔ وَ يَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (آل عمران ع ۸)

اور ان اہل کتاب میں کچھ ایسے بھی ہیں جو کج کرتے ہیں اپنی زبانوں کو کتاب (کے پڑھنے) میں تاکہ تم لوگ اس کو کتاب کا جزو سمجھ لو۔ حالانکہ وہ کتاب کا جزو نہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ خدا کے پاس سے ہے حالانکہ وہ خدا کے پاس سے نہیں ہے اور وہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور آنحالیکہ اسے جانتے بھی ہیں۔

ان کے اس تصرف و تحریف کا ذکر ایک جگہ اور ملاحظہ ہو۔

وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ۔ (النساء ع ۷)

یہودیوں میں ایسے لوگ بھی ہیں۔ جو کلام کو اس کے موقعوں سے دوسری طرف پھیر دیتے ہیں۔

اور پھر اس فرد جرم کی تاکید و تکرار کے طور پر ایک جگہ اور:

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ۔ (المائدہ ع ۳)

یہ لوگ کلام کو اس کے موقعوں سے دوسری طرف پھیر دیتے ہیں اور یہ لوگ جو کچھ انہیں نصیحت کی گئی تھی اس کا ایک بڑا حصہ بھلا بیٹھے ہیں اور آپ کو آئے دن ان کی کسی نہ کسی خیانت کی اطلاع ہوتی ہی رہتی ہے۔

بحز ان میں سے معدودے چند کے یہیں سے اس حقیقت تاریخی پر بھی روشنی پڑ گئی کہ حضور کے زمانہ میں بد اخلاقی اور بد دیانتی عام ہو چکی تھی اور ان کی اخلاقی پستی اپنی حد کو پہنچ چکی تھی اور ایک اور ارشاد ملاحظہ ہو۔

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ

یہ لوگ کلام کو بعد اس کے وہ اپنے موقع پر ہوتا ہے

Marfat.com

مَوَاضِعِهٖ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْهُ۔ (المائدہ ع ۶)

بدل دیتے ہیں اور دوسروں سے کہتے ہیں کہ اگر تم کو یہ حکم ملے تو اس کو قبول کر لینا اور اگر تم کو یہ حکم نہ ملے تو اس سے احتیاط رکھنا۔

جس قوم کی جسارت یہاں تک بڑھ جائے کہ وہ اپنی آسمانی کتاب میں بلا تامل تحریف و تصرف کر ڈالے۔ اس کے لیے اس سے اتر کر دنیا کی عام بداخلاقیاں باقی ہی کیا رہ جاتی ہیں چنانچہ قرآن مجید نے ان معاصر یہودیوں کی اخلاقی پستیوں کو بار بار کھول کر بیان کیا ہے اس کے کئی حوالہ آپ پہلے سن آئے ہیں اب کچھ اور حاضر ہیں۔

وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ۔ (المائدہ ع ۶)

اور یہود میں سے ایسے بھی ہیں جو جھوٹی باتیں خوب سنتے رہتے ہیں۔

اور جھوٹی باتیں سننے کا چسکا بھی ہے تو دوسروں یعنی منافقین مدینہ کی خاطر۔

سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ۔ (ایضاً)

جھوٹی باتیں سننے والے بھی دوسروں کی خاطر۔

اور پھر بلا کسی لاگ لپیٹ کے ارشاد ہوا ہے۔

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ۔ (ایضاً)

خوب سننے والے ہیں جھوٹی باتوں کے اور بڑے کھانے والے ہیں حرام کے۔

قرآن مجید نے بے دھڑک ان کے لیے حکم لگا دیا، کہ باوجود دعویٰ ایمان تم میں سے اکثر ایمان سے خارج ہی ہیں۔

وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ لَفٰسِقُوْنَ۔ (المائدہ ع ۹)

اور بے شک تم میں سے اکثر نافرمان ہی ہیں۔

اور سحت کے اندر رشوت وغیرہ سارے ہی قسمیں حرام کی آگئیں اور پھر اسی سیاق میں چند سطریں آگے چل کر ارشاد اور زیادہ صراحت و عموم کے ساتھ ملتا ہے۔

وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔

اور آپ ان میں سے بہتوں کو دیکھتے ہیں۔ جو دوڑ دوڑ کر معصیت اور سرکشی اور حرام خوری پر گرتے ہیں۔ واقعی بہت برے ہیں ان کے یہ

Marfat.com

(المائدہ ع ۱۹)　　　　کرتوت۔

اس عموم کے اندر سب ہی کچھ آگیا — اور معاً بعد اس راز سے ایک اور پردہ اٹھتا ہے۔

لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ۔ (المائدہ ع ۱۹)

آخر ان کو ان کے مشائخ و علماء گناہ کی بات کہنے سے اور حرام مال کھانے سے کیوں نہیں روکتے؟ واقعی بہت برا ہے ان کا یہ کردار۔

اور یہ اکابر اپنے اصاغر کو روکتے کیسے یہ تو خود ہی اس بلا میں مبتلا اور اسی کشتی میں سوار تھے چند سطریں اور آگے بڑھ کر یہود و نصاریٰ دونوں کو ملا کر عام اہل کتاب کے حق میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ۔ (المائدہ ع ۱۹)

ان میں سے بہتوں کے کردار برے ہی ہیں۔

اور پھر ان عام اہل کتاب کے تمرد و طغیان کے لیے یہ آیت شاہد و صادق ہے۔

وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔ (المائدہ ع ۱۰)

اور جو کچھ آپ پر آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے وہ ضرور ان میں سے بہتوں کی سرکشی اور کفر بڑھا دیتا ہے تو آپ ان کافر لوگوں پر غم نہ کیا کیجیے۔

اس آخری فقرہ نے ضمناً یہ بھی ظاہر کر دیا کہ حضورؐ غایت شفقت سے ان منکروں سرکشوں اور معاندوں کی خاطر بھی غمگین رہا کرتے تھے۔

یہود و نصاریٰ اصلاً دونوں قومیں موحد تھیں۔ بلکہ یہود میں تو آثار توحید زیادہ نمایاں اور بہت عرصہ تک قائم رہے تھے۔ پھر بھی یہ لوگ مشرک قوموں خصوصاً یونانیوں

لہ سحت عام ہے ہر اس حرام خوری کے لیے جو انسان کے لیے باعث ننگ و رسوائی ہو۔ هو كل حرام قبيح الذكر يلزم منه العار (كليات ابي البقاء)

Marfat.com

اور رومیوں کے اثرات سے زیادہ متاثر ہو چکے تھے اور یونانی فلسفہ کی راہ سے آیا ہوا شرک ان کے عقیدوں میں اچھی طرح گھر کر چکا تھا۔ چنانچہ خود حضورؐ کو واسطہ بنا کر ان قوموں کو یوں مخاطب کیا گیا ہے۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ۔ (المائدہ ع ۱۰)

آپ فرما دیجیے کہ اے اہل کتاب تم اپنے دین میں ناحق کا غلو مت کرو اور ان لوگوں کے خیالات پر مت چلو جو پہلے خود بھی گمراہی میں پڑ چکے ہیں اور وہ لوگ راہ راست سے بہت دور جا پڑے ہیں۔

یہ دین کی باتوں میں خواہ مخواہ غلو کرنا اور اللہ نے جو حدود قائم کی ہیں ان سے خواہ مخواہ تجاوز کرنا عین گمراہی کے راستہ پر جا پڑنا ہے اور یہود اور نصرانیوں دونوں نے یہ غالیانہ و نیم مشرکانہ بلکہ صریح مشرکانہ عقیدے بحر روم کے گرد رہنے والی قوموں ہی سے لیے تھے۔ یہود نے زیادہ تر یونانیوں سے اور نصرانیوں نے زیادہ تر رومیوں سے کافر قوموں سے دوستی و موالات اس وقت تک گویا ان کے ضمیر میں داخل ہو چکی تھی۔ جیسا کہ ارشاد ہوا ہے۔

تَرَىٰ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ (المائدہ ع ۱۱)

آپ ان میں سے بہتوں کو دیکھیں گے کہ کافروں سے دوستی کر رہے ہیں۔

یہود کو مسلمانوں سے اس درجہ خلش بڑھ گئی تھی، کہ ان پر مشرکوں کو ترجیح دینے لگے تھے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَٰؤُلَاءِ أَهْدَىٰ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا۔ (النساء ع ۸)

کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا حصہ ملا ہے وہ بت اور شیطان کو مان رہے ہیں اور کافروں کی بابت کہتے ہیں کہ مسلمانوں سے زیادہ صحیح راستہ پر تو یہی لوگ ہیں۔

Marfat.com

یہود کو عداوت اسلام اور مسلمانوں سے اس درجہ بڑھ گئی تھی کہ قرآن مجید کو آخر اعلان یہ کرنا پڑا کہ اسلام دشمنی کے لحاظ سے تو مشرکین عرب اور یہود ایک سطح پر ہیں۔

وَلَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا — آپ پائیں گے کہ مسلمانوں سے دشمنی رکھنے میں تمام لوگوں سے بڑھ کر یہود اور مشرکین ہی ہیں

(المائدہ ع ۱۱)

بغض و عداوت میں یہ اس درجہ حد سے گزر گئے تھے کہ معاشرہ کے عام آداب تہذیب کی بھی پروا نہیں رہ گئی تھی اور جب آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے تو بدتمیزی کے کلمات بے تکلف زبان پر لے آتے قرآن مجید نے اس خاص جزئیہ کی بھی نشان دہی پوری طرح کر دی۔

وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَ اسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ — اور یہ لوگ سمعنا و عصینا اور اسمع غیر مسمع کہتے ہیں اپنی زبانوں کو مروڑ کر اور دین میں طعن کی راہ سے اور ان کے حق میں بہتر ہوتا اگر یہ سمعنا و اطعنا کہتے اور (صرف) اسمع اور انظرنا۔

اور انہیں میں بعض ایسے "شریف طینت" بھی تھے جو آپس میں بھی اور مشرکوں سے بھی یہ سازش کرتے رہتے کہ چلو صبح کے وقت تم بھی مسلمانوں کے ہم زبان ہو کر اسلام کا اقرار کر لیا کرو اور پھر اس کے بعد انکار کر دیا کرو اس سے مسلمان یہ سمجھنے لگیں گے کہ آخر کوئی تو خرابی اس دین میں ایسی ہے کہ لوگ قبول کرتے ہیں اور پھر بعد غور و تامل اس کو ترک کر دیتے ہیں اور عجب نہیں کہ اس طرح بے دل اور بدگمان ہو کر خود بھی پھر جائیں۔

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا — اور اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے کہا کہ ایمان لے آؤ شروع دن میں اس کتاب پر جو مسلمانوں

Marfat.com

وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ۔ (آل عمران ع ۸)

پر نازل ہوئی ہے اور انکار کر بیٹھو آخر دن میں عجب نہیں کہ وہ بھی پھر جائیں۔

ان کے رشک وحسد کے سلسلہ میں جو انہیں اسرائیلی ہونے کی حیثیت سے ایک اسمٰعیلی کے مرتبہ نبوت پر تھا انہیں کو مخاطب کر کے یوں ارشاد ہوا ہے۔

اِنْ يُّؤْتٰۤى اَحَدٌ مِّثْلَ مَاۤ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَاۤجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۤءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۤءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (آل عمران ع ۸)

یہ باتیں تم اس لیے کر رہے ہو کہ کسی اور کو بھی ایسی چیز مل رہی ہے جیسی تم کو ملی تھی یا وہ اور لوگ تم پر غالب آجائیں تمہارے پروردگار کے سامنے (اسی کتاب سے حجت پکڑ کر) اور اللہ بڑی وسعت والا (جس کا فضل کسی ایک نسل کے ساتھ محدود نہیں) اور بڑا علم والا ہے (ہر قوم کی صلاحیتوں سے واقف) جس کو چاہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

معاصر اہل کتاب کو یہ صاف صاف جتلا دیا گیا، کہ یہ نئے رسول جو سلسلہ انبیاء میں ایک بڑے لمبے وقفہ کے بعد بھیجے جا رہے ہیں تو ان کی بعثت سے ایک غرض یہ بھی ہے کہ معاصر اہل کتاب پر حجت قائم ہو جائے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَاۤءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَاۤءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ فَقَدْ جَاۤءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ۔ (المائدہ ع ۳)

اے اہل کتاب تمہارے پاس یہ رسول آپہنچے جو تم کو صاف صاف بتلاتے ہیں۔ ایسے وقت میں کہ رسولوں کا سلسلہ موقوف تھا کہ کہیں تم یہ کہنے لگو کہ ہمارے پاس کوئی بشیر اور نذیر نہیں آیا سو تمہارے پاس تو بشیر و نذیر آچکا۔

اور پھر یہ اس لیے بھی آئے ہیں کہ تم جو اپنی طرف سے اپنی آسمانی کتاب میں کتر بیونت کرتے رہتے ہو وہ چوری سب پر ظاہر کر دیں اور یہ کہ ان کی صداقت وحقانیت قطعی اور مسلم ہے۔

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَاۤءَكُمْ

اے اہل کتاب ہمارے یہ رسول تمہارے پاس آ

Marfat.com

رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا كُنتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُوا عَن كَثِيرٍ قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ۔ (المائدہ ع ۳)

پہنچے ہیں۔ کتاب میں سے جو کچھ تم چھپاتے رہتے ہو اس کا بہت سا حصہ تم سے کھول کر بیان کر دیتے ہیں اور بہت سے امور کو واگذاشت کر دیتے ہیں بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک روشنی آگئی اور ایک واضح کتاب۔

اور نصرانیوں سے تو قرآن مجید نے ایک بار رسول اللہؐ کو مباہلہ کا اذن بھی دے دیا ہے حقیقت مسیح کے وضوح کے بعد ارشاد ہوا ہے۔

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ۔ (آل عمران ع ۶)

پھر جو کوئی آپ سے اس معاملہ میں حجت کرے بعد اس کے کہ آپ کو علم صحیح پہنچ چکا ہے تو آپ کہہ دیجیے اچھا آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بھی بلائیں اور تمہارے بیٹوں کو بھی اور اپنی عورتوں کو بھی اور تمہاری عورتوں کو بھی اور اپنے آپ کو بھی اور تمہارے تئیں بھی پھر ہم خشوع سے دعا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔

تاریخ میں آتا ہے کہ یہ وفد نجران کے پادریوں کا تھا جو سنہ ۶۳۰ء میں مدینہ میں حاضر خدمت ہوا تھا۔ ان سے ایک معاہدہ صلح ہو گیا اور مباہلہ کی ہمت مسیحیوں نے نہ کی۔

بہ حیثیت مجموعی۔ اس وقت کے نصرانیوں خصوصاً ان کے روحانی پیشواؤں کا رویہ اسلام اور شارع اسلام سے متعلق بڑا ہمدردانہ اور دینی خشوع و خضوع لیے ہوئے تھا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُم مَّوَدَّةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ ذَٰلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيسِينَ وَرُهْبَانًا وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ

مسلمانوں کے ساتھ دوستی رکھنے میں سب سے زیادہ قریب ان لوگوں کو پائیے گا جو اپنے کو نصاریٰ کہتے ہیں یہ اس سبب سے کہ ان میں (بہت سے) عالم اور بہت سے تارک دنیا درویش ہیں اور اس سبب سے کہ یہ لوگ متکبر نہیں ہیں، اور جب وہ اس کلام کو

Marfat.com

تَرٰىٓ اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ۔

(المائدہ ع ۱۱)

سنتے ہیں جو رسول پر نازل کیا گیا ہے تو آپ ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ اس لیے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا اور یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لے آئے تو ہم کو بھی تصدیق کرنے والوں کے ساتھ لکھ لیجیے۔

اور ظاہر ہے کہ یہ سچے نصرانی بعد کو اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ معاصر اہل کتاب کے ان رذائل کے بیان سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہ ہوگا، کہ جتنے تھے سب کے سب ایسے ہی تھے قرآن مجید ہی کی شہادت ہے کہ بعض ان میں سے اہل حق تھے اور اعتدال پر قائم۔

مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ۔

(المائدہ ع ۹)

ان میں سے ایک جماعت راہ راست پر چلنے والی بھی ہے۔

اور ایک اور جگہ ذکر یوں فرمایا گیا:

لَيْسُوْا سَوَآءً مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ۔

(آل عمران ع ۱۲)

یہ سب یکساں نہیں۔ انہیں اہل کتاب میں ایک جماعت وہ بھی ہے جو قائم ہے یہ اللہ کی آیتیں اوقات شب میں پڑھتے ہیں اور نماز بھی پڑھتے ہیں۔

اور خیر یہ لوگ تو آخرکار دین اسلام میں شامل ہی ہو گئے تھے۔ لیکن جو لوگ بدستور اپنے دین یہودیت پر تھے۔ ان کی بھی دو قسمیں دیانت داری کے لحاظ سے تھیں۔

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ وَيَقُوْلُوْنَ

اور اہل کتاب میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ اگر تم ان کے پاس ڈھیروں مال بھی امانت رکھ دو تو وہ (بھی) تجھے ادا کر دیں اور انہیں میں سے ایسے بھی ہیں کہ اگر تم ان کے پاس ایک دینار بھی امانت رکھ دو تو وہ بھی تم کو ادا نہ کریں تاوقتیکہ تم ان کے سر

عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ۔ (آل عمران ع ۸)

پر کھڑے نہ رہو اور یہ اس لیے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم پر غیر اہل کتاب کے باب میں کوئی ذمہ داری نہیں یہ لوگ اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہے اور اسے جانتے بھی ہیں۔

یہ تھا بے کم وکاست حال ان یہود اور کل اہل کتاب کا جن سے آنحضرت صلعم کو براہ راست سابقہ پڑا تھا۔ تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ ان میں کتنی کم صلاحیت قبول حق کی باقی رہ گئی تھی اور ان کے انبوہ عظیم میں کتنے کم ایسے رہ گئے تھے جن سے کسی قدر توقع اصلاح کی قائم کی جا سکتی تھی۔

Marfat.com

(ج)

منافقین

قرآن کی مکی سورتوں میں کثرت سے ذکر مشرکین کا آتا ہے۔ جو پیمبر اسلام کے پیام اور پیامبری کے کھلے ہوئے منکر تھے اور مکہ میں قرآن کے براہ راست مخاطب تھے۔ مدنی سورتوں میں اس کے برعکس ذکر یہود و نصاریٰ کے ساتھ ساتھ اور ان سے زیادہ کثرت سے ایسے طبقہ کے لوگوں کا آتا ہے جو رسول و رسالت کا کھلا ہوا منکر نہ تھا بلکہ بظاہر معتقد و مطیع تھا۔ لیکن زبانی اقرار پر قلبی انکار غالب تھا۔ اپنے آپ کو شامل گروہ مومنین میں کرانا چاہتا تھا۔ لیکن عقائد مشرکین یا یہود کے رکھتا تھا اور در پردہ سازشیں اسلام اور شارع اسلام کے خلاف کرتا رہتا تھا۔ قرآن کی اصطلاح میں یہ لوگ منافقین کہلاتے ہیں اور قرآن ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہؐ کے مخاطبین کے چار طبقوں میں سے ایک مستقل طبقہ ان لوگوں کا تھا

قرآن مجید نے اکثر تو انہیں براہ راست منافقین ہی کہہ کر یاد کیا ہے اور معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اس گروہ میں عورتیں بھی خاصی تعداد میں شامل تھیں اس لیے کہ قرآن مجید نے منافقات کا لفظ لا کر ان کی تصریح بھی کم سے کم چار مقامات پر تو کی ہی ہے، اور کہیں کہیں بجائے اسم کے۔ اس طبقہ کے لیے صیغہ فعل سے خبر دی ہے۔ مثلاً الذین نافقوا اور کہیں اس طبقہ کے لیے الذین فی قلوبھم مرض لایا گیا ہے۔ یعنی وہ لوگ جن کے دلوں کے اندر روگ ہے۔ اسی طرح کل ملا کر اس طبقہ کا ذکر قرآن مجید کے مدنی حصہ میں خاصی کثرت سے ملے گا۔

Marfat.com

ان کے ذکر کا آغاز کہنا چاہیے کہ قرآن مجید کے آغاز سے ہوجاتا ہے۔ سورۃ البقرۃ کا دوسرا ہی رکوع ہے، کہ پہلے رکوع میں مومنوں اور منکروں دونوں کے تذکرے کے بعد معاً یہ بیان سامنے آجاتا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ۔ (البقرۃ ع ۲)	کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو زبان سے کہتے یہ ہیں کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ اور روز جزا پر حالانکہ وہ ذرا بھی صاحب ایمان نہیں۔

ان کے عمق قلب میں ایمان کا ذرا بھی گزر نہ تھا ان کا کاروبار تمام تر دیدہ و دانستہ دھوکے بازی اور فریب دہی کا تھا۔

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ۔ (البقرہ ع ۲)	یہ دھوکا دے رہے ہیں (اپنے خیال میں) اللہ کو اور ایمان والوں کو۔ حالانکہ کوئی بھی ان سے دھوکا نہیں کھا رہا ہے۔ سوا ان کے اپنے نفس کے اور یہ اس کا بھی ادراک نہیں رکھتے۔

ان کے قلب کے اندر حسد و نفاق کا مرض تھا۔ اسلام کی ترقی دیکھ دیکھ انہیں اور جلن پیدا ہوتی تھی اور اس مرض کی آگ اور بھڑکتی رہتی تھی۔ انہیں تکذیب رسولؐ کے علاوہ اس نفاق کی خصوصی سزا کی خبر دے دی گئی۔

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ۔ (ایضاً)	ان کے دلوں کے اندر بیماری ہے تو اللہ نے ان کے مرض کو اور ترقی دے دی۔ انہیں عذاب دردناک ہونا ہے اپنے اس جھوٹ پر۔

ان کی اس منافقانہ زندگی کا قدرتی نتیجہ یہ تھا کہ اللہ کی زمین پر بگاڑ پھیلے اور جب انہیں ان کے اس رویہ پر فہمائش کی جاتی تھی۔ تو الٹے اس کی تردید و تکذیب کرتے اور اپنے کو پاک صاف ظاہر کرتے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ	اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین پر بگاڑ مت پھیلاؤ تو کہتے ہیں واہ ہم اور بناؤ پیدا کرنے والے

Marfat.com

اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ۔ (البقرہ ع ۲)

ہیں۔ خوب سن لو کہ مفسد یہی لوگ ہیں اور یہ اس کی بھی خبر نہیں رکھتے،

پھر آگے ان کے اس دورخے پن کا ذکر ہے کہ جب مسلمانوں سے ملتے ہیں تو ان کی ہاں میں ہاں ملانے لگتے ہیں اور جب شیطان صفت معاندین اسلام کے ساتھ مل بیٹھتے ہیں تو ان کی نسی کہنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو مسلمانوں کو بنا رہے تھے۔ قرآن ان کے جواب میں کہتا ہے کہ یہ بیچارے کسی کو کیا بنائیں گے۔ الٹے خود ہی بن رہے ہیں اور اپنے عصیان وطغیان کے دلدل میں اور پھنستے ہی جا رہے ہیں! اور ان کو جب عام مومنین کی طرح قبول اسلام کی دعوت دی جاتی ہے تو اکڑ کر اور اترا کر بولتے ہیں کہ کیا ہم بھی ان لوگوں کی طرح کچھ سادہ لوح ہیں! ــــ اس کے بعد قرآن نے ان کی تہ بہ تہ گمراہیوں اور کج راہیوں کی دو دو تمثیلیں تفصیل سے بیان کی ہیں اور ان کے انجام بخیر ہونے کے بجائے ان کے انجام بہ شر ہونے کی خبر دی ہے۔

ان کی ایک عادت یہ تھی کہ بے تحاشہ کلمے کفر وانکار کے بک جاتے تھے اور جب گرفت ہوتی تو جھٹ مکر جاتے۔ حالانکہ اس کے بعد تو وہ ظاہر ہی اسلام سے بھی نکل جاتے۔

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا۔ (التوبہ ع ۱۰)

یہ قسمیں کھا جاتے ہیں کہ ہم نے فلاں بات نہیں کہی تھی۔ حالانکہ انہوں نے یقیناً کفر کی بات کہی تھی اور اپنے اسلام کے بعد کافر ہو گئے اور انہوں نے ایسی بات کا ارادہ کیا تھا جو ان کے ہاتھ نہ لگی۔

اس آخری ٹکڑے سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی خاص مقصد ان لوگوں کے پیش نظر تھا جو حاصل نہ ہو سکا اور چونکہ آیت ایک غزوہ کے سیاق میں ہے اس لیے عجب نہیں کہ ان آستین کے سانپوں کا مقصد لشکر اسلام کے اندر پھوٹ ڈالنا اور رنجشیں پیدا کرا دینا ہو۔ جیسا کہ روایات سے بھی تصدیق ہوتی ہے۔

یہ مسلمانوں کے سامنے آ کر جھوٹی قسمیں کھا کھا کر انہیں اپنے سے راضی کر لینا اور

Marfat.com

اپنے سے پرے ہٹا لینا چاہتے تھے اور چونکہ مسلمانوں سے ملے جلے اور بہ ظاہر انہیں کے گروہ میں شامل رہا کرتے۔ اس لیے اس کوشش میں کامیابی ان کے لیے کچھ دشوار بھی نہ تھی۔ حالانکہ اگر صداقت و دیانت ذرا بھی ہوتی تو کوشش اللہ اور اس کے رسولؐ کی رضاجوئی کی کرتے رہتے۔ ارشاد ہوا ہے۔

یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ (التوبہ ع ۸)	یہ لوگ تم مسلمانوں کے سامنے قسمیں کھاتے ہیں کہ تم کو پرچا ئیں۔ حالانکہ اللہ اور اس کا رسول ہی اس کے زیادہ حق دار ہیں۔

جھوٹی قسموں میں یہ لوگ منجھے ہوئے تھے۔ لیکن زبان وحی بھی برابر ان کی نقاب کشی کرتی رہتی۔

یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ۔ (التوبہ ع ۷)	یہ لوگ اللہ کی قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ وہ تمہیں میں سے ہیں۔ حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں ہے یہ کہ یہ لوگ بزدلے ہیں۔

صدق دل سے رسولؐ پر ایمان لانا، لیکن رہا۔ یہ لوگ رسولؐ کی بدگوئی کرتے رہتے اور طرح طرح آپ کی اذیت قلب کے باعث بنتے۔

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ۔ (التوبہ ع ۸)	انہیں میں وہ لوگ بھی ہیں۔ جو نبی کو اذیت پہنچاتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ کان کے کچے ہیں۔

یہ جھوٹ بولنے، تمسخر کرنے اور بات بنا لینے میں مشاق اور بیباک ہونے کے باوجود قرآن جوان کی پردہ دری کرتا رہتا۔ اس سے ڈرتے رہتے اور اس کا کچھ بھی علاج ان کے بس میں نہ تھا۔ آسمانی ریکارڈ میں شہادت موجود ہے کہ

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا اِنَّ اللّٰهَ	یہ لوگ اس سے اندیشہ کرتے رہتے ہیں کہ مسلمانوں پر کوئی ایسی سورت نہ نازل ہو جائے جو ان کو ان منافقین کے مافی الضمیر پر مطلع کر دے آپ فرما

مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ۔ (التوبہ ع ۸)

دیکھیے کہ اچھا تم استہزاء کرتے رہو بے شک اللہ اس چیز کو ظاہر کر کے رہے گا جس سے تم اندیشہ کرتے تھے۔

جب گرفت ہوتی تو بڑا حیلہ اپنے بچاؤ کا ان کے پاس یہ تھا کہ کہیں واقعی یہ عقائد و خیالات ہمارے تھوڑے ہی ہیں یہ باتیں تو ہم محض خوش طبعی کے طور پر کہہ دیتے ہیں۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ۔ (ایضاً)

اور اگر آپ ان سے پوچھئے تو کہہ دیں گے کہ یہ تو ہم محض مشغلہ اور خوش طبعی کر رہے ہیں۔

قرآن نے اس عجیب و غریب عذر گناہ کا جواب دیا۔ وہ بھی سننے کے قابل ہے۔

قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةً بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ۔ (التوبہ ع ۸)

تو آپ ان سے کہیے کہ اچھا تو تمہارا یہ استہزاء اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ تھا؟ اب کوئی عذر پیش مت کرو۔ تم تو اپنے کو مومن کہلانے کے بعد کفر کرنے لگے ہم میں سے ایک گروہ کو ہم چھوڑ بھی دیں تو ایک گروہ کو ہم سزا دیں ہی گے۔ اس لیے کہ وہ لوگ مجرم تھے۔

ان کی منافقانہ کارروائیوں کا ذکر اکثر جنگ و غزوات کے سلسلہ میں آیا ہے (جیسا کہ سورۃ التوبہ میں خصوصاً آیا ہے) اس سے اتنا تو بہرحال ظاہر ہوتا ہے کہ فوج میں بددلی پھیلانا، فوج کے اندر اختلافات و نفاق پیدا کرا دینا، عین وقت پر ہتھیار رکھ دینا، دشمن سے سازباز کر لینا، اسے اپنے ہاں کے رازوں پر مطلع کر دینا اور اسی قبیل کے وہ جرائم جو فوجی قانون اور میدان جنگ کے ساتھ مخصوص ہیں ان کے مرتکب تو یہ ضرور ہی ہوتے ہوں گے۔ لیکن قرآن مجید نے ان پر فرد جرم جو لگائی ہے وہ اس سے زیادہ وسعت و عموم رکھتی ہے اور متبادر یہ ہوتا ہے کہ ان کا پھیلایا ہوا بگاڑ ساری ہی اجتماعی زندگی تک محیط ہو چکا تھا۔

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ

یہ منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک سے ہیں تعلیم دیتے ہیں بری باتوں کی اور باز رکھتے ہیں اچھی باتوں سے اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں۔

Marfat.com

یقبضون ایدیھم سے صاف اشارہ ان کی ترویج بخل کی طرف نکلتا ہے اور اس کے اوپر ذکر ان کی عام بداخلاقی و بدکرداری کا ہے نتیجہ جو نکلنا تھا۔ وہ بھی قرآن نے ظاہر کر دیا ہے۔

نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ (التوبۃ ع ۹)

یہ اللہ کو بھلا بیٹھے تو اللہ نے بھی انہیں بھلا دیا۔ فاسق لوگ یہی منافق ہی تو ہیں۔

اس صورت حال کا ایک قدرتی نتیجہ یہ بھی نکلا کہ اس طبقہ کا ذکر بار بار کافروں اور مشرکوں پر عطف ہو کر آیا ہے اور ان کے انجام کا شریک ان کو بھی بتایا گیا ہے۔ مثلاً۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا هِيَ حَسْبُهُمْ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ۔ (التوبۃ ع ۹)

اللہ نے عہد کر رکھا ہے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے دوزخ کی آگ کا جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے وہی ان کے لیے کافی ہے اور اللہ ان کو اپنی رحمت سے دور رکھے گا اور ان کا عذاب دائمی ہے۔

اسی طرح پیمبر کو ایک جگہ جہاں ایک ہدایت کی ہے وہاں بھی منافقوں کا عطف کافروں پر ہے۔

وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ۔ (الاحزاب ع ۶)

اے پیمبر کافروں اور منافقوں کا کہا نہ کیجیے، اور ان کی طرف سے جو اذیت پہنچے اس پر التفات نہ کیجیے۔

وَدَعْ اَذٰىهُمْ کا تعلق جتنا کافروں سے ہے۔ اتنا ہی منافقوں سے بھی ہے گویا یہ صاف ہو گیا کہ جتنی اذیت آپ کو منافقوں یعنی ان نام کے مسلمانوں کی طرف سے پہنچتی رہتی تھی وہ اس سے کچھ کم نہ تھی جو کھلے ہوئے منکروں کی طرف سے پہنچتی رہتی تھی۔

ایک جگہ ذکر ہے کہ اللہ کے ساتھ بدگمانی رکھنے کی سزا ان کو اور ان کو دونوں کو ملے گی وہاں بھی منافقوں کو مشرکوں کے ساتھ عطف کر کے بیان کیا ہے۔

وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ

تاکہ اللہ عذاب دے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو جو

Marfat.com

بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ (الفتح ع ۱) — اللہ کے ساتھ برے برے گمان رکھتے ہیں۔

اور تقریباً یہی الفاظ ایک جگہ اور دہرائے ہوئے ملتے ہیں۔

يُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ۔ (الاحزاب ع ۹) — انجام یہ ہوا کہ اللہ عذاب دے گا منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو

ان منافقین کا اصلی جرم تو ان کا یہی نفاق تھا۔ یعنی دل میں کچھ زبان پر کچھ، دل سے خاص انکار اور زبان پر محض اقرار۔ قرآن مجید نے ان کی فردِ جرم میں نمبر اول پر اس کو رکھا ہے۔

يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ۔ (الفتح ع ۲) — اپنی زبانوں سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں بالکل نہیں ہیں۔

لیکن اس بنیادی اور اعتقادی جرم کے علاوہ ان کے عملی اور اجتماعی جرائم بھی کچھ کم قابل مواخذہ و تعزیر نہ تھے۔ مدینہ میں رہ کر عفیف و پاک دامن مسلمان باشندگان شہر کی بدخواہی اور دشمنی میں لگے رہنا ان پر آج کل کی اصطلاح میں سرد جنگ جاری رکھنا۔ یعنی شہر میں دہشت انگیز افواہیں پھیلاتے رہنا۔ ان لوگوں کا مستقل شعار بن گیا تھا قرآن مجید نے اس سیاق میں ان کا ذکر کر کے ان کے لیے سزائیں بھی انتہائی اور عبرت انگیز تجویز کر دی ہیں۔

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَا اِلَّا قَلِيْلًا مَّلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا۔ (الاحزاب ع ۸) — اگر نہ باز آئیں یہ منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے اور مدینہ میں افواہیں اڑاتے رہتے ہیں تو ہم آپ کو ان پر ضرور مسلط کر دیں گے۔ پھر یہ لوگ شہر میں آپ کے پاس شہر بھی نہ پائیں گے مگر ہاں بہت ہی کم اور وہ بھی لعنت زدہ بس جہاں کہیں مل گئے انہیں پکڑا اور مار کے ٹکڑے اڑا دیئے۔

ان کی اخلاقی پلیدی اور روحانی زندگی کا لازمی نتیجہ یہ ہونا تھا کہ آخرت میں ان کا انجام

سب سے بدتر قرار پایا کہ ایک تو قبول اسلام سے انکار اور مسلک کفر و شرک پر جمود اور اس پر اضافہ اس ریا و مکر کا کہ ہم تو مسلم و مطیع ہیں ارشاد ہوا ہے۔

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَن تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا۔ (النساء ع ۲۱)

بیشک منافقین دوزخ کے سب سے بڑے طبقہ میں ہوں گے اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا۔

اور ان کے جرائم کے پاداش میں ان کا انجام اخروی یاد دلا کر دنیا میں بھی ان کے ساتھ معاملہ سختی کا رکھا گیا ہے اور انہیں کافروں ہی کی صف میں رکھ کر پیمبر کو حکم ان کے خلاف بھی "جہاد" کا ہوا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ۔ (التحریم ع ۲)

اے نبی جہاد کافروں اور منافقوں سے کیجیے اور ان پر سختی کیجیے ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بڑی بری چیز ہے۔

یہ آیت ابھی سورہ تحریم کی تلاوت ہوئی اور بعینہ یہی آیت سورۃ التوبہ رکوع ۸ میں بھی وارد ہو چکی ہے۔ البتہ یہ خیال رہے کہ یہاں لفظ جہاد اپنے لغوی معنی میں یعنی سخت کوشش کے مرادف ہو کر آیا ہے جہاد فقہی کے معنی میں نہیں جو بہت بعد کی اصطلاح ہے اور قرآن مجید میں اس کے بجائے لفظ قتال ہے اور لفظ جہاد میں حضور صلعم کے لیے پوری گنجائش باقی رہی کہ آپ اپنے اجتہاد کی رو سے جیسا مناسب سمجھیں جہادی معاملہ کافروں اور منافقوں کے ساتھ ان کے اور ان کے حسب حال رکھیں۔

مکہ میں کھلا ہوا کفر و شرک تھا اس مرض نفاق کا مقابلہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ ہی میں آکر کرنا پڑا اکثر منافق یہیں آکر ملے اور ان میں وہ چالاک اور سخن ساز طبقہ بھی تھا۔ جو حضور کی نظر سے حضور کے کمال فراست و دانائی کے باوجود اپنے کو مخفی رکھنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ قرآن مجید نے صراحت کر دی ہے۔

وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ۔

اور مدینہ والوں میں سے نفاق کی حد کمال پر پہنچے ہوئے ہے۔ آپ ان کو نہیں جانتے ہم ان کو

Marfat.com

(التوبۃ ع ۱۲) جانتے ہیں۔

اور اس کے معاً بعد ان کے انجام دنیوی و اخروی سے بھی خبر دے دی گئی۔

سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ۔ (التوبۃ ع ۱۳)

ہم ان کو دو دو بار سزائیں دیں گے اور انہیں بھیجیں گے عذاب عظیم کی طرف۔

یہ منافقین شہر مدینہ کے علاوہ دیہات و حوال مدینہ میں بھی آباد تھے۔

وممن حولکم من الاعراب منافقون۔ (ایضاً)

اور یہ بھی تمہارے گرد و پیش دیہاتی ہیں ان میں بھی کچھ منافق ہیں۔

اور دیہاتیوں کے مزاج میں یوں بھی سختی زیادہ ہوتی ہے شاید اسی اسی کا نتیجہ تھا کہ یہ دیہاتی کفر و نفاق دونوں میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّ نِفَاقًا (التوبۃ ع ۱۲) یہ دیہاتی لوگ کفر و نفاق میں بہت ہی سخت ہیں۔

غریب و تہی دست مسلمانوں پر یہ سنگ دل مسخرے منافقین برابر طنز و تمسخر کرتے رہتے تھے، ان مفلسوں کی طرف سے جواب خود حق تعالیٰ نے دیا۔ ارشاد ہوتا ہے۔

فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ (التوبۃ ع ۱۰)

یہ ان (مفلس مسلمانوں) سے مسخرہ پن کرتے ہیں اللہ ان کے مسخرہ پن کو ان پر الٹ دے گا اور ان کے لیے عذاب دردناک رکھا ہوا ہے۔

ان میں کے بعض بدبخت ایسے بھی تھے۔ جن پر یہ نفاق کی لعنت بہ طور ان کی سزا یا پاداش عمل کے مسلط کر دی گئی ہے۔ قرآن مجید نے ان کی نفسیت پر یوں روشنی ڈالی ہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ فَلَمَّآ اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى

ان میں کے کچھ ایسے بھی ہیں کہ جنہوں نے عہد کیا تھا کہ اگر اللہ نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو عطا کر دیا تو ہم خوب خیر خیرات کریں گے اور خوب نیک نیک کام کریں گے۔ پھر جب اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا کر دیا تو لگے وہ اس میں بخل کرنے اور روگردانی کرنے اور وہ تھے ہی بات سے پھر جانے والے سو اللہ

Marfat.com

يَوْمِ يَلْقَوْنَهُ بِمَا أَخْلَفُوا اللهَ مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ۔ (التوبہ ع ۱۰)

نے اس کی سزا میں ان کے دلوں میں نفاق پیدا کر دیا۔ جو اللہ کے یہاں جانے کے دن تک ان میں رکھے گا۔ اس لیے کہ انہوں نے اللہ سے وعدہ خلافی کی۔ اور اس لیے کہ جھوٹ بولتے رہتے تھے۔

انہیں بڑا ناز اپنی چالاکی اور رازداری پر تھا۔ سمجھتے تھے کہ ان کے راز چھپے کے چھپے رہ جائیں گے۔ قرآن مجید نے بار بار ان کے اس زعم باطل کو توڑا ہے اور انہیں یاد دلایا ہے کہ ان کا سابقہ تو خدائے دانندہ اسرار وخفایا سے ہے۔

أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ وَأَنَّ اللهَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ۔ (التوبہ ع ۱۰)

کیا انہیں اس کی خبر نہیں ہے کہ اللہ کو ان کے دل کا راز اور سرگوشی ان کی سب معلوم ہے اور اللہ غیب کی ساری باتوں کو جانتا ہے۔

ان کی ریاکاری و منافقت کا یہ کمال تھا کہ انہوں نے اپنی ایک مسجد کھڑی کر لی تھی۔ بہ ظاہر تمام تر عبادت وذکر الٰہی کے لیے۔ لیکن دل میں مقصد یہ تھا اس میں جمع ہو کر مسلمانوں کے خلاف سازشیں کی جائیں اور اسلام وامت اسلامی کی بربادی کے منصوبے تیار کیے جائیں۔ قرآن مجید نے اس کا بھی پول کھول دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صاف حکم دیا کہ آپ ہرگز اس کی طرف رُخ نہ کریں۔

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللهَ وَرَسُولَهُ مِن قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ وَاللهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا۔ (التوبہ ع ۱۳)

اور وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے مسجد اس غرض سے بنا کھڑی کی ہے کہ (اس کے ذریعہ سے) ضرر پہنچائیں اور کفر پھیلائیں اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈال دیں۔ اور اس شخص کو اس میں پناہ دیں جو اس کے قبل بھی اللہ اور اس کے رسول سے لڑ چکا ہے اور یہ قسمیں کھا کر کہیں گے کہ ہم تو بجز بھلائی اور کوئی نیت ہی نہیں رکھتے اللہ گواہ ہے کہ یہ بالکل جھوٹے ہیں۔ آپ اس مسجد میں کبھی کھڑے بھی نہ ہوں۔

اور یہ تو ان کے لیے ایک معمولی سی بات تھی کہ ایک بار جب ایک جہاد گرمیوں کے موسم میں پڑا تو یہ لوگ لگے مسلمانوں کو مشورہ دینے کہ اس سخت موسم میں کہاں نکلو گے گویا جہاد بھی ان کے خیال میں کوئی سیر و تفریح کی چیز پکنک کے قسم کی تھی۔ قرآن نے ان کا قول نقل کر کے جواب بھی کتنا سخت دیا ہے۔

قَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِی الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّ لْيَبْكُوْا كَثِيْرًا جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔ (التوبۃ ع ۱۱)

کہنے لگے کہ تم لوگ گرمی میں نہ نکلو۔ آپ کہہ دیجیے کہ جہنم کی آگ اس سے کہیں بڑھ کر گرم ہے کاش یہ اتنا سمجھتے ا یہ لوگ تھوڑے دن ہنس لیں اور بہت دن روتے رہیں اپنے کرتوتوں کے بدلے۔

پیغمبر کی سفارش اور دعائے مغفرت جس درجہ موثر اور زوردار ہوتی ہے ہر مسلمان کو معلوم ہے اور قرآن مجید خود اس کی اہمیت بار بار جتا چکا ہے لیکن منافقین کے قلب چونکہ شمہ ایمان بھی نہیں رکھتے۔ اس لیے قرآن مجید نے براہ راست حضور کو مخاطب کر کے تصریح کر دی کہ ایسوں کے حق میں آپ تک کی دعائے مغفرت کام نہ دے خواہ آپ کتنی ہی کرتے ہیں۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ۔

(التوبۃ ع ۱۰)

آپ ان کے حق میں استغفار کریں یا ان کے حق میں نہ کریں۔ آپ ان کے حق میں استغفار اگر ستر بار بھی کریں تو بھی اللہ ان کی مغفرت نہ کرے گا۔

روایتوں میں آتا ہے کہ آپ نے اپنی نہایت رحمدلی کی بنا پر اس آیت کے باوجود ایک رئیس المنافقین کی نماز جنازہ پڑھائی اور لفظ "ستر" کے عدد سے فائدہ اٹھا کر یہ کہا کہ میں استغفار ستر سے زیادہ بار کر دوں گا۔ (حالانکہ آپ جیسے فصیح اللسان سے بڑھ کر کون اس نکتہ سے واقف ہو سکتا تھا کہ محاورہ زبان میں ستر سے مراد کثرت استغفار ہے نہ کہ کوئی معین عدد) اس پر یہ حکم قطعی طور پر نازل ہو گیا کہ ایسوں کی نہ کبھی نماز پڑھئے اور نہ ان

کی قبر پر ہی ہو جئے۔

لَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْھُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ (التوبہ ع ۱۱)

اور ان میں کوئی مر جائے تو اس پر کبھی نماز نہ پڑھیے اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہو جئے۔

بڑی چڑھ ان لوگوں کو آیات احکام سے رہتی اور جہاد و قتال کے احکام سن کر تو ان کی جان ہی سوکھ جاتی۔ قرآن مجید نے اس منظر کی یوں عکس کشی کی ہے۔

فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَۃٌ مُّحْکَمَۃٌ وَّذُکِرَ فِیْھَا الْقِتَالُ رَاَیْتَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ یَّنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ نَظَرَ الْمَغْشِیِّ عَلَیْہِ مِنَ الْمَوْتِ فَاَوْلٰی لَھُمْ۔ (محمد ع ۳)

جب کوئی سورت صاف صاف نازل ہوتی ہے اور اس میں ذکر جہاد کا بھی ہوتا ہے تو جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے۔ آپ ان کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھتے ہیں کہ جیسے کسی پر بیہوشی طاری ہو گئی ہو عنقریب ان کی کمبختی آنے والی ہے

بڑے جزبزیہ اس وقت ہوتے ہیں۔ جب ان کے اسرار فاش ہو جاتے تھے اور قرآن مجید خود یا رسول اللہ ہی کی زبان سے انہیں اس قسم کی آیتیں سنوا دیتا تھا۔

وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِسْرَارَھُمْ۔ (ایضاً)

اللہ خوب جانتا ہے ان کی خفیہ باتوں کو۔

اور انتہائی تکلیف اور بدحواسی ان پر اس وقت طاری ہوتی۔ جب رسول ؐ ہی کی زبان سے انہیں اس قسم کے تنبیہی پروانے وصول ہوتے۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ یُّخْرِجَ اللّٰہُ اَضْغَانَھُمْ وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَیْنٰکَھُمْ فَلَعَرَفْتَھُمْ بِسِیْمٰھُمْ وَلَتَعْرِفَنَّھُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ۔ (محمد ع ۴)

جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے کیا یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ اللہ کبھی ان کی دلی عداوتوں کو ظاہر نہ کرے گا اور اگر ہماری مشیت یہ ہوتی تو ہم آپ کو ان کا پورا پتہ بھی بتا دیتے اور آپ ان کو ان کے حلیے سے پہچان لیتے اور آپ ان کو طرز کلام سے ضرور پہچان لیں گے۔

اپنی مادی و دنیوی زندگی میں یہ کسی سے دبے ہوئے نہ تھے۔ بلکہ ان کی معاشرت معلوم ہوتا ہے۔ خاصی بلند و ممتاز تھی اور ان کے ظاہر میں ایک طرح کی کشش یا دلکشی بھی تھی

قرآن مجید کی شہادت ہے۔

وَاِذَا رَاَیْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ۔

(المنافقون ع ۱)

آپ ان کو دیکھیں تو ان کے قد و قامت آپ کو خوشنما معلوم ہوں اور اگر یہ باتیں کرنے لگیں تو آپ ان کی سننے لگیں۔

ان کی ظاہری خوشحالی اور خوش اقبالی بھی خاصی دھوکے میں ڈلنے والی تھی رسول اللہ کو خاص طور پر اس خطرے سے آگاہی دے دی گئی اور حقیقت حال سے پردہ اٹھا دیا گیا۔

وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِی الدُّنْیَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ کٰفِرُوْنَ۔ (التوبۃ ع ۱۱)

ان کے مال اور ان کی اولاد آپ کو حیرت میں نہ ڈالیں اللہ کو تو بس یہ منظور ہے کہ ان چیزوں کے واسطے سے انہیں دنیا میں بھی مبتلائے عذاب رکھے اور ان کا دم بھی ایسی حالت میں نکلے کہ یہ کافر ہوں۔

ایک پوری سورۃ انہیں کے نام پر المنافقون پارہ ۲۸ میں موجود ہے۔ جس کی ایک آیت چند منٹ قبل پیش ہو چکی ہے لیکن درحقیقت اس سورۃ میں پورا عکس اس طبقہ کی زندگی کا آگیا ہے۔ یہ لوگ رسول اللہؐ کے سامنے آکر اپنی اسلامیت بگھارتے اور اپنے اور اپنے ایمان واطاعت کا ڈھنڈورا پیٹتے۔ جو تمام تر باطل ہوتا۔ ارشاد ہوا ہے۔

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَكٰذِبُوْنَ۔

(المنافقون ع ۱)

جب آپ کے پاس یہ منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ بیشک اللہ کے رسول ہیں اللہ جانتا ہے کہ بیشک آپ اس کے رسول ہیں لیکن اللہ اس کی بھی گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین پکے جھوٹے ہیں ان کا حاصل عمر ان کی ساری کمائی ان کی جھوٹی قسمیں ہیں۔

اِتَّخَذُوْٓا اَیْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِنَّهُمْ

ان لوگوں نے اپنی قسموں کو سپر رکھا ہے تو یہ لوگ اللہ کی راہ سے روکتے رہتے ہیں بیشک بہت ہی برے

Marfat.com

سَآءَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔ (ایضاً) | ہیں ان کے اعمال جو وہ کر رہے ہیں۔

اسی سے ملتی ہوئی آیت اسی سورہ مجادلہ میں بھی آچکی ہے وہ بھی ملاحظہ ہو۔

اِتَّخَذُوْٓا اَیْمَانَھُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَلَھُمْ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ۔ (مجادلہ ع ۳)

ان لوگوں نے اپنی قسموں کو سپر بنا رکھا ہے پھر اللہ کی راہ سے روکتے رہتے ہیں تو ان کیلئے عذاب ہے ذلت والا۔

اس آیت سے معاً پہلے اس طبقہ کا تعارف اس کی یہود دوستی کی حیثیت سے کرا کے اس کا انجام یوں پیش کیا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْھِمْ مَّا ھُمْ مِّنْکُمْ وَلَا مِنْھُمْ وَیَحْلِفُوْنَ عَلَی الْکَذِبِ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ اَعَدَّ اللّٰهُ لَھُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا اِنَّھُمْ سَآءَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔ (المجادلہ ع ۳)

کیا آپ نے ایسے لوگوں پر نظر نہیں کی (یعنی انہیں منافقین پر) جو ایسی قوم سے دوستی کیے ہوئے ہیں جن پر اللہ کا غضب ہے (یعنی قوم یہود سے) ایسے لوگ نہ تمہیں میں ہیں نہ انہیں میں جھوٹی بات پر قسمیں کھا جاتے ہیں اور اسے جانتے بھی ہوتے ہیں۔ اللہ نے ان کے لیے عذاب شدید تیار کر رکھا ہے۔ بلاشک بہت ہی برے ہیں جو (اعمال) وہ کیا کرتے ہیں۔

ان کی ظاہری خوشحالی اور خوش اقبالی سے دھوکا کھانے پر ایک بار پھر تنبیہ کر دی ہے:

لَنْ تُغْنِیَ عَنْھُمْ اَمْوَالُھُمْ وَلَآ اَوْلَادُھُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْئًا اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ۔ (ایضاً)

ان کے مال اور ان کی اولاد انہیں اللہ سے ذرا نہ بچا سکیں گے یہ لوگ دوزخ والے ہیں یہ لوگ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

اب پھر اسی سورت منافقون کی طرف آجائیے جس کے بیان کا سلسلہ چل رہا تھا۔ انہوں نے ایمان کا اظہار کیا۔ مگر معاً کفر کو اپنے دل میں جگہ دے لی۔ اس کا وبال یہ پڑا کہ ان کے دلوں پر قبول حق کی طرف سے مہر سی لگ گئی اور سمجھ بوجھ کا گویا مادہ ہی ان سے چھن گیا۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ (المنافقون ع ۱)

یہ سب اس سبب سے ہے کہ یہ لوگ ایمان لائے۔ پھر کافر ہو گئے سو ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی تو یہ سمجھتے بوجھتے نہیں۔

ان کے دل چور ہیں اور یہ طبیعت کے بزدلے ہیں۔ اس لیے کہیں سے کوئی آواز بلند ہوئی اور یہ اسے اپنے ہی اوپر سمجھے۔

ہر غل پکار کو اپنے ہی اوپر خیال کرتے ہیں۔

انابت و خشیت کا گذر ان کے قلب میں کہاں۔ زعم و پندار میں مبتلا یہ رسولؐ کی خدمت میں اپنے استغفار کے لیے حاضر ہونے کے بجائے اور اوپر سے اکڑے اکڑے پھرتے ہیں

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ۔ (المنافقون ع ۱)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ تمہارے لیے رسول اللہ استغفار کریں تو یہ اپنا سر پھیر لیتے ہیں اور آپ ان کو دیکھیں گے کہ تکبر کرتے ہوئے بے رخی کرتے ہیں۔

یہ بھی صراحتہً بتا دیا گیا۔ جیسا کہ سورۃ توبہ کی ایک آیت کے ذیل میں پہلے بھی گذر چکا ہے کہ رسول اللہ صلعم جیسے زبردست مستغفر کی دعائے مغفرت بھی ایسے شامت زدوں کے حق میں قبول نہ ہوگی۔

سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ۔ (ایضاً)

ان کے حق میں سب برابر ہے۔ خواہ آپ ان کے لیے استغفار کریں یا آپ استغفار نہ کریں اللہ ان کی ہرگز مغفرت نہ کرے گا۔

عملی حالت ان کی یہ تھی کہ خود صاحب ثروت مسلمانوں کو ترغیب دیتے رہتے تھے کہ رسول کے ساتھیوں پر کچھ خرچ نہ کرو۔ مالی امداد کی طرف سے مایوس ہو کر یہ بھیڑ خود ہی چھنٹ جائے گی۔ گویا رسولؐ دین حق کی تبلیغ کے لیے بندوں کی امداد کے تمام تر محتاج تھے۔ قرآن مجید نے ان کے اس حمق کی پردہ دری یوں کی ہے۔

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا

یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول خدا کے

Marfat.com

عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۔ (ایضاً)

گرد و پیش ہیں ان پر کچھ خرچ نہ کرو۔ یہاں تک کہ یہ آپ ہی منتشر ہو جائیں گے۔ حالانکہ اللہ ہی کے ہیں سارے خزانے آسمانوں اور زمینوں کے البتہ منافقین اسے سمجھتے نہیں۔

اور پھر منافقین کے جو یہ دم داعیے تھے کہ میدان جنگ سے واپسی کے بعد مسلمانوں کو تہس نہس کر ڈالیں گے۔ ان کی اس بدفہمی کا پردہ بھی قرآن نے یوں چاک کیا ہے

يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (ایضاً)

یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم اب مدینہ واپس گئے تو عزت والا وہاں سے ذلت والے کو نکال دے گا حالانکہ عزت اللہ کی ہے اور اس کے رسول کی اور مومنین کی البتہ منافقین اسے جانتے بوجھتے نہیں۔

سب سے بڑھ کر جامع و اکمل اور ساتھ ہی عبرت انگیز مرقع اس طبقہ کا سورۃ الحدید میں نظر آتا ہے گو ذرا طویل ہے۔ لیکن رسول اللہ صلعم کی زندگی میں آپ کے اس حاضر طبقہ کی ذہنیت کو پوری طرح سمجھنے کے لیے اس کا مطالعہ ضروری ہے سیاق یوم حشر کا ہے۔ اب آگے سنئے۔

يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ

جس روز منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے (جس وقت وہ جنت کو جا رہے ہونگے اور انکے ارد گرد نور ہوگا) ہمارا انتظار کر لو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کر لیں انہیں جواب ملے گا کہ لوٹ جاؤ اپنے پیچھے کی طرف پھر روشنی تلاش کرو۔ اس کے بعد ان کے اور انکے درمیان ایک دیوار قائم کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا اس کے اندرونی طرف رحمت ہوگی اور بیرونی طرف

Marfat.com

وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَ
غَرَّتْكُمُ الْأَمَانِيُّ حَتّٰى
جَآءَ أَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ
بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ فَالْيَوْمَ
لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ
وَلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
مَأْوٰكُمُ النَّارُ هِيَ مَوْلٰكُمْ
وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ۔

عذاب منافقین (اب) مسلمانوں کو کیا پکاریں گے کیا ہم تمہارے ساتھ (دنیا میں) نہ تھے وہ (جواب) میں کہیں گے کہ تھے تو بیشک۔ تم نے خود ہی اپنے کو گمراہی میں پھنسا لیا تھا اور تم منتظر رہتے تھے اور تمہاری بیہودہ آرزوؤں نے تمہیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔ یہانتک کہ تم پر اللہ کا حکم آپہنچا اور تم کو اس بڑے فریبئے نے اللہ کے باب میں دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔ غرض آج تم سے کوئی فدیہ نہ قبول کیا جائے گا اور نہ کافروں سے۔ تم سب کا ٹھکانا دوزخ ہے وہی تمہاری رفیق ہے اور کیا ہی بُرا ٹھکانا ہے۔

انکشاف حقائق کے وقت کی یہ صحیح اور من وعن نقاشی کر کے دنیا میں بھی ان کی صحیح حالت کا چربا پیش کیا۔ تو یہ تھا۔ آپ کے معاصرین کا وہ دوسرا طبقہ جس سے پیمبر اسلام کو سابقہ علاوہ منکرین ومشرکین، دہریئن، شنوئین، یہود اور نصرانیوں کے اپنی زندگی میں پڑا تھا۔

(د)

مؤمنین

چوتھا طبقہ آپ کے ان معاصرین مخاطبین کا ہے۔ جنہوں نے آپ کے دعویٰ نبوت کی تصدیق کی، اور آپ کی زبان سے ہے آپکا پیام سن، کلام الٰہی پر ایمان لائے اصطلاح میں انہیں صحابہ رسول یا اصحاب رسولؐ کہتے ہیں یہ اپنے اعمال و اطوار، اخلاق و عادات میں، اپنے مرشد اعظم ہی کے ڈھرے پر چلے اور بہ حیثیت مجموعی ایسے نقل مطابق اصل ثابت ہوئے کہ خود دوسروں کے لیے حجت و معیار بن گئے۔ اکبر الہ آبادی نے یہی تاریخی حقیقت اپنی شاعرانہ زبان میں یوں ادا کی ہے ؎

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا!

لیکن اوّل تو سب ایک درجہ و مرتبہ کے نہ تھے اور نہ ہو سکتے تھے۔ فرق مراتب تو لازمہ بشریت ہے پھر جن کو جو مرتبے حاصل ہوئے وہ رفتہ رفتہ صحبت ہی کی برکت سے حاصل ہوئے۔ اوّل دن سے کوئی بھی ان میں کامل نہ تھا اور پھر بڑی بات یہ کہ عصمت کامل جس کا نام ہے۔ وہ تو صرف انبیاء کرام کا حصہ خصوصی ہے۔ خدائی معیار سے جب گرفتیں حضرات انبیاء تک پر ہوتی رہیں اور عنویٰ اور عصیٰ تک کے فعل بتکلف ان کے لیے قرآن مجید میں آتے رہے تو یہ غیر معصومین کی صالح و پاک باز جماعت کب روک ٹوک کے دائرہ سے باہر رہ سکتی تھی۔ قرآن ان مخلصین پر گرفتیں جا بجا کرتا گیا ہے۔ کہیں اشارۃً اور کہیں صراحتہً۔

Marfat.com

بعض نوآموزان میں ایسے تھے۔ جو بارگاہ نبوت کے ادب آداب سے پوری طرح واقف نہ تھے اور اپنی طبعی سادہ دلی سے کبھی کبھی حضور کے تکدر و انقباض کا باعث ہو جاتے تھے۔ چنانچہ جب کاشانہ مبارک پر حاضر ہوتے تو بجائے اس کے کہ حضورؐ کے برآمد ہونے کا انتظار کریں دروازے سے ہی بے تحاشا آپؐ کو چیخ کر پکارنا شروع کر دیتے تھے۔ قرآن مجید میں یہ ذکر مہذب و شائستہ سلاست کے ساتھ یوں کیا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَکْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ۔ (الحجرات ع ۱)

جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارنے لگتے ہیں۔ ان میں سے اکثر عقل سے کام نہیں لیتے۔

لفظ حجرات بہ صیغہ جمع خود اس پر دلالت کر رہا ہے کہ بیان زمانہ قیام کا ہو رہا ہے بعض ایسے بھی تھے (غالباً اہل بادیہ ہوں گے) جو مجلس مبارک میں آکر چیخ چیخ کر بولتے اور ذرا احترام ملحوظ نہ رکھتے۔ انہیں ادب سکھایا گیا کہ دھیمی آواز سے بولیں اور قرآن مجید نے ایسی ہدایات کو بالکل ہی نذر اجمال نہیں کیا ہے۔ بلکہ خاصے بسط و تفصیل سے کام لیا ہے کہ آیندہ نسلوں کو بھی سمجھنے میں کوئی الجھاؤ نہ باقی رہ جائے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ کَجَهْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔

اے ایمان والو اپنی آوازیں پیمبر کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ ان سے ایسے کھل کر بولو، جیسا آپس میں ایک دوسرے سے کھل کر بولتے ہو کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔

(الحجرات ع ۱)

ظاہر ہے کہ یہ ہدایت خاص مومنین کو کی جا رہی ہے، جن کے ذہن میں رسول اللہ کی ارادی بے حرمتی کا شائبہ تک نہیں آسکتا تھا۔ اب اس نفی کے ساتھ اثبات کا سلب کے ساتھ ایجاب کا اور نہی کے ساتھ امر کا پہلو بھی ملاحظہ ہو۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ

بیشک جو لوگ پست رکھتے ہیں اپنی آوازوں کو رسول اللہ کے سامنے تو یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں

Marfat.com

اللہ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ۔

کو اللہ نے تقویٰ کے لیے خاص کر دیا ہے ان کے لیے مغفرت ہے اور اجر عظیم۔

یہ تو آداب مجلسی و معاشرتی پر توجہ دہانی کی ایک مثال ہوئی اسی طرح کوتاہیاں کبھی عبادات کے دائرہ میں ہو جاتی تھیں۔ چنانچہ ایک بار حضورؐ خطبہ جمعہ دے رہے تھے کہ مسجد کے باہر سے کسی تجارتی قافلہ یا تماشہ کے گزرنے کی آواز آئی اور سامعین خطبہ چھوڑ ادھر لپک گئے۔ اس پر بھی صراحت کے ساتھ ٹوکا گیا۔

وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَۃً اَوْ لَھْوَا ِ انْفَضُّوْٓا اِلَیْھَا وَتَرَکُوْکَ قَآئِمًا قُلْ مَا عِنْدَ اللہِ خَیْرٌ مِّنَ اللَّھْوِ وَمِنَ التِّجَارَۃِ۔ (الجمعۃ ع ۲)

اور جب تجارت یا تماشا دیکھ پاتے ہیں تو ادھر لپک جاتے ہیں اور آپ کو (خطبہ میں) کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں۔ آپ کہہ دیجیے کہ اللہ کے ہاں جو (اجر) ہے وہ تماشہ اور تجارت سے بڑھ کر ہے۔

کوئی کوئی ان میں سے ایسے بھی نکلے جو جہاد کے موقع پر کچیا گئے۔ لیکن اپنی وقتی غفلت کا کفارہ انہوں نے جان و دل سے ادا کیا اور اللہ تعالیٰ کو آخر رضامند بھی کر لیا قرآن مجید نے ایسوں کی تعداد کل تین بتائی ہے اور ان کا تذکرہ خود پیمبر اور اصحاب مہاجرین و انصار کے مدحیہ تذکرہ پر عطف کر کے ان الفاظ میں کیا ہے۔

وَعَلَی الثَّلٰثَۃِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰٓی اِذَا ضَاقَتْ عَلَیْھِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَیْھِمْ اَنْفُسُھُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللہِ اِلَّآ اِلَیْہِ ثُمَّ تَابَ عَلَیْھِمْ لِیَتُوْبُوْا اِنَّ اللہَ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔ (التوبۃ ع ۱۴)

اور اللہ نے ان تینوں کے حال پر بھی توجہ فرمائی جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ زمین جب باوجود اپنی فراخی کے ان پر تنگی کرنے لگی اور وہ خود اپنی جان سے تنگ آ گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اللہ سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی بجز اللہ ہی کے ہاں کے تو اللہ نے ان کے حال پر توجہ فرمائی تاکہ وہ آیندہ بھی رجوع رہا کریں بیشک اللہ بڑا توجہ فرمانے والا رحیم ہے۔

کچھ ایسے بھی نکلے جن سے اسی سلسلہ جہاد و قتال میں کچھ کوتاہیاں ہو گئی تھیں اور ان کے اعمال کی حالت بین بین یا ملی جلی پائی گئی۔ لیکن آخر کار انہیں بھی پروانہ معافی مل جانے

Marfat.com

کی خوشخبری سنادی گئی۔

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

کچھ اور لوگ ہیں جو اپنی خطاؤں کے معترف ہو گئے انہوں نے ملے جلے عمل کئے تھے۔ کچھ بھلے کچھ برے اللہ عجب نہیں کہ ان پر رحمت سے توجہ فرمائے بیشک اللہ بڑا مغفرت والا بڑا رحمت والا ہے۔

لیکن جیسا کہ ابھی عرض کیا جا چکا ہے۔ اس قسم کی خال خال بشری کمزوریوں سے قطع نظر کر لینے کے بعد غیر معصوم مخلص رفیقوں کی یہ جماعت تمام تر پاکبازوں راست کرداروں اور قدسیوں ہی کی ایک جماعت تھی۔ ان کی ایمان دوستی کفر دشمنی فسق بیزاری اور پاکیزہ قلبی کا اعلان قرآن مجید انہیں کو مخاطب کر کے یوں کرتا ہے۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً۔ (الحجرات ع ۱)

لیکن اللہ نے تمہیں ایمان کی محبت دے دی اور اس کو تمہارے دلوں میں رچا دیا اور کفر اور فسق اور معصیت سے تمہیں بیزار کر دیا۔ یہی لوگ راہ یاب ہیں اللہ کے فضل و انعام سے۔

کسی جماعت کی پختہ ایمانی رد کفر ہی نہیں۔ فسق و معصیت سے بھی دوری اور پاکی کی شہادت اس سے بڑھ کر اور اس سے واضح تر لفظوں میں اور کیا ہو سکتی ہے؟ لیکن ٹھہریئے ایک زبانی صداقت نامہ اس جماعت کے انہماک عبادات اور طلب رضائے الٰہی کا اور بھی موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ۔ (الفتح ع ۴)

اور جو لوگ (پیغمبر) کے ہمراہ ہیں وہ سخت ہیں کافروں کے معاملہ میں اور نرم دل ہیں آپس میں (اے مخاطب) تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے ہوئے سجدہ کرتے ہوئے۔ اللہ کی فضل و رضا کی تلاش میں رہتے ہیں۔ ان کے آثار انکے چہروں پر تاثیر سجدہ سے نمایاں ہیں۔

ایک جگہ اور جہاں ذکر جنتیوں کا ہے۔ وہاں الفاظ گو عام ہیں اور ہر دور کے اہل ایمان ان کے ماتحت میں داخل ہو سکتے ہیں۔ لیکن اشارہ خصوصی اسی جماعت صحابہ کی جانب ہے۔

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ وَ بِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ۔ (الذاریات ع۱)

یہ لوگ اس کے قبل (یعنی دنیوی زندگی میں) بڑے نیک کار تھے۔ رات کو بہت کم سوتے تھے اور اخیر شب میں استغفار کیا کرتے تھے اور ان کے مال میں سوالی اور غیر سوالی (سب) کا حق تھا۔

ان کی عبادتی شب بیداریوں اور استغفاری سحرخیزیوں کی شہادت ایک اور سلسلہ میں بھی ملاحظہ ہو۔

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ۔ (المزمل ع۲)

آپ کا پروردگار واقف ہے (اے پیغمبر) - آپ رات میں کھڑے رہتے ہیں قریب دو تہائی یا آدھی رات یا تہائی رات کے اور آپ کے ساتھیوں کا ایک گروہ بھی۔

رفاقت معیت اور صحابیت کے معنی بھی یہی تھے کہ عبادتوں ریاضتوں اور مشقتوں میں بھی اپنے آقا یا "صاحب" کے نقش قدم پر چلا جائے۔

اور ایک نقشہ بھی انہیں پاک بازوں کی روزانہ زندگی کا قرآن مجید نے پیش کیا ہے (گو الفاظ یہاں عام و وسیع ہیں) جس میں ان کے معمولات، اخلاق عبادات، معاملات سب کے خط و خال صاف نظر آ سکتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا۔ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا

رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر مسکنت کے ساتھ چلتے ہیں اور جب ان سے جاہل لوگ بات کرتے ہیں تو رفع شر کی بات کہہ دیتے ہیں اور جو راتوں کو اپنے پروردگار کے آگے سجدہ اور قیام میں لگے رہتے ہیں اور جو دعائیں مانگتے ہیں کہ اے

Marfat.com

عَذَابَ جَهَنَّمَ۔ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا۔

(الفرقان ع ۶)

ہمارے پروردگار ہم سے عذاب جہنم کو دور رکھ بیشک جہنم برا ٹھکانا اور برا مقام ہے اور وہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف سے کام لیتے ہیں اور نہ بخل سے) اور ان کا خرچ کرنا اس کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے اور اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور جس جان کو اللہ نے قابل مرحمت رکھا ہے اسے ہلاک نہیں کرتے۔ ہاں مگر حق پر اور زنا نہیں کرتے اور جو شخص ایسے کام کرے گا اسے سابقہ سزا سے پڑے گا۔

صحابہ کے معتبر حالات میں کتابیں اردو میں بھی حدیث و سیر سے ماخوذ ہو کر شائع ہو چکی ہیں اور عربی میں تو خیر موجود ہی ہیں۔ انکی دی ہوئی تفصیلات کو سامنے رکھ کر دیکھئے کہ قرآن مجید نے کس اعجاز کے ساتھ ان کی تصویر کشی کر دی ہے اب قرآنی بیان ابھی ختم نہیں ہوا۔ اسی رکوع کی چند اور سطریں بھی قابل مطالعہ ہیں۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا۔ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۔ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا

اور یہ لوگ ناجائز مجمعوں میں شامل نہیں ہوتے اور اگر بیہودہ مشغلوں کے پاس سے گذرتے بھی ہیں تو سلامت روی کے ساتھ گذر جاتے ہیں اور جب انہیں نصیحت کی جاتی ہے ان کے پروردگار کے احکام کے ذریعہ سے تو یہ ان پر بہرے اندھے ہو کر نہیں گرتے اور یہ لوگ دعا مانگتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کیطرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہم کو پرہیزگاروں کا پیشوا بنا دے ایسوں کو بالاخانے عطا ہوں گے۔ بہ سبب انکے ثابت قدم رہنے کے اور ان کو اس میں دعا

تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا۔ (الفرقان ع ۶)

اور سلام ملے گا اس میں ہمیشہ رہیں گے وہ کیسا اچھا ٹھکانا اور مقام ہے۔

قدوسیوں کی جماعت کا اطلاق اگر اس جماعت پر بھی نہ ہو گا تو اور کس پر ہو گا اللہ کے ہاں اس جماعت کے شرف و عظمت کا اندازہ اس سے فرمائیے کہ جس طرح حضور انورؐ کی آمد و ظہور کی پیش خبریاں اگلی آسمانی کتابوں میں درج تھیں اسی طرح اس جماعت کا نقشہ بھی توریت اور انجیل جیسے گرامی صحیفوں میں درج رہ چکا ہے۔

سورۃ الفتح کی ایک آیت ابھی کچھ ہی دیر ہوئی آپ کے سامنے پیش ہو چکی ہے۔ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ الخ اس سے متصل اور اس کے معاً بعد قرآن مجید ہی میں ہے۔

ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ۔ اُن کے اوصاف توریت میں درج ہیں۔

اعجاز قرآنی کا کرشمہ ملاحظہ ہو، کہ بے شمار تحریفات و تصرفات کے بعد بھی توریت موجودہ میں یہ الفاظ آج تک لکھے چلے آ رہے ہیں۔

"فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔"

(استثناء۔ ۲:۳۳)

اور یہ ایک معلوم و معروف حقیقت ہے کہ فاران مکہ معظمہ ہی کی ایک پہاڑی کا نام ہے اور پھر یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ فتح مکہ کے بعد جتنے صحابیوں یا "قدوسیوں" کا ساتھ ہوا تھا ان کی تعداد بھی دس ہی ہزار تھی۔

توریت میں اس کے بعد ہے۔

"اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشین شریعت ان کے لیے تھی۔"

قرآن مجید کے الفاظ اشدآء علی الکفار آپ سن چکے ہیں۔ اس کی مطابقت "آتشین شریعت" سے دینے میں دشواری کسی کو نہیں پیش آ سکتی۔ آگے توریت میں ہے۔

"ہاں وہ اپنی قوم سے بڑی محبت رکھتا ہے۔"

Marfat.com

قرآن مجید کے الفاظ رحماء بینھم ابھی آپ کے کان میں گونج ہی رہے ہوں گے اور ان کی کسی شرح کی ضرورت نہیں ہے اور آخر میں توریت میں اس سلسلے میں ہے۔

"اس کے سارے مقدس تیرے ہاتھ میں ہیں اور تیرے قدموں کے نزدیک بیٹھے ہیں اور تیری باتوں کو مانیں گے۔"

اسے پڑھ کر قرآن مجید کے بھی یہ الفاظ اپنے ذہن میں تازہ کر لیجیے رکعا سجدا یبتغون من فضل اللہ ورضوانا توریت کا بیان آپ نے سن لیا۔ اب انجیلی مدح صحابہ بھی سماعت فرمائیں۔ اس لیے کہ قرآن مجید نے توریت کے معاً بعد انجیل کا نام بھی لیا ہے اور کہا ہے۔

وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ ۔

(الفرقان ع۴)

اور انجیل میں ان کا وصف یہ ہے کہ وہ جیسے کھیتی ہیں کہ اس نے اپنی سوئی نکالی پھر اس نے اپنی سوئی کو قوی کیا پھر وہ اور موٹی ہوئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی کہ کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی۔

موجودہ محرف انجیلوں سے بھلا اس عبارت کی کسی درجہ میں بھی تصدیق و توثیق کی امید ہو سکتی تھی؟ لیکن نہیں۔ مماثل عبارتیں اب بھی انجیلوں میں باقی رہ گئی ہیں انجیل متی باب ۱۳ کی آیات ۳۱، ۳۲ جب چاہے پڑھ کر دیکھ لیجیے اور اس وقت تو سن ہی لیجیے۔

"آسمان کی بادشاہت اس رائی کے دانے کے مانند ہے جسے کسی آدمی نے لے کر اپنے کھیت میں بو دیا وہ سب بیجوں سے چھوٹا ہوتا ہے مگر جب بڑھ جاتا ہے تو سب ترکاریوں سے بڑا ہوتا ہے اور ایسا درخت ہو جاتا ہے کہ ہوا کے پرندے اس کی ڈالیوں پر آکر بسیرا لیتے ہیں۔

اور آپ چاہیں تو ایسی ہی عبارتیں انجیل مرقس باب ۴ آیات ۳۰ تا ۳۲ میں نیز

Marfat.com

انجیل لوقا باب ۱۳ آیات ۱۸ و ۱۹ میں نکال کر پڑھ سکتے ہیں۔

ان مخلص شاگردوں اور جانباز رفیقوں نے رسولؐ کا ساتھ ہجرت و ترک وطن میں دیا۔ جہاد و قتال میں دیا اور رسولؐ کے دین کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیا اپنی جان تک کی بازی لگادی۔ صحیفہ ربانی اپنے کمال ذرہ نوازی اور بندہ پروری سے اپنے ان بندوں کی روداد اخلاص اپنے اوراق میں برابر درج کرتا گیا ہے چنانچہ ایک جگہ ہے۔

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (توبہ ع ۱۱)	لیکن رسول اور جو لوگ آپ کے ساتھ (ہو کر) ایمان لائے انہوں نے جہاد کیا اور اپنی جان سے اور اپنے مال سے انہیں کے لیے تو بھلائیاں ہیں اور یہی لوگ تو فلاح یاب ہیں۔

رضائے الٰہی کے اس معزز تمغہ کے بعد اگر اس طبقہ کے ہر فرد کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کہنے اور لکھنے کا دستور ہم مسلمانوں میں پڑ گیا تو اس میں حیرت کی کوئی بات ہی نہیں ـــ ایک دوسرا پروانہ مغفرت و مغفوریت ان باعمل پیروان رسولؐ کے حق میں اور ملاحظہ ہو۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ۔ (انفال ع ۱۰)	اور جب ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا نیز جن لوگوں نے (انہیں) اپنے یہاں ٹھہرایا اور ان کی مدد کی یہی (سب) لوگ تو ایمان کا پورا حق ادا کرنے والے ہیں انہیں کے لیے مغفرت ہے اور بہترین روزی۔

صحابیان رسول کی جو دو بڑی تقسیمیں، مہاجرین اور انصار کی ہیں قرآن مجید نے یہاں اس تقسیم کو قبول ہی نہیں کیا۔ بلکہ دونوں گروہوں کی مدح کامل اس ایک آیت کے اندر کر دی۔ ایک گروہ وہ تھا جو اپنے مقتضیات ایمان کی تکمیل کی خاطر ہر طرح کے خطرے برداشت کر کے اور کڑی کڑی مصیبتیں جھیل کے اپنے وطن مالوف مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے اور بے خانماں ہو کر دارالہجرۃ مدینہ منورہ کو آیا تھا اور دوسرا طبقہ مدینہ ہی کے باشندوں کا تھا

Marfat.com

انہوں نے بھی اپنے مقتضیات ایمان ہی کی تکمیل کی خاطر ان مصیبت زدوں کی پزیرائی کی تھی۔ ان بے گھروں کو نئے سرے سے گھر بار والا بنایا اور ان کی خدمت اور مہمانداری میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ ایمان کا حق ادا کرنے والے، قرآن یہاں صاف شہادت دیتا ہے کہ یہ دونوں ہی گروہ رہے ہیں جہاں دوسری جگہ ان دونوں گروہوں کو ان کے اصطلاحی ناموں "مہاجرین" و "انصار" سے یاد کیا ہے اور مدح صحابہ کا قرآنی نمونہ پیش کر دیا ہے۔

لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۚ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔

(توبہ ع ۱۴)

اللہ نے توجہ فرمائی پیمبر کے حال پر اور ان مہاجرین و انصار کے حال پر بھی جنہوں نے پیمبر کا ساتھ ایسی تنگی کے وقت میں دیا۔ بعد اس کے کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل میں کچھ تزلزل پیدا ہو چلا تھا۔ پھر اللہ نے ان کے حال پر رحمت سے توجہ فرمادی۔ بیشک وہ ان پر بہت شفیق بہت مہربان ہے۔

ساعۃ العسرۃ کے لفظ میں عموم ہے۔ مہاجرین و انصار دونوں نے حضور کا ساتھ تنگی کے وقت میں دیا۔ لیکن اہل تفسیر و اہل تاریخ نے اشارہ خصوصی یہاں غزوہ تبوک کی جانب سمجھا ہے جس کی تیاریوں کے وقت سامنا غیر معمولی دشواریوں کا کرنا پڑا تھا۔ مبارک ہیں وہ امتی جن کا ذکر صحیفہ ربانی میں ذکر رسول کے ساتھ ایک جگہ اور انکی مدح و تحسین اسی طرح کھل کر آئی ہے۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا

اور جو مہاجر اور انصار سابق و مقدم ہیں نیز وہ جنہوں نے ان کی پیروی کی نیک کرداری میں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ تیار کر رکھے کہ جن کے نیچے ندیاں جاری ہوں گی ان میں وہ ہمیشہ

Marfat.com

ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ (توبہ ع ۱۳) ہمیشہ رہیں گے بہت بڑی کامیابی یہ ہے۔

رضی اللہ عنہم کا فقرہ اب تو کھل کر ان قدوسیوں کے حق میں وارد ہو گیا اور خیر یہ صحابہ مہاجرین و انصار تو ممدوح الٰہی تھے ہی آیت نے یہ بھی صاف کر دیا کہ بعد والے جو ان کی پیروی کریں گے۔ وہ بھی حق تعالیٰ کی طرف سے سزاوار مدح و ستائش ٹھہر جائیں گے اور باحسان کی قید نے ایک اور نکتہ کی طرف بھی اشارہ کر دیا۔ یعنی تابعین کا اتباع معتبر وہی شمار کیا جائے گا جو احسان یا حسن عمل میں ہو۔ محض معاصرت یا ہم معاصرت نہیں لہ۔

صحابہ سب کے سب شہری ہی نہ تھے ان کا ایک حصہ دیہاتیوں پر بھی شامل تھا یہ لوگ بیچارے اپنے کمال بے نفسی سے اپنا مال لیے خدمت دین کے لیے حاضر رہتے تھے کہ اسی ذریعہ سے انہیں قرب خداوندی اور التفات رسولؐ حاصل ہو اور یہ کیسے قبول ان کے عقیدت کے نذرانوں کو حاصل ہوا اور کیسے نہ حاصل ہوتا ارشاد ہوا۔

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (توبہ ع ۱۲)

دیہاتیوں میں ایسے بھی ہیں جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے قرب عند اللہ کا اور رسول کی دعاؤں کا ذریعہ بناتے ہیں۔ بیشک ان کا یہ خرچ کرنا باعث قربت ہے۔ ضرور ان کو اللہ اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔ اللہ بڑا مغفرت والا ہے بڑا رحمت والا ہے۔

انہیں اعراب یا دیہاتیوں کے کفر و نفاق کا ذکر بھی قرآن مجید میں شد و مد سے آیا ہے۔ لیکن انہیں اہل بادیہ میں کیسے کیسے مخلصین و مقبولین بھی پیدا ہوئے یہ اسی

لہ محققین نے خلیفہ یزید بن معاویہ کو "تابعین" کے زمرہ میں شامل کرنے سے اسی لیے احتراز کیا ہے کہ یہاں اتباع احسان میں نہ تھا۔

آیت سے ظاہر ہو رہا ہے۔

مسجد نبوی میں آ کر جو صحابہ نماز پڑھا کرتے تھے ان کی پاکیزہ طینتی پاکیزہ سیرتی کی شہادت پر قرآن مجید نے اپنی مہریں لگا دی ہے گو مقصود اس سیاق میں اصلاً صرف مسجد کی تقدیس کا اظہار تھا۔

لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ رِجَالٌ يُحِبُّوْنَ أَنْ يَتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ۔ (توبہ ع ۱۳)

جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں اس میں ایسے آدمی (آتے) ہیں جو پسند کرتے ہیں اس کو کہ خوب پاک صاف رہیں اور اللہ پسند کرتے جو خوب پاک صاف رہنے والوں کو۔

ہجرت یعنی دین کی خاطر اپنے وطن مالوف کو چھوڑ دینا بذات خود ایک اتنا بڑا مجاہدہ تھا کہ اسی ایک عمل نے صحابہ مہاجرین کو بلندی مرتبہ میں کہاں سے کہاں پہنچا دیا تھا۔

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔ (النحل ع ٦)

اور جن لوگوں نے اللہ کے واسطے اپنا وطن چھوڑا بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہوا۔ ہم انہیں دنیا میں اچھا ٹھکانا دیں اور آخرت کا اجر تو اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ کاش کہ وہ یہ جانتے۔

انہیں مہاجرین مظلوم اور مجاہدین صحابہ کی داد ایک جگہ یوں آئی ہے کہ ان کے ہاتھ اگر حکومت آ گئی۔ تو یہ ملک کو فسق فجور سے نہیں۔ ظلم و ستم سے نہیں عدل سے بھر دیں گے اور سکہ شراب و زنا کا نہیں۔ سود و قمار کا نہیں۔ خیر و صلاح تقویٰ و طاعت کا چلا دیں گے۔

اَلَّذِيْنَ إِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَأَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ (الحج ع ٦)

یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم انہیں دنیا میں حکومت دے دیں تو یہ نماز کی پابندی کریں اور زکاۃ دیں۔ حکم نیک کرداری کا دیں اور روک تمام بدکرداری کی کر دیں۔

Marfat.com

قرآن مجید کی اس سچی پیش خبری کی تصدیق دورِ خلافت راشدہ نے جس طرح کی اس کی روئداد تاریخ کی زبان سے جب چاہیے سن لیجیے اور آخر یہی تو تاریخ کا وہ مثالی دور ہے۔ جسے گاندھی جی ہمارے اپنے زمانے تک بطور مثالی حکومت کے پیش کرتے رہے ہیں۔

جنگ احزاب کا دن مدینہ کے دس سالہ دور محمدی میں ایک سخت ترین دن ہوا ہے۔ قریش خود ہی کیا کم تھے کہ اس روز اپنے ساتھ ملک کے سارے پرقوت قبیلوں کو مدینہ پر چڑھا لائے تھے تاکہ ہر طرف سے گھیر کے اور دھاوا بول کے اس موحد و مسلم نوآبادی کا خاتمہ ہی کر دیں اور ظاہری سامان اور مادی آثار سب اسی کے نظر بھی آ رہے تھے۔ لیکن مخلصین کی یہ جماعت اس ہولناک صورت حال اور مخالف ماحول سے ذرا بھی متاثر نہ ہوئی نہ بددل ہوئی نہ ہراسان بلکہ سکون قلب و انشراح خاطر کے ساتھ ثابت قدمی و جانبازی کا ثبوت دیتی رہی کلام پاک کی شہادت ملاحظہ ہو۔

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا۔ (الاحزاب ع ۳)	اور جب مومنین (صادقین) نے احزاب کو دیکھا تو بولے کہ یہ وہی ہے جس کی ہم کو اللہ اور اس کے رسولؐ خبر دے چکے تھے اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ ہی فرمایا تھا اور اس سے ان کے ایمان و اطاعت میں اور ترقی ہی ہوئی۔

احزاب ہی کی طرح ایک دوسرے اہم و نازک موقعہ صلح حدیبیہ کے سلسلے میں بھی دین داروں کی اس جماعت کی مدح تصریح کے ساتھ آئی ہے۔ حالت اندیشہ ناک ہو چکی تھی اور نظر آ رہا تھا کہ جنگ (جس کے لیے مسلمان تیار ہو کر بالکل ہی نہیں آئے تھے) اب چھڑی اور جب چھڑی عین اس وقت ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر ان جان نثاروں نے حضورؐ کے ہاتھ پر بیعت آخر دم تک لڑنے مرنے کی کی تھی اصل عبارت ملاحظہ ہو، خطاب رسولؐ کریم سے ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ	یقیناً اللہ ان مومنین سے خوش ہو گیا جبکہ یہ لوگ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے

مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا۔ وَّمَغَانِمَ کَثِیْرَةً یَّاْخُذُوْنَهَا۔ (الفتح ع ۳)

تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا وہ اللہ کو بھی معلوم تھا اور اس نے ان کو قریب ہی میں ایک فتح دے دی اور بہت سی غنیمتیں بھی جنہیں وہ لے رہے ہیں۔

آیت میں ان کو نوید آجل یا مژدہ اخروی کے ساتھ ایک بشارت عاجل فتح قریب کی بھی مل گئی اور اس سے متصل اور بھی بشارتیں ہیں۔ مستقبل قریب ہی سے متعلق؛

وَعَدَکُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ کَثِیْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَکُمْ هٰذِهٖ وَکَفَّ اَیْدِیَ النَّاسِ عَنْکُمْ وَلِتَکُوْنَ اٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَیَهْدِیَکُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا وَّاُخْرٰی لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا وَکَانَ اللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا۔ (الفتح ع ۳)

اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے۔ جن کو تم لوگے۔ سو سر دست یہ تم کو دے ہی دی ہے اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک رکھے۔ تاکہ یہ مومنین کے لیے ایک نمونہ ہو جائے اور تاکہ تم کو ایک سیدھی سڑک پر ڈال دے اور ایک فتح اور بھی ہے جو تمہارے قابو میں ابھی نہیں آئی ہے اللہ اس کو احاطہ میں لیے ہوئے ہے اور اللہ اس پر قادر ہے۔

یہ حضرات صحابہ اخلاق وروحانیت کی جن بلندیوں تک پہنچ چکے تھے، اس کا تذکرہ قرآن مجید نے بکمال اعجاز خود اپنے صفحات میں محفوظ کر دیا ہے۔ جیسا کہ آپ اب تک سن بھی چکے ہیں۔ حدیث، سیرت، اور طبقات کے مجلدات میں فضائل صحابہ کی جو طویل وضخیم روئداد نظر آتی ہے وہ سب اسی متن قرآنی کی شرح وتفسیر ہے۔ یعنی کافروں سے جو مال بلا لڑے بھڑے وصول ہو جائے اس کا مصرف مہاجرین وانصار دونوں کے مرتبہ ومنزلت پر اپنے بیان کی سطور وبین السطور دونوں سے روشنی ڈالتا گیا ہے۔

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ

(یعنی) حق ہے ان حاجت مندوں کا جو اپنے گھروں اور اپنے مال سے بے دخل کر دیئے گئے

يَبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضۡوَانًا وَّيَنۡصُرُوۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوۡنَ ۔ (الحشر ۱۴)

وہ تلاش میں لگے رہتے ہیں اللہ کے فضل وخوشنودی کے اور نصرت کرتے رہتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی یہی لوگ تو ہیں راست باز۔

یہ نقشہ تو مہاجرین کا ہُوا انصار کے جو ہر جو اللہ کی نظر میں تھے۔ ان کے لیے اسی آیت سے متصل دوسری آیت تلاوت فرمائیے۔

وَالَّذِيۡنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالۡاِيۡمَانَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ يُحِبُّوۡنَ مَنۡ هَاجَرَ اِلَيۡهِمۡ وَلَا يَجِدُوۡنَ فِىۡ صُدُوۡرِهِمۡ حَاجَةً مِّمَّاۤ اُوۡتُوۡا وَيُـؤۡثِرُوۡنَ عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ وَلَوۡ كَانَ بِهِمۡ خَصَاصَةٌ ؕ وَمَنۡ يُّوۡقَ شُحَّ نَفۡسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ۔ (ایضاً)

(اور یہ لے) ان لوگوں کا بھی حق ہے جو دارالاسلام میں اور ایمان میں ان سے قبل ہی قرار پکڑے ہوئے ہیں، محبت کرتے ہیں۔ اس سے جو ان کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے اس سے یہ اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے اور (انہیں) اپنے سے مقدم رکھتے ہیں گو (خود) ان پر فاقہ ہوا اور جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ ہو گیا تو بس یہی ہیں فلاح یاب

طبعی بخل نفس پر فتح پا لینے کے بعد بندوں کے معاملات میں پھر کون سا درجہ مجاہدہ باقی بھی رہ جاتا ہے؟ فرق مراتب سے کوئی طبقہ خالی نہیں ہو سکتا۔ انصار، مہاجرین سارے طبقات صحابہ ظاہر ہے کہ افراد کے لحاظ سے ایک سطح پر نہ تھے نہ ہو سکتے تھے کوئی کامل تھا، کوئی کامل تر۔ لیکن بہرحال مرتبہ اور درجہ مقبولیت پر فائز سب ہی تھے قرآن مجید نے کتنا صحیح فیصلہ اور وہ بھی خود کردہ صحابہ ہی کو مخاطب کر کے اس باب میں سنا دیا گیا۔

لَا يَسۡتَوِىۡ مِنۡكُمۡ مَّنۡ اَنۡفَقَ مِنۡ قَبۡلِ الۡفَتۡحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعۡظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيۡنَ اَنۡفَقُوۡا مِنۡۢ بَعۡدُ وَقٰتَلُوۡا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الۡحُسۡنٰى ؕ

تم میں سے جو لوگ فتح (مکہ) سے قبل مال خود خرچ کر چکے اور قتال کر چکے وہ برابر نہیں وہ مرتبہ میں ان لوگوں سے بڑھ کر ہیں جنہوں نے خرچ اور قتال بعد میں کیا اور اللہ نے بھلائی کا وعدہ (ان)

Marfat.com

وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ۔ سب ہی سے کر رکھا ہے اور اللہ کو تمہارے سب

(الحدید ع ۱) اعمال کی پوری خبر ہے۔

انبیا، سابقین کے رفیقوں، مریدوں، شاگردوں کے حالات تفصیل کے ساتھ تو معلوم نہیں لیکن حضرت نوحؑ۔ حضرت لوطؑ۔ حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰؑ کے صحابیوں کے جتنے بھی حالات قرآن مجید یا توریت وانجیل میں درج ملتے ہیں، ان کا مقابلہ ذرا قرآن ہی کی روشنی میں ہمارے رسول اکرمؐ کے جان نثار صحابیوں سے کر کے دیکھئے تو ایک قدرت خدا نظر آتی ہے اور بے اختیار کہنا پڑتا ہے کہ آنحضورؐ کی شخصیت جس طرح اپنے ذاتی فضائل و کمالات کے ساتھ نوع بشری میں مثالی ہوئی ہے اسی طرح اپنے صحابیوں کے اخلاص ایثار اور فدائیت کے لحاظ سے تاریخ عالم میں ایک بالکل امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔

Marfat.com

خطبہ (۸)

معجزات و دلائل

معجزہ یا تائید و نصرت حق کے لیے خارق عادت شاید ہر پیمبر کی زندگی کا ایک لازمی جزو رہا ہے اور اکثر انبیاء مثلاً حضرت نوحؑ حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت ہودؑ۔ حضرت صالح حضرت یونسؑ۔ حضرت شعیبؑ۔ حضرت لوطؑ۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے معجزے تو قرآن مجید میں بہ صراحت مذکور ہیں، ایسی صورت میں یہ کیونکر باور کیا جائے کہ جو انبیاء و رسل کا سرور و سردار ہوا ہے اس سے کوئی معجزہ سرے سے صادر ہی نہ ہوا ہو؟ —— لفظ معجزہ ایک علمی اور کلامی اصطلاح بہت بعد کی ہے قرآن مجید نے ایک بڑا جامع لفظ 'آیت' یعنی نشان استعمال کیا ہے اس کے تحت میں خارجی خوارق اور معنوی دلائل دونوں آجاتے ہیں۔

محمد مصطفیٰؐ کا سب سے بڑا اور سب سے نمایاں معجزہ وہ کتاب ہے جسے لے کر آپ آئے اور جو دوسرے معجزات و خوارق کی طرح وقتی اور ہنگامی نہیں۔ بلکہ مستقل اور دائمی ہے۔ اس کتاب نے خود اپنے آپ کو بار بار اس دعویٰ اور تحدی کے ساتھ پیش کیا کہ میں کلام بشر نہیں۔ کلام اللہ ہوں جس کی مثال اور نظیر ممکن نہیں اور اگر رسول کے منکرین یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کلام رسولؐ کا گڑھا ہوا ہے تو وہ اس کی ساری سورتوں کا نہ سہی کل دس سورتوں کا اور لے بھی جانے دیں کل ایک ہی سورت کا جواب ذرا تیار کر لائیں اور اس کے لیے انہیں مہلت قیامت تک کی ہے۔ چیلنج وقتی نہیں وہ اور ان کے سارے حمایتی جب بھی چاہیں اپنا پورا زور لگا کر دیکھ لیں کامیاب نہ ہو سکیں گے۔

Marfat.com

جاہلی قومیں معجزہ کے معنی صرف مادی خرق عادت یا خارجی اعجوبہ کے سمجھتی رہی ہیں۔ اہل جاہلیت عرب نے بھی رشد وہدایت کے سردار سے یہی مطالبہ پیش کیا جواب میں ارشاد ہوا۔

اَوَلَمْ یَکْفِہِمْ اَنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ یُتْلٰی عَلَیْہِمْ۔ (العنکبوت ع ۶)

کیا ان لوگوں کے لیے یہ نشانی کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر یہ کتاب اتاری جو انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے؟

گویا بتا دیا کہ اگر اعجاز ہی کی طلب وتلاش ہے تو اس کتاب سے پڑھ کر اعجاز رکھنے والی چیز دنیا ومافیہا میں اور کون ہو سکتی ہے۔

اہل علم میں یہ بحث شروع سے چلی آرہی ہے کہ قرآن مجید کا اعجاز کس لحاظ سے اور کس اعتبار سے ہے؟ کسی نے کہا کہ فصاحت وبلاغت کے معیار سے۔ کسی نے کہا کہ نظم کلام کے لحاظ سے۔ ایک گروہ کا قول ہے کہ پیشین گوئیاں اور غیبی خبروں کے پہلو سے۔ ایک اور گروہ کا قول ہے کہ اپنے احکام کی جامعیت اور اپنی تعلیمات کی بلندی کے اعتبار سے۔ اسی طرح اور پہلو بھی اختیار کئے گئے ہیں لیکن خود قرآن کے الفاظ عام ہیں اور ان کا عموم ان تمام پہلوؤں پر حاوی ہے گویا قرآن ایک معجزہ رسول کریمؐ کا ان سارے ہی مفہوموں کے اعتبار سے ہے اور اس لیے چیلنج کے لہجہ میں اعلان کر دیا ہے کہ سارے جن وبشر مل کر بھی زور لگا دیکھیں۔ دوسرا قرآن ان کی طاقت سے باہر ہے۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ ہٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِہٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُہُمْ لِبَعْضٍ ظَہِیْرًا۔ (بنی اسرائیل)

آپ کہہ دیجیے (اے پیغمبر) کہ اگر سارے جنات اور انسان مل کر بھی چاہیں کہ اس جیسا قرآن لے آئیں تو نہ لا سکیں، خواہ ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ ہو جائیں۔

اس آیت میں تو ذکر دوسرے قرآن کا تھا یعنی اس سارے قرآن کے مثل کوئی دوسری کتاب۔ لیکن دوسری جگہ تحدی کا معیار گھٹا کر دس سورتوں تک لے آیا گیا ہے

Marfat.com

یعنی اگر پورا قرآن نہیں لا سکتے ہو۔ تو اس کا کوئی معمولی حصہ دس ہی سورتوں کی مقدار کا بنا دیکھو۔

اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰىهُ ؕ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِعَشۡرِ سُوَرٍ مِّثۡلِهٖ مُفۡتَرَيٰتٍ وَّادۡعُوۡا مَنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ۔

کیا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان پیغمبر نے یہ (قرآن) خود گڑھ لیا ہے؟ تو آپ کہہ دیجیے کہ تم اس کی سی دس ہی سورتیں گڑھ کر لے آؤ اور اگر اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو اللہ کے سوا جس کو بھی چاہو اپنی مدد کے لیے بلا لو۔

(ہود - ع ۲)

ہوتے ہوتے چیلنج اتنا سخت ہو گیا کہ مقدار گھٹا کر کل ایک سورت کی کر دی گئی (اور معلوم ہے کہ قرآن مجید کی ایک سورت کل تین آیتوں کی بھی ہو سکتی ہے۔) اور ارشاد ہوا کہ اگر کھرے ہو تو اپنے سارے حمایتیوں کو بلا کر کل ایک ہی سورت بنا لاؤ۔

وَاِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰى عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ وَادۡعُوۡا شُهَدَآءَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ۔

اور اگر تم کو اس (کتاب) کے بارے میں شک ہو جو ہم نے اپنے بندہ (خاص) پر اتاری ہے تو اس کی سی ایک ہی سورت بنا لاؤ اور اللہ کے سوا اپنے سارے گواہوں کو بلاؤ۔ اگر اپنے دعویٰ میں سچے ہو۔

(البقرۃ ع ۳)

اور تقریباً یہی مضمون ایک دوسری جگہ بھی وارد ہوا ہے۔

اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰىهُ ؕ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّثۡلِهٖ وَادۡعُوۡا مَنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ۔

کیا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان (پیمبر) نے یہ (قرآن) گڑھ لیا ہے؟ آپ کہہ دیجیے کہ تم ایک ہی سورۃ اس کی سی لے آؤ اور اللہ کے سوا جو کوئی بھی تمہارے بس میں ہے اسے بلا لاؤ اگر اپنے دعویٰ میں سچے ہو۔

(یونس ع ۴)

ہوتے ہوتے قید ایک چھوٹی سورت کی بھی نہ رہی اور تحدی کی نوبت شاید ایک آیت یا ایک آدھ فقرہ تک کے لیے پہنچ گئی۔

Marfat.com

أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ بَل لَّا يُؤْمِنُونَ فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ۔
(الطور ع ٢)

کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن (پیغمبر) نے اپنی طرف سے بنا لیا ہے۔ بات یہ ہے کہ انہیں ایمان ہی نہیں یہ اس کی سی ایک بات بھی تو بھلا لے آئیں اگر یہ اپنے دعوی میں سچے ہیں!

یہ تحدی نہ صرف حضورؐ کی زندگی میں سالہا سال قائم رہی بلکہ اس وقت سے لے کر آج تک ہر ملک ہر زمانہ کے مقابلہ میں قائم چلی آ رہی ہے۔ تیرہ صدیاں تو اسی چیلنج پر گذر ہی چکیں اور اب چودھویں بھی ختم پر آ رہی۔ آج تک قرآن کے بڑے بڑے مخالفین و معاندین دوسرا قرآن کیا معنی اس کا کوئی حصہ بھی نہ پیش کر سکے! منکرین کی غیرت کو مہمیز کرنے کے لیے قرآن نے یہاں تک کہہ دیا ہے۔

فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَن تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ۔
(البقرة ع ٣)

تو اگر تم یہ نہ کر سکے اور ہرگز نہ کر سکو گے تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی ہیں اور (پوجے جانے والے) پتھر بھی۔ جو کافروں کے لیے تیار ہو چکی ہے۔

اتنا مستقل۔ پائدار۔ زوردار معجزہ کسی اور پیغمبر کو کیوں عنایت ہوا ہوگا۔ اتنا بڑا دعوی کسی اور داعی کی زبان سے کب ادا کرایا گیا ہوگا؟ جس کا جی چاہے آج بھی امتحان کی کسوٹی پر اس معجزہ کو جانچ لے۔ پرکھ لے۔ کسی دوسری آسمانی کتاب کے لیے یہ دعوی کب کسی دوسرے صاحب کتاب کی زبان سے نکلا؟

ہاں ایک جگہ خود قرآن ہی نے جو ہر نبی کی عزت کا محافظ ہے اپنے ساتھ توریت کو بھی شامل کر لیا ہے اور یوں کہا ہے کہ کوئی کتاب آسمانی لا کر پیش کرو۔ جو ہدایت نامہ کی حیثیت سے ان دونوں سے بڑھ کر ہو۔

قُلْ فَأْتُوا بِكِتَابٍ مِّنْ عِندِ اللَّهِ هُوَ أَهْدَىٰ مِنْهُمَا أَتَّبِعْهُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ فَإِن لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ

آپ کہہ دیجیے کہ کوئی کتاب اللہ کے یہاں سے ایسی لے آؤ جو ہدایت میں ان دونوں سے بہتر ہو۔ تو میں اس کی پیروی کروں اگر تم اپنے وعدے میں

Marfat.com

فَاعْلَمْ اَنَّمَا یَتَّبِعُوْنَ اَھْوَاءَ ھُمْ۔ | پیچے ہوا اگر یہ لوگ آپ کی یہ بات نہ کر دکھا سکیں تو آپ جان لیجیے کہ یہ صرف اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں۔

(القصص ع ۵)

اعجاز قرآنی کے یہ دعویٰ قرآنی کی زبان سے کلی و عمومی رنگ میں تھے۔ لیکن کہیں کہیں ایسا بھی ہے کہ قرآن مجید نے ان متعدد وجوہ اعجاز میں سے کسی ایک ہی پہلو کو نمایاں کیا ہے۔ مثلاً کہیں بلسان عربی مبین یا قرآناً عربیاً غیر ذی عوج۔ کہہ کر اس کی بے نظیر فصاحت و بلاغت کی طرف اشارہ کر دیا ہے اور کہیں نور و کتاب مبین یا ھدی للمتقین یا یھدی للتی ھی اقوم لاکر اس کے رشد و ہدایت کے پہلو پہ زور دیا ہے اور اس کی معنویت کو ابھارا ہے اور کہیں بل ھو شاعر یا ان ھذا الا سحر مبین۔ لاکر اس کی تاثیر اور قوت تسخیر کا اعتراف منکروں کی زبان سے کرایا ہے۔ غرض یہ کہ یہ کتاب کا معجزہ صاحب کتاب کی زندگی کا سب سے بڑا معجزہ ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ساری تاریخ انبیاء میں اس سے بڑھ کر کسی دوسرے معجزے کی مثال نہیں ملتی اور حق یہ ہے کہ اتنے صریح و واضح اور مستقل و مستمر معجزہ کے بعد رسول اللہ صلعم کو ضرورت ہی کسی دوسرے وقتی اور ہنگامی معجزہ کی نہ تھی۔ لیکن واقعہ یہ نہیں واقعہ یہ ہے کہ حضور کی زندگی میں ایک دو نہیں متعدد معجزے ایسے اور ملتے ہیں۔ جن کا ذکر قرآن مجید نے اپنے صفحات میں محفوظ کر لیا ہے اور قرآن ان کی گواہی رہتی دنیا تک دیتا رہے گا۔

اور ان میں سے ایک بیّن معجزہ یہ ہے کہ آپ جب اللہ کی راہ میں قتال کے لیے نکلے اور اپنے سے کہیں قوی تر دشمن کے مقابل صف آرا ہوئے تو آپ کی امداد فرشتوں کے لشکر سے کی گئی اور یہ ماجرا ایک سے زائد بار پیش آیا اس لشکر غیبی کے لیے کہیں تو الفاظ مبہم استعمال ہوئے ہیں مثلاً غزوہ حنین کے سلسلہ میں یہاں ارشاد صرف اس قدر ہوا ہے۔

اَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْھَا۔ | اللہ نے اپنی تسکین اتاری اپنے رسول پر اور مومنوں پر اور وہ فوجیں بھی جن کو تم لوگ نہ دیکھ سکے۔

(التوبہ ع ۴)

اور ایسا ہی ایک مجمل بیان غزوہ احزاب کے سلسلہ میں ارشاد ہوا ہے۔

اِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا۔

جب (دشمن کی) فوجیں تم پر آپڑیں تو اللہ نے ان پر تیز ہوا بھیجی اور فوجیں جنہیں تم لوگ نہ دیکھ سکے۔

(الاحزاب ع ۲)

ان دونوں واقعات میں فرشتوں کی تصریح نہیں ہے۔ گو "غیر مرئی لشکروں" سے مراد فرشتے ہی لئے گئے ہیں۔ لیکن غزوہ بدر کے سلسلہ میں یہ پردہ بھی اٹھ جاتا ہے اور فرشتوں کی نہ صرف تصریح ہوتی ہے بلکہ ان کی تعداد بھی معرض بیان میں آجاتی ہے۔

فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ۔

تمہارے پروردگار نے تم لوگوں کی سن لی اور کہا کہ میں تمہاری مدد آتے رہنے والے ایک ہزار فرشتوں سے کروں گا۔

(الانفال ع ۱)

غزوہ اُحد کے سلسلہ میں تو نوبت تصریح در تصریح کی آگئی ہے۔

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ۔

اور جب آپ مسلمانوں سے کہہ رہے تھے کہ کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار تمہاری مدد تین ہزار اتارے ہوئے فرشتوں سے کرے گا۔ ہاں کیوں نہیں بشرطیکہ تم نے صبر و تقویٰ کو قائم رکھا اور اگر وہ یعنی دشمنوں کے لشکر تم پر اچانک آپڑیں گے تو تمہارا پروردگار تمہاری مدد پانچ ہزار نشان کئے ہوئے فرشتوں سے کرے گا۔

(آل عمران ع ۱۳)

انہیں محاربات و غزوات کے سلسلہ میں علاوہ نزول ملائکہ کے اور بھی جن غیبی اور خدائی طریقوں سے رسول برحق کی امداد ہوتی رہی ہے۔ مثلاً دلوں میں القائے سکینت دشمن پر ہوائے مخالف کا چلنا، بارش ہو جانے سے لشکر اسلام کو نفع پہنچ جانا، تھکے ہوئے مسلمان فوجیوں کا غنودگی سے تازہ دم ہو جانا یہ ساری چیزیں قرآن مجید کے

Marfat.com

اوراق میں محفوظ ہیں اور ان سب کا شمار اگر معجزات نبوی میں نہ کیجیے تو آخر اور کیا کیجیے۔

اور ان غیبی امدادوں اور اس قسم کے معجزات کا دائرہ غزوات و محاربات ہی تک محدود نہیں۔ بلکہ ہجرت مدینہ کے وقت بھی اس رسول برحق کی نصرت کچھ ایسی ہی عجائب کاروبار سے ہوئی تھی سرداران قریش کی دشمنی اس وقت شباب پر تھی اور چالیں ہر طرح کی آپ کی قید اور جلاوطنی اور قتل کے لیے چلی جا رہی تھیں۔

وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ (الانفال ع ۴)

اور جبکہ یہ لوگ آپ کی نسبت چالیں چل رہے تھے کہ آپ کو قید کر دیں یا آپ کو قتل کر ڈالیں یا آپکو جلاوطن کر دیں۔

اس وقت کا منظر یوں دکھایا گیا۔

یَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ۔ (ایضاً)

وہ اپنی چالیں چل رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا۔

غرض یہ کہ ہجرت کا دشوار مرحلہ اعجازی ہی رنگ میں رسول کے لیے آسان کر دیا گیا اور ان جزئی اور متفرق واقعات سے بھی بڑھ کر حیرت انگیز یہ قرآنی وعدہ ہے کہ شدید، ہجوم اعداء کے باوجود اللہ آپ کو محفوظ اور صحیح وسالم بھی رکھے گا۔

وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ (المائدہ ع ۱۰)

اللہ آپ کو محفوظ رکھے گا لوگوں سے۔

اور یہ سورۃ تو مدنی ہے اس سے قبل ایک مکی سورۃ میں جانی دشمنوں کے نرغہ کے وقت کچھ اس قسم کی تسکین دی جا چکی تھی۔

فَاصْبِرْ لِحُکْمِ رَبِّکَ فَاِنَّکَ بِاَعْیُنِنَا۔ (الطور ع ۲)

آپ اپنے پروردگار کے حکم کے انتظار میں صبر کئے رہیے آپ تو ہمارے آنکھوں کے سامنے ہیں۔

گویا ساری زندگی آپ کی بحفاظت اعجازی رنگ میں گزرتی رہی تاآنکہ آپ نے اپنے مقصد وجود کو پورا کر لیا اور حق تبلیغ رسالت کا ادا کر لیا۔

ہمارے رسول کے خوارق و معجزات میں سے ایک بہت ممتاز آپ کا وصف

Marfat.com

امیت ہے۔ جو شخص ایران ہندوستان مصر، عراق، یونان و روما کے عروج و حکمت و دانش کے ہر دور کے بعد آیا وہ رسمی و اصطلاحی معنی میں علوم عصری کا فاضل اجل ہونا الگ رہا معمولی طور پر بھی پڑھا لکھا نہ تھا اور وہ اپنی لائی ہوئی کتاب اور اپنے قول و عمل سے دنیا کے بڑے سے بڑے حکیموں اور دانشوروں کو بھی درس ہدایت دے گیا کوئی اعجوبہ اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا؟ قرآن مجید نے آپ کے اس معجزہ امیت کا بیان بہ تکرار بھی کیا ہے اور بہ صراحت بھی۔ ایک جگہ آپ کے تعارف کے سلسلہ میں ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ — (یہ مومنین) پیروی کرتے ہیں امی رسول و نبی کی۔

اور پھر کچھ ہی دور آگے چل کر حکم دیتے ہوئے بھی اسی وصف کو دہرایا ہے۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ۔ (الاعراف ع ۱۶) — ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے اُمی رسول و نبی پر۔

تیسری جگہ ہے اور اہل عرب کے لیے محل امتنان و انعام میں ہے۔

ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ۔ (الجمعۃ ع ۱) — وہ اللہ وہی ہے جس نے امیوں کے درمیان انہیں میں سے ایک رسول بھیجا۔

حقیقتہً یہ وصف امیت جس طرح رسول کی ذات کے لیے ایک اعجاز ہے اسی طرح اعجاز قرآن کی مزید تقویت کے لیے بھی ہے۔ ایسا کلام جس کے مثل و نظیر سے بڑے بڑے حکیم و ادیب مل کر بھی عاجز رہیں، اس کی تصنیف پر کسی امی محض کا قادر ہو جانا بھلا کسی عقل کے لیے بھی قابل قبول ہو سکتا ہے؟ چنانچہ چوتھی جگہ قرآن جہاں آپ کے وصف اُمیت کا اثبات کرتا ہے وہیں اس کی مزید صراحت کے ساتھ اس کی اس حکمت و مصلحت کا بھی اضافہ کر دیتا ہے۔

وَمَا کُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْکِتٰبُ — اور آپ نہ جانتے تھے کہ کتاب ہے کیا چیز اور نہ اپنے

وَلَا تَخُطُّہٗ بِیَمِیْنِکَ اِذًا لَّارْتَابَ — ہاتھ سے اسے لکھ ہی سکتے تھے اگر ایسا ہوتا تو اہل

اَلْمُبْطِلُوْنَ۔ (العنکبوت ع ۵) باطل کچھ شک کر بھی سکتے تھے۔

یعنی اس وقت ان باطل پرستوں کو یہ کہنے کی گنجائش کچھ نکل بھی سکتی تھی کہ آدمی پڑھے لکھے ہیں۔کہیں سے لے لوا کر ایسی تصنیف کر ڈالی۔

یہ سب انکار صریح تو آپ کی کتابی اور ظاہری تعلیم سے ہوا۔ایک جگہ آپ کی قبل نبوت کی معنوی تعلیم کی بھی نفی کی ہے۔

وَمَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ آپ تو یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا چیز ہے۔

وَلَا الْاِیْمَانُ۔ (الشوریٰ ع ۵) اور ایمان کیا[1]

اسی امیت ہی کے اعجاز کو نمایاں تر کرنے کے لیے ایک جگہ تاریخ قدیم کے واقعات کو بیان کر کے ارشاد ہوا ہے۔

وَمَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا۔ (سورہ ہود ع ۴) ان کا علم نہ آپ کو تھا نہ آپ کی قوم کو اس (نزول قرآن) سے قبل۔

سلسلہ معجزات میں حدیث و سیر کی کتابوں میں دو واقعات کا ذکر شد و مد سے آیا ہے۔ایک ان میں سے معجزہ شق القمر ہے۔قرآن مجید کی جس آیت میں یہ ذکر ہے۔گو اس کی تعبیر و تفسیر مختلف طریقوں سے کی جا سکتی ہے اور یہ لازمی نہیں کہ اس کے متعین طور پر یہی معنی لیے جائیں۔پھر بھی اگر اس کو حیات نبوی کا ایک مسلم واقعہ سمجھا جائے تو قرآن مجید اس کی تائید کے لیے موجود ہے۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ قیامت کی گھڑی قریب آلگی ہے اور چاند شق ہو گیا

وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ۔ (القمر ع ۱) اور یہ (کافر) لوگ تو کوئی سا بھی نشان دیکھیں اس سے اعراض ہی کرتے رہیں اور کہیں کہ یہ تو جادو ہے جو سدا سے ہوتا آیا ہے۔

---

[1] اور اگر کہیں کوئی بات دینی حقائق و معارف کی آپ کے کان میں محض اتفاق سے کبھی پڑ گئی ہو مثلاً نسطوری راہب بحیرا کی زبان سے آپ کے سفر شام کے دوران میں تو یہ بیان قرآن کے منافی نہیں۔

Marfat.com

اہل سیر کے نزدیک یہ ابتدائی مکی زندگی میں پیش آیا تھا۔

اور دوسرا مشہور واقعہ شق صدر کا ہے جو حضور کے بچپن میں پیش آیا تھا۔ جزئیات و تفصیلات کے ساتھ تو نہیں البتہ اجمالاً اس کی طرف اشارہ اس مشہور آیت میں مل سکتا ہے۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ۔ — کیا ہم نے آپ کے لیے آپ کا سینہ کھول نہیں دیا؟

(الانشراح)

سوانح نبوی کا ایک بڑا معرکۃ الآرا واقعہ معراج نبوی ہے اور عام امت کے ذہن میں اس کا شمار اہم ترین معجزات نبوی میں ہوتا ہے اور حدیث و سیر کی کتابیں اس کی تفصیلات سے بھری ہوئی ہیں ــــــ بنیادی حیثیت سے دو بالکل الگ الگ جز اس واقعہ عظیم کے ہیں۔ اور قرآن مجید نے بھی دونوں کو الگ الگ بیان کیا ہے۔ گو ہر جزو کی تفسیر و تعبیر متعدد پہلوؤں کی حامل ہے۔ پہلا جز حرم مکہ سے بیت المقدس تک راتی راتا سفر سے متعلق ہے۔

سُبْحَانَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا۔

(بنی اسرائیل ع ۱)

پاک ہے وہ ذات جو راتی رات لے گئی اپنے بندہ (خاص) کو مسجد حرام (کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک جس کے گرد و پیش ہم نے برکت دے رکھی ہے تاکہ ہم اپنے اس (بندہ) کو اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں۔

مکہ معظمہ سے یروشلم کا فاصلہ سیکڑوں میل ہے۔ طے کرنے میں اس وقت ہفتوں نہیں مہینوں کی مدت لگ جاتی تھی اتنا لمبا فاصلہ ایک رات کے اندر ہی اندر طے کر لینا یقیناً ایک عجوبہ اور بہت بڑا عجوبہ تھا۔ قرآن مجید نے معجزہ کے اس جزو کی تصدیق ہی نہیں کی خود اس کی روایت کی۔

معجزہ کا دوسرا جزو پہلے سے بھی اہم تر و عجیب تر ہے۔ اور وہ سیر آسمانی سے متعلق ہے۔ قرآن مجید نے اس کا ذکر ہی نہیں کیا بلکہ اس کی خاصی تفصیلات بھی بیان کر دیں،

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ثُمَّ دَنٰى فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى۔ فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى۔

(النجم ع ۱)

(ان پیغمبر) کو سکھلاتا ہے بڑی قوت والا (فرشتہ) پیدائشی طاقتور۔ پھر وہ اصلی صورت پر ظاہر ہوا اس حال میں کہ وہ آسمان کے کنارے پر تھا۔ پھر وہ نزدیک ہوا اور زیادہ نزدیک ہوا۔ سو دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا بلکہ اور بھی کم۔ پھر اللہ نے اپنے بندے پر وحی نازل کی (ان کے) قلب نے کوئی غلطی نہیں کی دیکھی ہوئی چیز میں تو کیا تم ان سے نزاع کرتے ہو ان چیزوں میں جو ان کی دیکھی ہوئی ہیں۔

بیان ابھی ختم نہیں ہوا ہے آگے ارشاد ہوتا ہے۔

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى۔

(ایضاً)

اور انہوں نے اس (فرشتہ) کو ایک بار اور بھی دیکھا ہے سدرۃ المنتہیٰ کے قریب کہ اس کے قریب جنت الماویٰ ہے جبکہ اس سدرہ کو لپٹ رہی تھیں جو چیزیں کہ لپٹ رہی تھیں۔ ان (پیغمبر) کی نگاہ نہ تو ہٹی نہ بڑھی یقیناً انہوں نے اپنے پروردگار (کی قدرت) کے بڑے عجائبات دیکھے۔

مفہومی ترجمہ آیتوں کا آپ کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ رہی ان مشاہدات وکیفیات کی جزئی تحقیق تو اس کے لیے موزوں دوسری جگہیں ہو سکتی ہیں۔ سیرت نبوی قرآنی سے ان دقائق کا تعلق نہیں۔

قرآن مجید کے صفحات کے اندر متعدد واقعات سے متعلق جو اس وقت تک معرض وقوع میں نہیں آئے تھے۔ پیشین گوئیاں موجود ہیں۔ کہیں جلی اور کہیں خفی۔ جو آگے چل کر تمام تر صحیح ثابت ہوئیں۔ مثلاً فتح خیبر، فتح مکہ۔ عہد رسالت کے بعد کی فتح مندیاں۔ وقس علیٰ ہذا۔ یہ اخبار بالغیب براہ راست قرآن سے متعلق ہے اور ان چیزوں کا شمار معجزات قرآنی ہی کے ماتحت ہے۔ لیکن چونکہ یہ سالہا سال بعد ...

Marfat.com

ہی زبان وحی ترجمان سے ادا ہوئے تھے۔ اس لیے اگر انہیں معجزات نبوی سے تعبیر کیا جائے جب بھی کچھ بے جا نہ ہوگا۔ ان سچی اور حیرت انگیز پیشین گوئیوں میں سب سے بڑھ کر غلبہ روم کی پیشین گوئی نکلی وقت کی سب سے بڑی سلطنتیں نہیں شہنشاہیاں مشرق میں ایران اور مغرب میں روم کی تھیں۔

ایران ۶۱۶ھ میں اپنے حریف روم کو زبردست اور کامل شکست دے چکا تھا اور مادی ظاہری اسباب کے لحاظ سے اس کی مطلق توقع نہ تھی کہ رومی مستقل قریب میں کچھ بھی عوض اپنی شکست فاش کا لے سکیں لیکن قرآن مجید نے اسی وقت بیدھڑک خبر دے دی اور مخالفین کے جم غفیر کو سنا دیا کہ رومی چند ہی سال کے اندر از سر نو فتح مند ہو جائیں گے۔

غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِیْ فِیْ بِضْعِ سِنِيْنَ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ يَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰهِ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ وَعْدَ اللّٰهِ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ۔	رومی قریب تر سرزمین میں مغلوب ہو گئے ہیں لیکن وہ مغلوب ہونے کے بعد چند ہی سال کے اندر پھر غالب آجائیں گے۔ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہر اختیار ہے پہلے بھی اور پیچھے بھی اور اس روز مسلمان اللہ کی مدد سے خوش ہوں گے وہ جسے چاہے مدد دے دے وہ غالب ہے رحیم ہے اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ اپنے وعدے کو کبھی نہیں توڑتا۔

(الروم ع ۱)

دس سال بھی نہیں گذرنے پائے تھے۔ تاریخ کا بیان ہے کہ ابھی کل نواں سال تھا یعنی ۶۲۵ئہ کہ روم کو نہ صرف فتح کامل ایران پر حاصل ہوگئی!! اور یہ یاد میں تازہ کر لیجے کہ قرآن مجید نے لفظ فی بضع سنین۔ چند سال کے اندر کا استعمال کیا تھا اور زبان عربی میں بضع کا اطلاق نو ہی سال تک ہوتا بھی ہے۔ مشہور انگریز مورخ گبن نے صدیوں بعد گواہی دی کہ پیشین گوئی کے وقت اس پیشین گوئی سے بڑھ کر کوئی چیز بعید از قیاس تھی۔

معجزات اجل کا ذکر آچکا۔ معجزات نبوی کی ایک نوعیت یہ بھی تھی کہ کبھی کسی واقعہ

مخفی سے حضور کو غیب سے اطلاع ہو جاتی تھی اور آپ کے قریب والے تک آپ کی اس غیب دانی سے حیران رہ جاتے تھے ایک بار ایک بیوی صاحبہ سے آپؐ نے کوئی بات راز میں فرمائی انہوں نے رازداری کے اس اہتمام کے ساتھ وہ بات دوسری بیوی تک پہنچا دی یہ راز شکنی کا راز آپؐ پر غیب سے ظاہر ہو گیا۔ آپؐ نے ان پہلی بیوی صاحبہ سے سوال کیا ان بیچاری نے حیران ہو کر پوچھا کہ آپ کو یہ خبر کیسے لگ گئی۔ آپؐ نے فرمایا کہ مجھے یہ خبر میرے خدائے دانا و بینا نے پہنچا دی۔

فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ	جب آپ نے ان پہلی بیوی کو جتایا تو انہوں نے
اَنْبَاَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ	(حیرت سے) پوچھا کہ آپ کو یہ خبر کس نے دی
الْخَبِيْرُ۔ (التحریم ع۱)	آپ نے فرمایا کہ مجھے خبر دی خدائے علیم و خبیر نے

اور تفحص و استقصاء سے کام لیا جائے تو اس طرح کے اور بھی واقعات کے اشارے قرآن مجید میں مل جائیں گے۔

خطبہ (۹)

خانگی اور ازدواجی زندگی

دوسرے مذہبوں کی تعلیم جو کچھ بھی ہو، اسلام نے پیمبروں کو راہبوں اور سنیاسیوں کی شکل میں نہیں۔ بلکہ بیوی بچے رکھنے والے، اولاد و خاندان والے۔ گھر گرہستیوں کے قالب میں پیش کیا ہے اور اللہ کے خاص بندوں، عباد الرحمٰن کا ایک وصف یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ اللہ سے دعا کرتے رہتے ہیں کہ اللہ ان کے ازواج و اولاد کو اُن کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دے۔

وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا ھَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا۔ (الفرقان ع ۶)

اور یہ ایسے ہیں کہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہم کو متقیوں کا سردار کر دے۔

پیمبروں نے اولاد کی تمنائیں کی ہیں دعائیں کی ہیں چنانچہ حضرت زکریا کی زبان سے۔

رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ۔ (انبیاء ع ۷)

اے میرے پروردگار مجھے لاوارث نہ رکھیو اور یوں سب سے بڑا وارث تو تو ہی ہے۔

اور دوسری جگہ یہ دعا تفصیل سے نقل فرمائی گئی ہے۔ پیرانہ سالی کے باوجود اولاد صالح کے لیے آپ دعا و مناجات کرتے ہیں۔

وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ وَکَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَھَبْ لِیْ

اپنے بعد مجھے اپنی برادری والوں سے اندیشہ ہے اور میری بیوی عقیم ہے سو تو مجھے خاص اپنے پاس

Marfat.com

مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا يَرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا

سے ایک وارث عطا فرما۔ کہ وہ میرا بھی وارث بنے اور آل یعقوب کا بھی وارث بنے اور اس کو اے میرے رب پسندیدہ بنادے۔

قرآن مجید نے پیمبروں میں سے ذکر ایک کا نہیں بہتوں کا کیا ہے اور ان سے بیش اکثر کے ساتھ تذکرہ ان کے اہل یا عیال کا بھی آگیا ہے۔ عموماً مدح و امتنان کے موقعہ پر پیمبروں کی اس عام سنت کے بعد رسول صلعم کا عیال دار ہونا بالکل اغلب تھا۔ یعنی ضرورت ظن و قیاس کی نہیں۔ رسولؐ کے اہل بیت کا تذکرہ صراحت کے ساتھ موجود ہے اور آپؐ کی خانہ داری اور ازدواجی زندگی اس حد تک تو قرآن مجید سے صاف نکل ہی رہی ہے۔ رسول اللہؐ کی اہلی زندگی کے سلسلہ میں ازواج اور نساء دو لفظ آئے ہیں اور دونوں بصیغہ جمع اس سے یہ تو ظاہر ہی ہوگیا کہ آپ کی بیویاں متعدد تھیں۔ ایک جگہ ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ۔ (التحریم ع۱)

اے نبی آپ اپنی بیویوں کی خوشی کے لئے اپنے اوپر وہ کیوں حرام کئے لیتے ہیں۔ جو اللہ نے آپ کے لئے جائز رکھا ہے۔

ازواج بصیغہ جمع اور کئی جگہ بھی قرآن میں حضور کی بیویوں کے لیے آیا ہے اور یہی حال لفظ نساء (بہ صیغہ جمع) کا ہے۔

يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ۔ (الاحزاب ع۴)

اے نبی کی بیویو تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو

اور اس رکوع میں بار بار ذکر انہیں بیویوں کا بہ صیغہ جمع آیا ہے تو نفس تعدد تو قرآن مجید نے واضح طور پر ظاہر کر دیا ہے۔ اب یہ کہ ان کی تعداد کتنی تھی اس پر چونکہ کوئی فقہی اخلاقی روحانی مسئلہ مبنی نہ تھا۔ اس لیے قرآن مجید نے اسی غیر ضروری جزیہ کا ذکر نہ کیا تعداد کی تصریح حدیث و سیر کی کتابوں میں ملتی ہے۔

ان ازواج مطہرات کا مرتبہ بھی عام مومنات سے بلند تر تھا اور ساتھ ہی ان

Marfat.com

کی ذمہ داریاں بھی کہیں بڑھی ہوئی تھیں۔ جو آیت آپ نے ابھی سنی تھی اسے ایک بار
پھر سماعت فرمالیں۔

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ۔ (الاحزاب ع ۴)	اے نبی کی بیویو تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تقوی اختیار کئے رہو۔

اور چونکہ یہ جادہ تقوی سے نہیں ہٹیں بلکہ اس پر قائم و مستقیم رہیں جیساکہ قرآن مجید کی سطور وبین السطور دونوں سے معلوم ہوتا ہے۔ اسی لیے لازمی طور پر ان کی قدر و منزلت بھی بہت اونچی تھی۔

ایک جگہ ان کے فضل و منزلت اور ان کی ذمہ داریوں دونوں کو کس طرح سمو کر بیان فرما دیا گیا ہے۔

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْکُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ یُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ۔ (الاحزاب ع ۴)	اے نبی کی بیویو تم میں سے جو کوئی کھلی ہوئی بیہودگی کرے گی۔ اس کو سزا بھی دُہری ملے گی۔

اور اسی کے متصل۔

وَمَنْ یَّقْنُتْ مِنْکُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَیْنِ۔ (الاحزاب ع ۴)	اور تم میں سے جو کوئی اللہ اور اس کے پیمبر کی فرمانبرداری کرے گی۔ اور نیک عمل کرتی رہے گی۔ ہم اسے اس کا اجر دُہرا دیں گے۔

ان کے لیے شریعت کے عام قانونوں کی پابندی ضروری تھی اور ان کے لیے کچھ احکام خصوصی بھی تھے۔ ایک طویل آیت میں ان میں سے اکثر کو ایک جا کر دیا گیا ہے:

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ	تو تم بولنے میں نزاکت نہ اختیار کرو کہ اس سے ایسے شخص کو کہ جس کے دل میں کھوٹ ہے توقعات قائم ہونے لگیں گی اور بات کھری کہا کرو اور اپنے

تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ
الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَ
اَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنَّمَا يُرِيْدُ
اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ
اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔
وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ
مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا۔

(الاحزاب ع ۴)

گھروں کے اندر قرار سے رہا کرو اور زمانہ جاہلیت قدیم کی طرح اپنا بناؤ سنگار دکھاتی نہ پھرو اور نمازوں کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور اللہ کو یہ منظور ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے آلودگی کو دور رکھے اور تمہیں خوب پاک صاف رکھے اور عنایات الٰہی اور اس علم کو یاد رکھو جس کا تمہارے گھروں میں چرچا رہتا ہے۔ بے شک اللہ رازداں ہے اور پورا خبردار ہے۔

Marfat.com

"اہل البیت" کے لغوی معنی میں گو وسعت و تعمیم ہو لیکن یہاں جس سیاق میں یہ لفظ آیا ہے اس سے کھلی ہوئی مراد ازواج مطہرات ہی ہیں یہ آیت اور جو آیت اس کے ماقبل تلاوت ہو چکی ہے دونوں کے ملانے سے اتنے امور پوری طرح روشنی میں آجاتے ہیں۔

اوّل یہ کہ۔ قانون شریعت جو ساری امت کے لیے تھا وہی ان پاک بیویوں کے لیے بھی تھا۔ یہ نہ تھا کہ شرف زوجیت رسولؐ کی بنا پر یہ شریعت کی کسی دفعہ سے مستثنیٰ ہو جائیں یا یہ کہ تعمیل احکام سے کسی درجہ میں بھی معاف ہو جائیں یہ استثناء اور یہ معافی جب خود حضرات انبیاء کی ذات تک کے لیے نہ تھی تو ان کے ازواج و اولاد کے لیے کیونکر ممکن تھی

دوسرے یہ کہ پاک بازی اور طہارت نفس کا معیار ان پاک بیویوں کے لیے کچھ اور بڑھا کر رکھا گیا۔

تیسری بات یہ کہ گھروں کے اندر رہنے اور بلا ضرورت باہر چل پھر کرنے سے

باز رہنے کی تاکید ان کے لیے ہوئی۔
چوتھے نمبر پر یہ کہ ازواج نبیؐ کے لیے یہ خصوصی درجہ واحترام کا مقرر کر دیا گیا ان کے حسن عمل پر اجر بھی زائد۔ ان کی خطاؤں لغزشوں پر گرفت بھی زیادہ سخت۔
پانچویں بات یہ کہ۔ اس کی شہادت کہ ان کے گھروں میں چرچا قرآن وحکمت ربانی کا خوب رہا کرتا تھا فی بیوتکن کا لفظ بہت قابل لحاظ ہے فی بیت النبی نہیں فرمایا۔ بلکہ گھروں کی نسبت خود انہیں محترمات کی جانب کی ہے۔

یہ بھی خیال کر لیا جائے کہ چھٹی صدی عیسوی اور ساتویں صدی کے شروع کا عرب تمدن بیسویں صدی کا فرنگی تمدن نہ تھا کہ مکان میں کئی کئی کمرے بڈروم اور ڈرائنگ روم اور ڈائننگ روم وغیرہ ہوں۔ رسول اعظمؐ کی بھی سکونت کے لیے بس ایک حجرہ ہی تھا اور حجرہ کا ترجمہ آج کے معیار سے بجائے کمرے کے کوٹھری ہی سے کرنا قرین صحت ہو گا۔ چونکہ ازواج مبارک متعدد تھیں۔ حجرے بھی قدرۃً متعدد ہی تھے اور آپؐ کا قیام کبھی ایک حجرہ میں رہتا، کبھی دوسرے میں اور اوقات مقرر پر مجلس باہر مسجد میں ہوتی قرآن مجید نے اسی لیے حجرات بہ صیغہ جمع استعمال فرمایا ہے اور عرب کے گنواروں کو اس شائستگی کی تعلیم دی ہے کہ آپ کو باہر سے پکارنا نہ شروع کر دیا کریں۔ بلکہ آپ کے باہر برآمد ہونے کا انتظار کیا کریں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَکْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَکَانَ خَیْرًا لَّهُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ (الحجرات ع ۱)	جو لوگ آپ کے حجروں کے باہر سے آواز دیتے ہیں۔ ان میں سے اکثر ایسے ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔ اور اگر یہ اتنا ٹھہر جاتے کہ آپ ان کے لئے باہر نکل آتے تو یہ ان کے حق میں بہتر ہوتا بے شک اللہ بخشنے والا ہے، مہربان ہے۔

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ سا درمیان میں آگیا۔ اب پھر متوجہ ازواج مطہرات کے

Marfat.com

ذکر کی طرف ہو جائیے۔ انہیں کی معاشرت اور منزلی زندگی کے سلسلہ میں یہ آیت بھی بہت پُر معنی ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا۔

اے نبی آپ اپنی بیویوں سے فرما دیجئے کہ اگر تم دنیوی زندگی اور اس کی بہار چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دلا دوں۔ اور لطف و خوبی کے ساتھ تمہیں رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ کو چاہتی ہو اور اس کے رسول کو اور عالم آخرت کو تو اللہ نے تم سے نیک کاروں کے لئے اجر عظیم مہیا کر رکھا ہے۔

لیکن نیک کار (محسنات) تو یہ سب ہی تھیں جیسا کہ قرآن مجید کے سکوت سے اور تاریخ و سیر کی تصریحات سے ظاہر ہوتا ہے اور استثنا کسی ایک کا بھی کہیں سے ثابت نہیں اس لیے اجر عظیم کی حصہ دار یہ سب ہی قرار پائیں۔

ایک بات اور بھی آیت سے نکل آئی۔ جب آنحضرت صلعم نے (تعمیل ارشاد الٰہی میں) سب ہی بیوی صاحبوا ں کو اس کی اجازت دے دی تھی کہ دنیا کی خوشحالی کی اگر بہار دیکھنا چاہتی ہو تو میں تم کو ہنسی خوشی اپنے سے الگ کر دینے کو تیار ہوں اور اس اجازت و رعایت سے فائدہ کسی ایک نے بھی نہ اٹھایا تو اس سے ظاہر ہو گیا کہ ان سب کی زندگی تقویٰ و طہارت کے کس بلند مرتبہ پر تھی اور پھر ایک بات اور بطور شاخ در شاخ کے یہ بھی نکل آئی کہ آپس میں سارے طبعی اختلافات کے باوجود مال دنیا سے یہ بے رغبتی اور نفع اخروی کی طرف رغبت ان سب میں مشترک رہی تو یہ نتیجہ شرف زوجیت رسول ہی کا ہو سکتا ہے اور اس سے خود رسول کی نظر کیمیا اثر پر بھی پوری روشنی پڑ جاتی ہے۔

اب ذرا ایک اور زاویے سے آیت پر نظر کیجیے تو یہ حقیقت بھی فاش و برملا سامنے آجاتی ہے کہ رسول اللہ کی خانگی معیشت بہت سادہ اور معمولی قسم کی تھی جبر کے لیے

خوشحالی کا حوصلہ اور امنگ رکھنے والی ہر عورت کو پتہ مار کر ہی رہنا ہوتا تھا۔

ازواج کے تعدد کی شہادت میں ایک آیت کچھ دیر پہلے سامعین با تمکین کے علم میں آچکی ہے سورہ تحریم کی وہی آیت ایک بار پھر حسن معاشرت کے پہلو سے ملاحظہ ہو۔

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ (التحریم ع ۱)	اے نبی آپ اپنی بیویوں کی خوشی کے لئے اس چیز کو اپنے اوپر کیوں حرام کئے لیتے ہیں جسے اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے۔

اس دلجوئی کا کچھ ٹھکانا ہے! بیوی صاحبوں کی دلجوئی رسول اللہؐ کو اس درجہ مدِ نظر رہتی کہ کبھی اس پر اللہ کی طرف سے بندش عائد کرنے کی ضرورت پڑ جاتی! یہ وہ معاندین دیکھیں جنہوں نے رسول اللہؐ کی لطیف و نرم، دلآویز شخصیت کو ایک سخت گیر، درشت اور خشک مزاج انسان کی حیثیت سے پیش کرنا چاہا ہے! اپنی کسی رفیق زندگی کی خاطر، کسی مادی لذت سے تمتع نہ کرنے کو اپنے اوپر لازم کر لینا، بجائے خود معصیت کسی درجہ میں بھی نہیں۔ پھر بھی صاحب شریعت کے درجہ سے فروتر تھا اس لیے تنبیہہ فرما دی گئی کہ پیمبر کا کسی نعمت دنیوی سے مستقل طور پر دست بردار ہو جانا عملاً اس کے حرام کر لینے ہی کے حکم میں داخل ہے۔

اس آیت کے معاً بعد کی تین آیتیں اسی سلسلہ بیان سے متعلق ہیں اور تینوں بڑی معنی خیز۔ پہلی آیت ہے۔

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِہٖ حَدِیْثًا فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِہٖ وَاَظْھَرَہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ عَرَّفَ بَعْضَہٗ وَاَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّاَھَا بِہٖ قَالَتْ مَنْ اَنْبَاَکَ ھٰذَا قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ۔	(اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے لائق ہے۔) جب نبی نے اپنی کسی بیوی سے کوئی بات چپکے سے فرمائی۔ اور وہ بات ان بیوی نے (کسی اور بیوی) کو بتا دی اور اللہ نے نبی کو اس کی خبر کر دی۔ تو نبی نے اس کا کچھ حصہ بتلا دیا۔ اور کچھ کو ٹال گئے پھر جب نبی نے ان بی بی کو وہ بات جتلا دی تو وہ بولیں کہ آپ کو کس نے اس کی خبر کر دی۔ آپ نے

جس قصہ کی جانب اشارہ اس آیت میں ہے۔ اس کا ماحصل حدیث و سیر کی کتابوں میں یہ ملتا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے اپنی کسی زوج مبارک سے کوئی بات مصلحتاً رازدارانہ فرمائی تھی۔ ان صاحبہ نے وہ بات دوسری صاحبہ تک پہنچادی اور اس کی اطلاع آپؐ کو وحی الٰہی سے ہوگئی۔ اس پر آپؐ نے ان پہلی بیوی صاحبہ سے رازشکنی کی شکایت کی لیکن اس وقت بھی پوری بات نہ دہرائی کہ اس سے ان کو شرمندگی اور زیادہ ہوتی بس صرف اتنا فرمایا کہ تم نے ہماری آپس کی بات دوسری تک بلا اجازت کیوں پہنچادی۔

قرآن مجید کوئی بات بلا مقصد نہیں بیان کرتا۔ اس تمامتر خانگی قصہ کے لے آنے سے سبق ایک نہیں کئی کئی نکلتے ہیں۔

چنانچہ پہلی تو یہی نکلی، کہ آپؐ کی معیشتی اور خانگی زندگی جنت کی نہیں اسی خاکی دنیا کی زندگی تھی۔ جو نوع بشری کے ہر ہر فرد کے لیے نمونہ کا کام دے سکتی تھی پیچیدگیاں اس میں وہی پیش آتی تھیں۔ جو ہر انسان کو اپنی ازدواجی زندگی میں پیش آسکتی ہیں اور علاوہ ملکی انتظامات اور اجتماعی معاملات میں امت کی رہنمائی و پیشوائی کے آپؐ کو خانگی معیشت کے مرحلوں سے گزرنا تھا کہ بغیر اسکے اسوۂ حسنہ کے کامل و جامع ہونیکی کوئی صورت نہ تھی علیٰ ہذا بیوی صاحبان کی فطرت بھی اعلیٰ سے اعلیٰ تربیت و تزکیہ نفس کے باوجود بشری ہی تھی۔

دوسرا سبق یہ ملا کہ حسن معاشرت و معیشت گویا آپؐ پر ختم تھا۔ عین ناگواری کے وقت بھی رفق و ملاطفت کا سررشتہ ہاتھ سے نہ چھوٹنے پایا اور دلدہی و دلجوئی کے تقاضوں سے اشتعال کے وقت بھی ذہن کو غفلت نہ ہوئی۔

تیسرا پہلو یہ ملاحظہ ہو کہ زبان سے یہ نہ ارشاد ہوا کہ خبر مجھے کیوں نہ ہوجاتی سبب نبی اپنی فراست کو پیش فرمایا نہ اپنے کشف و اشراق کو فرمایا تو ایک عبد کامل کیطرح یہ فرمایا کہ اسی خدائے علیم و خبیر نے مجھے خبر پہنچادی۔ ضمناً اس حکیمانہ طرز ہدایت بیوی صاحبان توبہ و رجوع کی توقع بھی زیادہ پیدا ہوگئی متصل آیت میں خطاب ان دونوں بیوی صاحبوں سے ہے جن سے آپکو قلب کو وقتی اذیت پہنچی تھی۔

Marfat.com

وَاِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرًا

اے دونوں بی بیو اگر تم اللہ کے سامنے توبہ کر لو تو تمہارے دل تو اس طرف مائل ہو ہی رہے ہیں اور اگر تم نبی کے مقابلے میں کاروائیاں کرتی رہیں تو نبی کا رفیق تو اللہ ہے اور جبرئیل ہیں اور نیک مسلمان ہیں اور ان کے علاوہ فرشتے مددگار ہیں۔

آیت کے سلسلہ میں یہ تفسیری نکتہ ذہن نشین رہے کہ بیوی صاحبوں میں سے ہر ایک کا یہ خیال کہ آپ کا دل دوسروں کے بجائے خود انہیں کی طرف رہے ایک امر طبعی تھا جس پر کوئی ملامت نہیں۔ پھر جب اس کا مبنیٰ اور منشا حب رسول و حب شوہر تھا جب تو کوئی دور کی بھی قباحت اس میں باقی نہیں رہتی لیکن اس کے ساتھ اس کا دوسرا پہلو دوسروں کے حقوق کا اتلاف بھی تھا اس سے توبہ کرانا ان کے حق میں ضروری قرار پا گیا۔

آیت سے حیات مبارک کے اس پہلو پر بھی روشنی پڑ گئی کہ جس کی تائید و نصرت پر اللہ خود موجود ہو اور اس کے فرشتے اور صالحین اُمّت بھی اسے کسی کی سازش نقصان ہی کیا پہنچا سکتی ہے۔

قصہ ابھی ختم نہیں ہوا ہے تیسری مفصل آیت بھی ملاحظہ ہو۔

عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّ اَبْكَارًا۔

اور اگر نبی تمہیں طلاق دے دیں ان کا پروردگار تمہارے عوض تم سے بہتر بی بیاں انہیں دیدے گا اسلام والیاں، ایمان والیاں، فرمانبرداری کرنے والیاں توبہ کرنے والیاں عبادت کرنیوالیاں روزہ رکھنے والیاں شوہر دیدہ بھی اور کنواریاں بھی۔

اس سے پہلی تعلیم تو یہ ملی کہ ایسی اکمل و مکمل شخصیت رکھنے والے کو موجودہ بیویوں کی محتاجی ہی کیا ہو سکتی ہے وہ جب چاہے ان کو طلاق دیدے اللہ اس کے لیے بہتر بن ازواج کا خود انتظام فرما دے گا جو اپنے صفات و سیرت کے لحاظ سے ہر طرح اس کی زوجیت کی اہل ہوں گی ۔۔۔ اہلیت کے اجزا سب آیت میں گنا بھی دیئے ہیں۔

Marfat.com

اور اس حقیقت کے ساتھ جب یہ مقدمہ بھی ملا یئے کہ طلاق کی نوبت کسی ایک کے لیے بھی نہ آئی تو نتیجہ کھلا ہوا یہ نکلتا ہے کہ ساری ہی ازواج مطہرات اس معیار اہلبیت پر پوری اتریں اور اس پر قائم رہیں۔ گویا ازواج مطہرات کے مرتبہ عصمت و عظمت پر مہر شہادت خود قرآن مجید نے ثبت کر دی۔

جن بیوی صاحبہ کی طرف اشارہ آیہ کریمہ میں بعض ازواجہ کے تحت میں آیا ہے حدیث و سیرت کی کتابوں میں ان کا نام حفصہؓ بنت عمر الخطاب آیا ہے اور جن دوسری بیوی سے وہ راز کی بات کہی گئی تھی ان سے مراد حضرت عائشہ صدیقہؓ لی گئی ہیں۔

اس ساری تفصیل سے روشنی نہ صرف اس سادہ حقیقت پر پڑ گئی کہ آپؐ کی ازواج مبارک متعدد تھیں۔ جیسا کہ اکثر انبیاء سابقین کا دستور رہا ہے بلکہ اہلبیت کی فطری بشری کمزوریاں اور اسکے باوجود انکا اعلیٰ معیار کردار اور انکے ساتھ حضورؐ کا حسن معاشرت یہ سب بھی روشنی میں آ گئے۔

یہ بیوی صاحبان اس منزلت و مرتبت کے بعد قدرۃً اس کی مستحق اور زیادہ ٹھہریں کہ ساری امت کی مائیں قرار پائیں چنانچہ ارشاد ہوا۔

وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ — اور ان (رسول) کی بیویاں مومنین کی مائیں ہیں۔

(الاحزاب ع ۱)

اور جب یہ امت بھر کی مائیں ٹھہر گئیں تو یہ نتیجہ خود بخود لازم آ گیا کہ ان کے ساتھ امت کے کسی مرد کا نکاح بھی حضور صلعم کے بعد جائز نہ ہوگا۔ لیکن مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر علاوہ اس عمومی نتیجہ کے، اس کی ہدایت امت کو براہ راست مخاطب کر کے بھی کر دی گئی۔

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا۔ (الاحزاب ع ۷)

اور تمہارے لئے درست نہیں کہ تم رسول اللہ کو اذیت پہنچاؤ اور نہ یہ کہ ان کے بعد کبھی بھی آپ کی بیویوں سے نکاح کرو۔ اللہ کے نزدیک یہ بڑی بھاری بات ہے۔

اور رسولؐ کی حین حیات بھی یہ ادب و قاعدہ امت پر ان محترم بیوی صاحبان

Marfat.com

کے لیے عائد کر دیا گیا تھا۔

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوهُنَّ مِن وَرَاءِ الْحِجَابِ ذٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ۔

جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگا کرو یہ بات ایک عمدہ ذریعہ ہے تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کو پاک رکھنے گا۔

ازواج مطہرات کیساتھ رسول اللہ کی صاحبزادیاں (بصیغہ جمع) بھی تھیں جیسا کہ آیہ کریمہ میں ارشاد ہوا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ۔ (الاحزاب ع ۸)

اے نبی کہہ دیجئے اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں سے۔

یعنی دو سے زائد صاحبزادیوں کا وجود تو اتنے سے ثابت ہی ہو گیا اب دوبارہ یہ آیت سنیئے کہ جس سے معلوم ہو گا کہ حجاب ہی کے سلسلہ میں ایک اور قانون اُمہات مومنین اور رسولؐ کی صاحبزادیوں کے لیے تھا اور وہ امت کی ہر خاتون تک وسیع کر دیا گیا۔ ارشاد ہوا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ۔ (ایضاً)

اے نبی اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور (دوسرے) مسلمانوں کی بیویوں سے بھی کہہ دیجئے کہ اپنے اوپر اپنی چادریں تھوڑی سی نیچی کر لیا کریں۔

یہ اپنے اوپر اپنی چادریں نیچی کر لینے کا حکم وہی ہے جسے ہمارے ملک میں اور ہماری زبان میں گھونگھٹ نکال لینا کہتے ہیں۔

ازدواجی زندگی کے دائرے میں آپ کے لیے قدرۃً بعض خصوصی سہولتیں اور رعایتیں تھیں جو عام افراد امت کو حاصل نہ تھیں چنانچہ ایک ارشاد یہ ملتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ

اے نبی ہم نے آپ کے لئے یہ بیویاں حلال کی ہیں جن کو آپ ان کے مہر دے چکے ہیں اور وہ عورتیں بھی جو آپ کی ملک میں ہیں۔ جنہیں اللہ نے آپ کو

Marfat.com

عَمِّكَ وَبَنَاتِ عَمّٰتِكَ وَبَنَاتِ خَالِكَ وَبَنَاتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

(الاحزاب ع ٦)

غنیمت میں دلوایا ہے۔ اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھیاں کی بیٹیاں اور آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہے اور وہ مومنہ بھی جو اپنے کو (بلا عوض) نبی کو دیدے، بشرطیکہ نبی بھی اس کو نکاح میں لانا چاہیں یہ حکم مخصوص ہے آپ کے لئے بخلاف (عام) مومنین کے۔

احکام سے قطع نظر آیت کے الفاظ سے رسول اللہ کے خاندان کے کتنے افراد کا وجود بھی ثابت ہوگیا۔ آپ کے چچا اور ماموں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور پھر ان میں سے ہر ایک کی بیٹیاں۔ ان سب کے وجود کی شہادت تو آیہ کریمہ سے مل ہی گئی —— رہیں آپکے منصب خصوصی اور مرتبہ امتیازی کے لحاظ سے آپ کے لیے رعایتیں تو انہیں کے سلسلہ میں آیت کا یہ حکم بھی سن لیا جائے کہ ازواج کے درمیان شب باشی یا باری کی بھی پابندی آپ پر نہ تھی۔

تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا۔ (ایضاً)

آپ ان (بیویوں) میں جس کو چاہیں اپنے سے دور رکھیں اور جس کو چاہیں اپنے نزدیک رکھیں اور جن کو آپ نے الگ کر رکھا ہے ان میں سے کسی کو پھر طلب کرلیں جب بھی آپ پر کوئی گناہ نہیں اس انتظام میں زیادہ توقع ہے اس کی کہ ان (بیویوں) کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی اور وہ آزردہ نہ ہوں گی اور اس پر راضی رہیں گی جو کچھ آپ ان کو دیدیں۔ اور اللہ اُسے خوب جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اور اللہ بڑا علم والا ہے، بڑا حلم والا ہے۔

بیان رسول اللہ کے لیے ازدواجی رخصتوں اور رعایتوں کا ہو رہا تھا۔ لیکن ضمناً اس

Marfat.com

آیت سے یہ مضمون بھی نکل آیا کہ خود بارگاہ الہٰی میں ان محترم بیبیوں کا احترام تھا۔ ــــــــ وسط آیت کے الفاظ ــــ اور روادری میں پوری طرح خیال میں نہ رہے ہوں تو اب دوبارہ ان کا استحضار کر لیا جائے

یہ انتظامات اس لیے کہ اس سے ان محترمات کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور نہیں آزردگی نہ پیدا ہونے پائے! اللہ اللہ کس درجہ اہتمام اپنے رسولؐ ہی کی نہیں ان کے حرم محترم کی بھی دلجوئی کا ہے اور اس صورت حال کا یہ لازمی نتیجہ تو ہونا ہی تھا کہ یرضین بما اٰتیتھن کلھن یہ سب راضی رہیں گی اس پر آپ انہیں جو کچھ دے دیں۔

لیکن یہ نہ خیال کر لیا جائے کہ رسول کے لیے ازدواجی زندگی میں بس وسعتیں اور رعایتیں ہی تھیں۔ نہیں بلکہ جہاں ایک طرف یہ گنجائشیں تھیں وہیں دوسری طرف خصوصی پابندیاں بھی تھیں۔ چنانچہ آپؐ کے لیے جائز نہ رہا کہ نزول آیت کے وقت جو ازواج مطہرات موجود تھیں انہیں بدل کر کسی اور عقد میں لے آئیں یا کوئی اور نیا عقد فرمالیں۔

لَا یَحِلُّ لَکَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ یَمِیْنُكَ۔ (الاحزاب ع ۶)

آپ کے لئے ان عورتوں کے بعد کوئی اور عورت جائز نہیں اور نہ یہ جائز کہ ان بیویوں کے بجائے دوسری کر لیں چاہے آپ کو ان کا حسن بھلا ہی لگے مگر ہاں بجز ان کے جو آپ کی باندیاں ہیں۔

انسان بہر حال آپؐ بھی تھے تمام بشری جذبات و میلانات کے ساتھ اس لیے کسی حسین صورت کی طرف میلان طبع ہو جانا ذرا بھی عبدیت و رسالت کے منافی نہیں اور فطرت بشری کے عین مطابق ہے لیکن اس طبعی مقتضا پر عمل کر دینے سے آپ کو بالکل روک دیا گیا اور جو آزادی ساری امت کیلیے تھی وہ آپکی ذات کے لیے باقی نہ رہی۔

افترا پردازوں اور بد نفسوں سے دنیا کا کوئی بھی ماحول خالی نہیں خواہ اپنی عمومی حیثیت سے وہ کیسا ہی پاکیزہ و بلند ہو۔ رسول اللہؐ کی ازدواجی زندگی میں بھی ایک ایسا سخت و ناخوشگوار موقع پیش آ گیا جس نے بعد کو امت والوں اور امت والیوں کیلیے بڑی سے بڑی بدنامی کے بوجھ کو بھی اٹھا لینا آسان کر دیا ہوا یہ کہ چند شر پسند منافقوں نے حضور

کی محبوب ترین زوجہ مبارک حضرت عائشہ پر ان کے ایک تنہا سفر کو آڑ بنا کر بغیر کسی عینی یا سمعی شہادت کے بھی محض وہم و بدگمانی کو کام میں لا کر ایک پراگندہ الزام تراش دیا۔ اور اِکا دُکا سادہ لوح مسلمان بھی اس طوفان بے تمیزی میں انکی دیکھا دیکھی شریک ہوگئے الزام تھا اس نوعیت کا کہ حضورؐ انور تو خیر غیرت مجسم ہی تھے دنیا کا کوئی غیرت مند شوہر برداشت نہ کر سکتا۔ قرآن نے اس واقعہ کا نام ہی الافک یعنی بہتان یا طوفان رکھ دیا ہے اور اس کو شروع ہی عتاب سے کیا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْکِ عُصْبَۃٌ مِّنْکُمْ لَا تَحْسَبُوْہُ شَرًّا لَّکُمْ بَلْ ھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ لِکُلِّ امْرِئٍ مِّنْھُمْ مَّا اکْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ وَالَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَہٗ مِنْھُمْ لَہٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۔ (النور ع ۲)

جن لوگوں نے یہ طوفان برپا کر رکھا ہے وہ تم میں کا ایک گروہ ہے۔ تم اس چیز کو اپنے حق میں بُرا مت سمجھو بلکہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہی بہتر ہے ان میں سے ہر شخص کے لئے وہی وبال ہے جتنا گناہ اس نے کیا تھا اور اس میں جس نے سب سے بڑا حصہ لیا اُس کے لئے عذاب بھی بڑا ہے۔

یوں ہی کسی مومنہ کی عزت واکرام پر حملہ کرنا کیا کم ہے چہ جائیکہ اسکا ہدف مومنات صالحات کی سردار عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جیسی خاتون کو بننا پڑا ہو۔ ایسے بدنفس افترا پردازوں کے سروں پر تو عذاب آکر ٹوٹنا تھا۔ مومنین کی یہ سادہ لوحی بھی قابل گرفت ٹھہری کہ ایسے کھلے ہوئے بہتان کو سنتے ہی تردید کیوں نہ کردی۔

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْہُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِھِمْ خَیْرًا وَّ قَالُوْا ھٰذَآ اِفْکٌ مُّبِیْنٌ۔

جب تم لوگوں نے یہ چرچا سنا تھا تو مومنین و مومنات نے اپنے لوگوں سے گمان نیک کیوں نہ رکھا اور کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ صریح بہتان ہے۔

ایسے بہتان کو سن کر اس کے متعلق شک و تذبذب میں پڑ جانا اور بے خیالی میں مشغلے کے طور پر اسکا ایک دوسرے سے چرچا کرتے رہنا یہ سب ایک صالح معاشرے کیلیے سخت قابل مواخذہ تھا۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ

اور اگر تم پر اللہ کا فضل وکرم شامل حال نہ ہوتا دنیا میں اور آخرت میں تو جس مشغلہ میں تم پڑے ہوئے

لَمَسَّكُمْ فِيْ مَا اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ۔

(النور ع ۲)

تھے اس پر تمہارے اوپر عذاب سخت آپڑا ہوتا یہ وہ وقت تھا جب تم اپنی زبانوں سے اسے نقل در نقل کر رہے تھے اور اپنے منہ سے ایسی بات نکال رہے تھے جس کی تم کو مطلق تحقیق نہ تھی اور تم اس کو ہلکی بات سمجھ رہے حالانکہ اللہ کے نزدیک بہت بھاری بات تھی۔

تاکید و اہتمام کے ساتھ دوبارہ ارشاد ہوا ہے۔

وَلَوْلَا اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَا يَكُوْنُ لَنَا اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ۔ (ایضاً)

اور جس وقت تم نے یہ چرچا سنا تھا تو اسی وقت کیوں نہ بول اٹھے کہ ہماری مجال نہیں جو ایسی بات زبان سے بھی نکالیں معاذ اللہ! تو ایک عظیم بہتان ہے۔

ان آیات کو اور واقعہ سے متعلق ان تفصیلی و جزئی احکام عتاب کو پڑھکر اندازہ کیجیے کہ قرآن مجید کے نازل کرنیوالے کا اپنے رسول ہی کا نہیں رسول کے گھر والوں کا بھی احترام کس درجہ ملحوظ تھا ور یہیں سے ان نادان معاندین کی بات کا بھی جواب نکل آتا ہے جنہوں نے اعتراض کیا ہے کہ قرآن جیسی کتاب ہدایت کو آخر پیمبر کی ذاتی خانگی زندگی کے جزئیات سے کیا واسطہ تھا معترض بیچارہ ع

چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است

اسے کیا خبر کہ محمد عربی کی زندگی ایک شخص اور ایک ذات کی تھی ہی کب؟ یہ زندگی تو سارے عالم کیلیے نمونہ اور مثال تھی۔ ہر ملک ہر قوم، ہر زمانہ کے افراد و اشخاص کے لیے سبق اس کے اندر موجود ہیں اور بشری زندگی میں جتنے بھی تکوینی مرحلے طبعی اور عمومی طور پر پیش آسکتے ہیں سب سے اس ذات اقدس کا گزر قصداً کرایا گیا تھا تاکہ وہ آفاق گیر نمونہ کا کام دے اور ایک ایک فرد بشر اپنے ظرف کے لحاظ سے اس سے استفادہ کرسکے تو سوال اب یہ نہ کیجیے کہ اتنی تفصیلات قرآن مجید میں کیوں بیان فرمائیں بلکہ اگر کیجیے، تو یہ کہ بیان ان سے زائد تفصیلات کا کیوں نہ ہوا؟۔

لاولدی عرب میں بھی اکثر جاہلی قوموں کی طرح ایک بڑا عیب سمجھی جاتی تھی اور معاندین نے آپ پر اس سلسلے میں آوازے کسنے شروع بھی کر دیئے تھے قرآن مجید نے اسکے جواب میں زور کیساتھ کہا۔

Marfat.com

یعنی بے اولاد رہ جانے والے تو آپ نہیں۔ آپ کے دشمن ہی ہیں اور عطائے کوثر وغیرہ سے قطع نظر ایک اور بھی علم اس سے یہ حاصل ہوا کہ رسول اللہ صاحب اولاد تھے اور آپکا صاحب اولاد ہونا منکروں معاندوں کے مشاہدہ میں آ رہا۔ لیکن ساتھ ہی قرآن نے یہ بھی سنا دیا ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ۔ محمد تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ (الاحزاب ع ۵)

اس سے حضورؐ کی بالغ اولاد نرینہ کی نفی ہو گئی اور اہل سیر کا بیان بھی یہی ہے کہ حضورؐ کے صاحبزادوں میں سے کوئی بھی عہد شیر خوارگی سے آگے نہ بڑھا اور جب کوئی صاحبزادے نہ تھے تو اولاد میں بجز صاحبزادیوں کے اور رہ کون جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ حضور کی بنات (صاحبزادیوں) کا ذکر آیا ہے اور وہ آیت ابھی چند منٹ پہلے آپکے سامنے پیش ہو بھی چکی اور دوسری جگہ بنات کے بجائے "نساء" کا لفظ آیا ہے وہ حوالہ بھی آپ کی سماعت میں آ چکا اور اہل سیر کے اس بیان سے تو سب ہی واقف ہوں گے کہ حضورؐ کی چار صاحبزادیوں میں سے ایک کا سلسلہ نسل ماشاء اللہ خوب پھیلا اور بڑا بابرکت ثابت ہوا۔

اختتامیہ

خطباتی معروضات ختم ہو گئے مقدمہ یا افتتاحیہ میں جو کچھ عرض کرنا تھا اب اختتامیہ میں عرض کر رہا ہوں ان لکچروں کی تیاری کا جس وقت حکم ملا تھا، اپنی ناتجربہ کاری کی بنا پر مدت کافی ہی بلکہ اچھی خاصی معلوم ہوئی تھی لیکن جب کام کو ہاتھ لگایا اور قرآن مجید کا مطالعہ اس خاص مقصد سے بہ غور شروع کیا تو نظر آیا کہ معلومات کا ایک دریا ابلتا ہوا اور امنڈتا ہوا سامنے ہے اور اس سمندر کو سمیٹ کر ایک مختصر و محدود مدت کے اندر کوزے میں بند کرنا مجھ جیسے نااہل فرد کی حد استطاعت سے باہر ہے سوا چھ، ساڑھے چھ ہزار قرآنی آیتوں میں سے اگر نصف نہیں تو ایک ثلث تو بہرحال ایسی ہیں کہ جن سے سیرۃ نبوی کے کسی نہ کسی پہلو پر روشنی ضرور پڑتی ہے اب پچھتایا کہ مہلت اور مزید کیوں نہ مانگ لی لیکن وقت اب پچھتانے کا بھی گذر چکا تھا۔

Marfat.com

ہوں توں اور بڑی عجلت اور روا روی میں جو کچھ بھی بن پڑا بطور ماحضر پیش کر دیا گیا ادھر حالات بھی متواتر ایسے پیش آتے گئے کہ کچھ تو اپنی علالت کچھ دوسری ناگزیر مصروفیتوں نے وقت کا خاصا بڑا حصہ اپنی طرف لے لیا اور دو ایک ضروری عنوان جو رسول پاک کی مکی تعلیمات اور مدنی تعلیمات پر ہونے تھے یکسر رہ گئے کہیں کہیں شاید ایسا بھی ہوا ہے، کہ آیات قرآنی معرض بیان میں مکرر آگئی ہیں وجہ ظاہر ہے ایک ہی آیت سے استخراج و استنباط کئی کئی مسئلوں کا ہو سکتا تھا۔ بہرحال سامعین باتمکین اب فروگذاشتوں اور خامیوں سے درگذر فرمائیں خطبہ نویس کے بس میں تو بس اتنا ہی ہے کہ نظر ثانی کے وقت ہو سکے تو ان ضروری اوراق کا اضافہ کر دے اور جب اس مجموعہ کے طبع و اشاعت کی نوبت آئے تو تکمیل کسی نہ کسی حد تک تو ہی جائے۔

ہر علمی اور تحقیقی کام میں ایک بڑا خوشگوار فرض اس میدان میں اپنے پیشروؤں کے شکریہ کا ہوتا ہے۔ لیکن اسے قسمت کی نارسائی کہیے یا جو کچھ کہ اپنے پیش رو اس کام میں بہت ہی کم میسر آسکے۔ اصل اور بڑا ماخذ براہ راست کلام اللہ ہی رہا ہے پھر بھی جن بشری تصانیف سے استفادہ کی نوبت آئی ان کا ذکر منت پذیری کے ساتھ نہ کرنا بڑی ہی ناشکری کے مترادف ہوگا ترتیب واران کے نام عرض ہیں۔

(۱) قدامت زمانہ کے لحاظ سے نمبر اول پر عبدالملک ابن ہشام (جن کا سال وفات غالباً ۳۱۸ھ ہے) کی سیرت رسول اللہ معروف بہ سیرت ابن ہشام ہے اس مصنفؒ نے سیرت نبوی کے اکثر حصوں خصوصاً حصہ مغازی میں آیات قرآنی کے تتبع کا التزام بڑی حد تک قائم رکھا ہے۔

(۲) قدیم کتابوں میں اس اعتبار سے نمبر دوم پر قاضی عیاض مالکی (جن کا سال وفات ۵۴۴ھ ہی کی مشہور کتاب الشفا بہ تعریف حقوق المصطفٰے ہے۔ اس مصنف نے فضائل خصائل و خصائص نبوی میں بھی آیات قرآنی سے اچھا خاصہ استشہاد کیا ہے۔

(۳) دور جدید کی کتابوں میں بلحاظ افادیت (جیسا کہ اور بھی متعدد جہات سے) نامور ترین کتاب شبلیؒ و سلیمانؒ کی ضخیم سیرۃ النبی ہے اس کے بعض حصوں میں خصوصاً فخر المتاخرین مولانا سید سلیمان ندوی کے قلم سے آیات قرآنی سے استشہاد و استدلال کا اہتمام خصوصی رکھا گیا ہے۔

(۴) ترتیب زمانی کے لحاظ سے اس سے بھی مقدم کتاب مولانا عبدالشکور

Marfat.com

لکھنوی[۱] مدظلہ کی کتاب مختصر سیرت نبویہ ہے جس کا پورا نام سیرۃ الحبیب الشفیع من الکتاب العزیز الرفیع ہے کتاب مختصر ہے یعنی ۲۰×۲۶ تقطیع پر کل ۶۴ صفحوں کی ضخامت کی ہے پھر بھی بہت کام کی ہے یہ مولانا کی ابتدائی کتابوں میں سے ہے اور ۱۳۳۲ھ مطابق ۱۹۱۴ء کی چھپی ہوئی ہے اردو میں بلکہ میری محدود نظر میں تو عربی میں بھی اس خصوصی موضوع پر تو یہی ایک کتاب ہے اور یہی وصف یکتائی مصنف کے فخر و امتیازی لیے کافی ہے کاش یہی کتاب اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد چھپتی! اب یہی نہیں کہ یہ کہیں ضخیم تر ہو کر نکلتی بلکہ ان خامیوں اور فروگذاشتوں سے بھی پاک ہوتی جو نو عمری اور نو مشقی میں ہر اہل قلم کے لیے لازمی سی ہیں۔

(۵) ان سب کے علاوہ ابھی چند سال ہوئے ۱۹۵۱ء میں ایک کتاب مختصر سیرت قرآنیہ کے عنوان سے ایک الہ آبادی ایم اے مقیم دہلی کے نام سے نکلی ہے اس کے نام سے بڑی توقعات قائم ہوتی ہیں۔ لیکن پڑھ کر اسی درجہ میں مایوسی بھی ہوتی ہے یہ ایک بہت ہی تنگ و محدود بلکہ غلط نقطہ نظر سے لکھی گئی ہے اور آیات قرآنی کو جس طرح توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا ہے اس سے ہر صاحب ایمان اور ہر طالب علم کا ذوق ابا کرتا ہے۔

بہرحال ایک عالم و کامل سے نہیں ایک طالب علم اور ناقص سے ایک قلیل مدت کے اندر جو کچھ ممکن تھا خالق اور دونوں کے روبرو پیش کر دیا گیا وہ مولائے لطیف و کریم اگر اسے اپنے حسن قبول سے کسی ادنیٰ درجہ میں بھی نواز دے اور اجر میں سلسلہ مقالات کے بانی[۲] اور ساعی اور سامعین سب کو شریک کر لے تو اس کی بندہ داری سے ذرا بھی بعید نہیں

و اخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

---

[۱] افسوس ہے کہ مولانا ۱۹۶۲ء میں وفات پا گئے۔

[۲] خصوصاً افضل العلماء ڈاکٹر عبد الحق کرنولی مرحوم و مغفور اور فنڈ کی بانی خاتون مرحومہ کو۔

(جنوری ۱۹۵۸ء)

Marfat.com

مکہ بکس

سیرۃ نبوی قرآنی

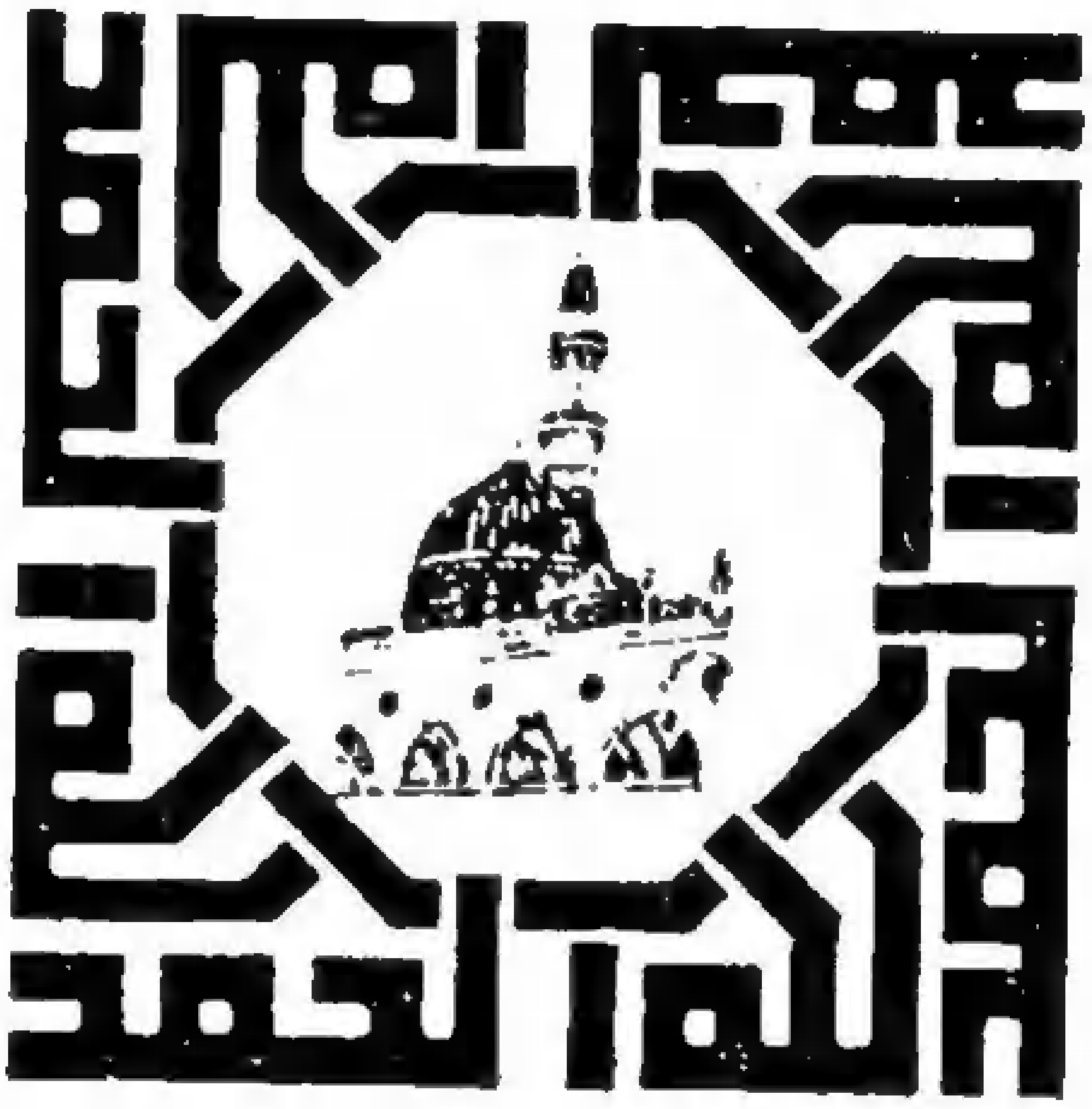

مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ

مکہ بکس ۔ د۔ بخش سٹریٹ ۔ بیرون موری دروازہ لاہور

Marfat.com